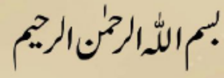

نوائے
افغان جہاد
ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ
دسمبر ۲۰۱۸ء
انتم الاعلون ان کنتم مومنین

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا شاہانِ عمان جیفر اور عبد کی طرف نامہ مبارک



یہ مکتوب ہے محمد بن عبداللہ کی طرف سے جیفر اور عبد کی طرف، جو جلندی کے بیٹے ہیں۔ سلام ہو اس پر جو ہدایت کی اتباع کرے۔

اما بعد! میں تم دونوں کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ تم دونوں اسلام قبول کرلو، باسلامت رہو گے۔ میں اللہ کا رسول ہوں، سارے انسانوں کی طرف تاکہ اس کو ڈراؤں جو زندہ ہو اور کافروں پر حجت پوری ہوجائے۔ اگر تم نے اسلام کا اقرار کرلیا تو میں تمہیں تمہار منصب پر باقی رکھوں گا اور اگر تم نے اسلام کا اقرار کرنے سے انکار کردیا تو تمہارے ہاتھ سے تمہارا ملک نکل جائے گا اور میرے گھوڑے تمہارے میدان میں اتریں گے اور ملک کے رہنے والوں پر میری نبوت ظاہر ہوجائے گی''۔

(عیون الاثر ج ۲ ص ۳۵۳)



سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جب کہ لوگ حساب کتاب کے لیے کھڑے ہوں گے تو کچھ لوگ اپنی گردن پر تلواریں رکھے ہوئے آئیں گے، جن سے خون ٹپک رہا ہو گا... یہ لوگ جنت کے دروازے پر جمع ہو جائیں گے، لوگ دریافت کریں گے کہ: یہ کون لوگ ہیں (جن کا حساب کتاب بھی نہیں ہوا، سیدھے جنت میں آ گئے)؟ انہیں بتایا جائے گا کہ یہ شہید ہیں جو زندہ تھے، جنہیں رزق ملتا تھا''۔



ربیع الثانی ۱۴۴۰ھ
دسمبر 2018ء

اس شمارے میں



تجاویز، تبصروں اور تحریروں کے لیے اس برقی پتے (E-mail) پر رابطہ کیجیے۔

nawai.afghan@tutanota.com

انٹرنیٹ پر استفادہ کے لیے:

Nawai-afghan.blogspot.com

Nawaiafghan.blogspot.com

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے

قارئین کرام!

عصرِ حاضر کی سب سے بڑی صلیبی جنگ جاری ہے۔ اس میں ابلاغ کی تمام سہولیات اور اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کے تمام ذرائع 'نظامِ کفر اور اس کے پیروؤں کے زیرِ تسلط ہیں۔ ان کے تجزیوں اور تبصروں سے اکثر اوقات مخلص مسلمانوں میں مایوسی اور ابہام پھیلتا ہے، اس کا سدِ باب کرنے کی ایک کوشش کا نام 'نوائے افغان جہاد' ہے۔

نوائے افغان جہاد

- اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کفر سے معرکہ آرا مجاہدین فی سبیل اللہ کا مؤقف مخلصین اور محبین مجاہدین تک پہنچاتا ہے۔
- افغان جہاد کی تفصیلات، خبریں اور محاذوں کی صورت حال آپ تک پہنچانے کی کوشش ہے۔
- امریکہ اور اس کے حواریوں کے منصوبوں کو طشت از بام کرنے، اُن کی شکست کے احوال بیان کرنے اور اُن کی سازشوں کو بے نقاب کرنے کی ایک سعی ہے۔

اس لیے ....

اِسے بہتر سے بہترین بنانے اور دوسروں تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ دیجیے

ہو جو حق، اِن نگاہوں کو حق ہی دِکھے، آنکھ کو ایسا سُرمہ عطا کیجیے

تاریخِ انسانی نظاموں کے مابین جاری کشمکش اور جنگوں سے بھری ہوئی ہے۔ باہم متصادم اور بر سرِ پیکار نظاموں کو ماننے والے اپنے اپنے عقیدے، راستے اور طریقے سے نا صرف اچھی طرح واقف رہے ہیں بلکہ اپنے دشمن نظام کی بھی خوب پہچان رکھتے ہوئے اُس کے مقابل اترتے رہیں ہیں۔ یہ صرف حق و باطل کے معرکوں میں ہی نہیں ہوتا رہا بلکہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ جب دو کفریہ نظام بھی آپس میں ٹکرائے تو ایک دوسرے کو پوری پہچان کر کے اور دشمن سے پوری طرح آگاہ ہو کر مدمقابل آئے۔ یہی فطری طریقہ بھی ہے کہ اپنے دشمن سے مکمل شناسائی، اُس کے نظام سے کامل آگہی اور اُس کے خطروں سے ہر طرح کی واقفیت، اُس کے داؤ پیچ اور مکر و فریب کو مکمل شعور کے ساتھ سمجھنے کے، اُس کی کمزوریوں کا ادراک رکھنے کے بعد ہی اُس کا مقابلہ کرنا ممکن ہوتا ہے۔ اسلام چونکہ دینِ فطرت ہے اس لیے یہ اپنے ماننے والوں سے پہلے دن سے تقاضا کرتا ہے کہ

لِّيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ

”مرے جس کو مرنا ہے قیامِ حجت کے بعد اور جیوے جس کو جینا ہے قیامِ حجت کے بعد“

لا الہ الا اللہ کا اقرار، اللہ تعالیٰ کے مبعوث کردہ تمام انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اساسی دعوت ہے اور اسی لیے ان برگزیدہ ہستیوں نے اپنی اپنی قوم کو جب ”لا الہ“ کی دعوت دی تو اُن کے گھڑے گئے الٰہوں، معبودانِ باطل، کفر اور نظامِ کفر کی ٹھیک ٹھیک پہچان کروانے اور بیّن دلائل و براہین سے اُن کا قطعی رد کرنے کے بعد اور اُن کا بودا پن، کمزوری و ضعف اور بے بسی و بے کسی پوری طرح عیاں کرنے کے بعد الٰہِ واحد، معبودِ حقیقی، مالک الملک اور عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ کی طرف ”الا اللہ“ کہہ کر دعوت دی۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں، چاند اور سورج کی پرستش سے انکار کیا تو ”لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ“ کہہ کر قوم کو جھنجھوڑا کہ جو خود غروب ہو جائے اور وقت گزرنے پر ڈھل جائے وہ کیونکر الہ ہو سکتا ہے؟ اور يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ کا اعلان کیا۔ پھر بت خانے میں رکھے بتوں پر کاری وار کرنے اُنہیں گرایا اور قوم کے سوال کرنے پر اُن کے بنائے معبودوں کی لاچارگی ثابت کرنے کے لیے سب سے بڑے بت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ذرا اس سے پوچھو۔ اس موقع پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور اُن کی قوم کے مابین جو مکالمہ ہوا، اُسے اللہ رب العزت نے سورۃ الانبیاء میں یوں بیان فرمایا ہے:

قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ٥ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ ٥ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ٥ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ٥ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ٥ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ

”(بت پرستوں نے) کہا کہ ابراہیم! بھلا یہ کام ہمارے معبودوں کے ساتھ تم نے کیا ہے؟ (ابراہیم نے) کہا (نہیں) بلکہ یہ ان کے اس بڑے (بت) نے کیا (ہو گا) اگر یہ بولتے ہوں تو ان سے پوچھ لو۔ پس یہ لوگ اپنے دلوں میں قائل ہو گئے اور کہنے لگے واقعی ظالم تو تم ہی ہو پھر (شرمندہ ہو کر) سر نیچا کر لیا (اس پر بھی ابراہیم سے کہنے لگے کہ) یہ تجھے بھی معلوم ہے یہ بولنے چالنے والے نہیں۔ (ابراہیم نے) کہا پھر تم اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو کیوں پوجتے ہو جو تمہیں نہ کچھ فائدہ دے سکیں اور نہ نقصان پہنچا سکیں؟ تف ہے تم پر اور ان پر جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔ کیا تمہیں اتنی سی عقل بھی نہیں؟“۔

اس کے بعد آپ علیہ السلام نے قوم کے سامنے برملا اور بلا خوف و خطر اُن جھوٹے بتوں کا انکار کیا، اُنہیں اپنا دشمن بتایا، اُن سے مکمل برأت ظاہر کی اور حقیقی معبود کی طرف قوم کو بلایا، اللہ رب العزت کا تعارف کروایا اور اُسی کو اپنا الٰہ، رب العالمین، خالق، رازق، شافی، محیی و ممیت اور غفور و رحیم بتلایا:

فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيْٓ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ○ الَّذِيْ خَلَقَنِيْ فَهُوَ يَهْدِيْنِ ○ وَ الَّذِيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَ يَسْقِيْنِ ○ وَ اِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِيْنِ ○ وَ الَّذِيْ يُمِيْتُنِيْ ثُمَّ يُحْيِيْنِ ○ وَ الَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـــَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ○

''وہ میرے دشمن ہیں مگر خدائے رب العالمین (میرا دوست ہے)۔ جس نے مجھے پیدا کیا ہے وہی مجھے راستہ دکھاتا ہے۔ اور وہ جو مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو مجھے شفا بخشتا ہے۔ اور وہ جو مجھے مارے گا اور پھر زندہ کرے گا۔ اور وہ جس سے میں امید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے گناہ بخشے گا''۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کفارِ قریش کے سامنے **قُوْلُوْا: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ تُفْلِحُوْا وَتَمْلِكُوْا بِهَا الْعَرَبَ، وَتَذِلُّ لَكُمُ الْعَجَمُ** کہہ کر اپنی دعوت پیش کی تو اللہ رب العزت نے اُن کے باطل معبودوں اور جھوٹے خداؤں کی حقیقت واضح کرنے کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے کفارِ مکہ سے اُن کی معبودوں کے بارے میں سوال کیا:

اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ ۡ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ ۡ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ ۡ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ

''بھلا ان کے پاؤں ہیں جن سے چلیں یا ہاتھ ہیں جن سے پکڑیں یا آنکھیں ہیں جن سے دیکھیں یا کان ہیں جن سے سنیں؟''

ظاہر ہے بے جان اور بے کار بتوں میں یہ سب خصائص کہاں ہوں گے! پس جب اُن کی ناتوانی اور ضعف واضح کر دیا تو پھر اپنے رب کی طاقت پر بھروسہ کیا کہ صرف وہی اکیلا ہے جو نفع وضرر کا اصل مالک ہے اور مشرکین کو چیلنج کیا کہ:

قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ○

''کہہ دو کہ اپنے شریکوں کو بلالو اور میرے بارے میں جو تدبیر کرنی ہو کرلو اور مجھے کچھ مہلت بھی نہ دو پھر دیکھو کہ وہ میرا کیا کر سکتے ہیں''۔

آج کفر نے اسلام کے خلاف اپنی تاریخ کی سب سے بڑی اور وسیع جنگ مسلط کر رکھی ہے۔ یہ جنگ صرف عسکری محاذ پر نہیں ہے، بلکہ مسلمانوں کی زندگی کے تمام شعبوں سے اسلام کو منہا کرنے کے لیے کفر چڑھ دوڑا ہے۔ نظامِ مملکت سے لے کر خاندانی نظام اور ایک مسلمان کی ذاتی زندگی کے اعمال وافعال، سب ہی کچھ کفر اور ائمۃ الکفر کے نشانے پر ہیں۔ اہلِ اسلام کے سُلطہ اور تمکن کو تو اہلِ کفر ختم کر چکے، اب اُن کی زندگیوں اور معاشروں میں موجود روایاتِ اسلامی اور دینی رمق کی ایک ایک نشانی کو وہ مٹانے کے درپے ہیں۔

جب کہ آج امت کی حالت یہ ہے کہ جن مصیبتوں، صدموں اور بحرانوں کا اُسے سامنا ہے اُن میں سے بڑی مصیبت، صدمہ، بحران یہی ہے کہ امت اپنے دشمنوں کی پہچان بھول گئی ہے، بلکہ اس سے بڑا سانحہ یہ ہوا کہ کھلے اور صریح دشمنوں کو دشمن سمجھنے کی بجائے 'خود ہی اُن کے رنگ میں رنگنے اور اُن کے نظاموں میں خود کو پیوند کرنے کا فتنہ' امت میں اس حد تک سرایت کر چکا ہے کہ اب کوئی اُن کا ہزار خیر خواہ اور بہی خواہ ہو، لیکن جیسے ہی وہ اُنہیں اُن کے دشمن کی پہچان کرواتے اور اُن کے ارادوں سے متعلق کھل کر بتاتے ہیں تو یہ اُن کی نظر میں فوراً سے پیشتر دہشت گرد، انتہا پسند اور فسادی بن جاتے ہیں۔ حالانکہ ان کا قصور اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ وہ اس امت کے درد میں گھلتے ہیں، اس کی بھلائی اور آبرومندی کی تمنائیں دلوں میں پالتے ہیں اور اسے اپنے دشمنوں کی پہچان کروا کر اُن سے نمٹنے پر تیار کرنا چاہتے ہیں۔

لیکن اس امت کے سروں پر جو طبقۂ مترفین مسلط ہے اُس نے کفر کے ساتھ مل کر پورے جبر وطاقت سے مسلم معاشروں میں دین کی بیخ کنی کا بیڑا اٹھایا ہے۔ جبر وتشدد کا ہر حربہ اختیار کر کے دین اور اہلِ دین کو معاشروں سے بے اثر کیا جا رہا ہے اور ہر قسم کے شر کو امت کے سامنے یوں مزین کر کے پیش کیا گویا اُسے اپنانے کی صورت میں ہی دنیا جہان کی کامیابیاں میسر آئیں گی۔ یوں نیکی اور بدی کے پیمانے اُلٹ گئے ہیں، سراپا شر کو خیر اور نیکی بتایا جاتا ہے، سراسر لعنت کو رحمت گردانا جاتا ہے، موذی بیماری کو شفائے کامل باور کروایا جاتا ہے، زہر کو تریاق اور بادِ سموم کو بادِ بہاری منوایا جاتا ہے۔ اپنے اردگرد معاشروں کے ماحول کو آپ خود دیکھ لیجیے۔ آپ کو ہر ہر لمحے احکاماتِ دین کی دھجیاں اُڑتی نظر آئیں گی اور شیطانی اعمال، افعال اور نظریات چہار سو پھیلتے دکھائی دیں گے۔ عام آدمی کی

معاشی زندگی کو سود، قمار اور جوے کی بنیاد پر قائم نظام نے تنگ سے تنگ تر کر دیا ہے اوراس پر مستزاد میڈیا اور تمام تر ذرائع ابلاغ کے ذریعے ''بلند تر معیارِ زندگی'' اور سہولیات و تعیشات کی نمائش اوراُن کے حصول کی دل لُبھاتی اور اشتہا انگیز مہمات ہیں، جنھوں نے سارے معاشرے کی نفسیات کو ہی مادیت کا اسیر کر کے ''بابر بعیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست'' کے مصداق بنا دی ہے۔ جس کے نتیجے میں حلال کا قصد کرنے والے معدودے چند ہی رہ گئے ہیں جب کہ حرام کے حصول اور اُس پر پلنے کی تگ و دو کرنے والوں کے ٹھٹھ کے ٹھٹھ ہیں۔ معاشرے میں بے پردگی، بے حیائی، آوارگی اور جنسی بے راہ روی عام کرنے کے لیے ابلیسی منصوبوں کی تکمیل کے لیے پرنٹ، الیکٹرانک اور سوشل میڈیا پر کیا کچھ چل رہا ہے، وہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ نصاب تعلیم' جو پہلے سے ہی اطفالِ اسلام کے ذہنوں کو تشکیک وابہام سے بھر کر اُنہیں ساری عمر کے لیے ''نیم مسلمانی'' سے بھی فروتر درجے پر رکھنے کا ذمہ دار ہے' اُس میں سے رہی سہی ''اسلامی تعلیمات'' اور خاص طور پر جہادی اسباق اوراسوہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو نکال دیا گیا... انصاف کے میدان میں عدالتوں کا کیا کردار ہے، اس پر پاکستان کے موجودہ ''منصفِ اعلیٰ'' کا کردار پیش کرنا ہی کافی ہے!

حالیہ دنوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح گستاخی کرنے والی آسیہ ملعونہ کی سپریم کورٹ سے رہائی' اُن تمام حالات کا پتہ دے رہی ہے جو مستقبل میں اسلامیانِ پاکستان کو پیش آنے والے ہیں۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت وناموس کا معاملہ ہے، جس کے متعلق ایک بے عمل سے بے عمل مسلمان بھی انتہا درجے کا حساس واقع ہوا ہے۔ اسی لیے اس فیصلہ کے بعد پورے پاکستان میں ہیجان اور بے چینی کی کیفیات پیدا ہوئیں۔ لیکن حکومت کے لیے نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کی حفاظت اہم ہے نہ ہی مسلمانوں کا اس مسئلہ پر غیض وغضب کا شکار ہو جانا معنی رکھتا ہے۔ اُس کے لیے صرف اور صرف مالی مفادات کی اہمیت ہے۔ اِنہی مالی مفادات میں سے چند ایک کا ذکر برطانوی وزیر داخلہ برطانوی وزیر داخلہ ٹام ٹوگینڈ تھ نے برطانوی پالیمانی کمیٹی میں سوالات کا جواب دیتے ہوئے کیا کہ ''ہم نے آسیہ کی رہائی پر ۹.۳۲ ملین پونڈ کی فنڈنگ کی''۔

ایسے وسیع اور بے پناہ فساد اور بگاڑ کا ماحول' کہ جس میں جب کفار اوراُن کے غلام معاشرے میں موجود دین اوراسلام کی ایک ایک نشانی کے درپے ہیں' دین سے وابستہ گروہوں اور شخصیات سے خاص تقاضے کر رہا ہے! علمائے کرام، داعیان دین اور دینی سیاسی جماعتوں کو اب یہ سمجھ جانا چاہیے کہ یہ خالص دعوت اور عملِ پیہم کے موضوعات ہیں! ان پر اہلِ اسلام کی دنیاوی اور اخروی نجات وعذاب کا مدار ہے! اگر یہی ڈگر قائم رہی تو یہاں کے مسلمانوں کی دنیا و عقبیٰ کی بربادی کے علاوہ کوئی صورت باقی نہ بچے گی، الا ما رحم ربی۔ ان حالات میں جماعۃ قاعدۃ الجہاد برصغیر کے ترجمان استاد اسامہ محمود کا دینی جماعتوں کے وابستگان اور قائدین کے نام تفصیلی پیغام ''کونوا انصار اللہ'' کے نام سے جاری کیا گیا ہے۔ ان شاء اللہ مجلہ نوائے افغان جہاد میں یہ بیان سلسلہ وار شائع کیا جائے گا۔ اہلیانِ دین کے لیے ازحد ضروری ہے کہ دردِ دل سے معمور اس ناصحانہ وموعظانہ بیان کو خود بھی سنیں، پڑھیں، اس پر عمل کرنے کی راہیں تلاشیں اور اسے زیادہ سے زیادہ پھیلائیں۔

اس بیان میں امت کو درپیش مسائل کی جڑ ''نظام جمہوریت'' کا رد اوراس کی ضرر رسانیوں اورزہرناکیوں کو بیان کیا گیا ہے۔ یہ حقیقت بھی اب محتاجِ بیان نہیں کہ یہ جمہوری نظام اس قابل ہی نہیں کہ اس کے ذریعے عامۃ المسلمین کی زندگیوں میں کسی قسم کی آسانی فراہم ہو سکے، ظلم وفساد کے اس نظام میں مسلمانوں کے لیے بنیادی ضروریات زندگی تک رسائی مشکل ہو چکی ہے، دین وشریعت کے احکامات کی نفی کرنے والے اس نظام میں سود، سٹہ، جوا، قماربازی، قحبہ گری، فحاشی و عریانیت اور بدکاری سمیت حرام کی ریاستی سرپرستی ہے لیکن رزق حلال کے حصول، عصمت وعزت کے تحفظ، مسلمانوں کی جان، مال، عزت و آبرو کی حفاظت قطعی ناممکن ہے۔ ۷۱ سال تک دَر دَر کی خاک چھاننے کے بعد اب مسلمانانِ پاکستان کے سامنے عزت وفلاح اور دنیا و آخرت کی آسودگیوں کے حصول کی واحد راہ وہی ہے جس پر افغانستان سے لے کر مالی تک کے مسلمان گامزن ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی نور اللہ مرقدہ

بلاضرورت گھر سے نہ نکلا جائے:

دوسری بات ارشاد فرمائی ولیسعک بیتک "بلاضرورت گھر سے نہ نکلو"۔ تمہارا گھر وسیع ہونا چاہیے کیونکہ آدمی کو گھر میں راحت ہوگی تو بازار اور دیگر جگہوں پر کم جائے گا ورنہ بلاضرورت بازار میں اِدھر اُدھر گھومے گا اور گناہ کا سبب بنے گا۔ حدیث میں ہے کہ:

احب البلاد الی اللہ مساجدھاوابغض البلاد الی اللہ اسواقھا (مشکوٰۃ)

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک شہروں میں محبوب ترین مقامات مساجد ہیں اور ناپسندیدہ مقامات بازار ہیں"۔

مگر ظاہر ہے کہ یہ تو ان لوگوں کے لیے ہے جو بلاضرورت بازار میں جائیں ورنہ جن کے کاروبار ہیں ان کو تو بازار میں رہنا ہی ہے اور اُن کے لیے بازار میں بیٹھنا باعثِ ثواب ہے کیوں کہ یہ کسبِ حلال کا ذریعہ ہے اور کسبِ حلال فرض ہے۔ فرمایا گیا:

طلب کسب الحلال فریضۃ بعد الفریضۃ(مشکوٰۃ)

"حلال کمائی کی طلب یہ فریضہ ہے ایمان کے بعد"۔

اس لیے کہ حلال اور طیب کمائی یہ بنیاد ہے تقویٰ اور پرہیز گاری کی اور کاروبار اور تجارت کرنا یہ اس کا ذریعہ ہے اور ذریعہ بھی فریضہ ہی ہے۔

نگاہ محفوظ نہیں رہتی:

بڑی وجہ یہ ہے کہ بازار میں نگاہ محفوظ نہیں رہتی۔ بدنگاہی ہو جاتی ہے جو کہ بڑا گناہ ہے۔ حدیث پاک میں اس کو آنکھوں کا زنا کہا گیا ہے:

العینان زناھما النظر

"آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے"۔(مشکوٰۃ)

یہ بھی ان گناہوں میں سے ہے جس سے بچنے کا بڑا اہتمام چاہیے کیوں کہ یہ ذریعہ بن جاتا ہے بدکاری وغیرہ کا۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بازار میں جاتا ہوں تو نگاہ پڑ جاتی ہے تو فوراً جھکا لیتا ہوں۔ حکیم الامت مولانا تھانوی رحمہ اللہ نے فرمایا:

"خواجہ صاحب میرا حال یہ ہے کہ جب ریل میں سفر کرتا ہوں اور کہیں کراس ہوتا ہے دوسری طرف گاڑی آتی ہے تو کھڑکی سے جھانکتا نہیں کہ کہیں دوسری طرف سے کوئی عورت نہ جھانک رہی ہو اور میری نظر اس پر پڑ جائے تو مجھے اپنے نفس پر اطمینان نہیں کہ میں نگاہ جلد پھیر لوں گا۔ اس لیے ایسی احتیاط کی جاتی ہے۔ جو لوگ مجھ سے محبت کرتے ہیں، دینی تعلق رکھتے ہیں ان کو اس معاملہ میں کس قدر احتیاط چاہیے خود ہی سوچ لیں"۔

اللہ اکبر کیسا احتیاط ہے ان بزرگوں کا۔

یہ فیصلہ کس قدر غلط ہے؟

تو اسی طرح پرانوں کو بھی احتیاط کرنا چاہیے کہ غلطی تو پرانے اماموں اور مدرسین سے بھی ہو جاتی ہے مگر لوگ ایک مرتبہ کی غلطی سے پوری جماعتِ علما کو برا بھلا کہتے ہیں اور یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ ہم اپنے بچوں کو دینی تعلیم کیسے دیں؟ جب دینی معلمین کا یہ حال ہے۔ مگر میں یہ کہتا ہوں کہ یہ گاڑیوں اور بسوں موٹروں کا ایکسیڈنٹ کس سے ہوتا ہے؟ کون کرتا ہے؟ پرانے ڈرائیور یا نئے ڈرائیور؟ تو ظاہر ہے کہ اگر ہونے والے واقعات و حادثات کا تجزیہ کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ اکثر ایکسیڈنٹ پرانے ڈرائیوروں سے ہوتے ہیں اور نئے سے کم ہوتے ہیں، کبھی کبھی ہوتے ہیں۔ مگر اس لیے کوئی سفر ترک نہیں کرتا۔ اسی طرح بعض مرتبہ بعض معلمین سے غلطی سے نگاہ کی چُوک ہو جائے تو یہ فیصلہ کرنا کس قدر غلط ہے؟ اور یہ فیصلہ دراصل نفس کی شرارت ہے اور شیطان کا فریب ہے کہ اس بہانہ سے دین کی تعلیم سے محروم کرنا چاہتا ہے۔

دونوں باتوں میں ربط:

بہر حال پہلی بات تو ارشاد فرمائی کہ زبان کو قابو میں رکھو اور کم گوئی کی عادت ڈالو۔ یہ اُسی وقت ہو گا جب کہ لوگوں سے اختلاط کم ہو، بقدرِ ضرورت ملنا جلنا ہو، کیوں کہ لوگوں سے میل جول کر کے زبان کو سنبھالنا دشوار ہے اس لیے کم بولنے کی سہل اور آسان صورت یہ ہے کہ بلاضرورت گھر سے باہر نہ نکلے اسی کو لیسعک بیتک میں فرمایا گیا۔

ہیچ آفتاب نہ رسد گوشہ تنہائی:

مشہور محدث ملا علی قاری رحمہ اللہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں

بان تكن فيه ولا تخرج منه الالضرورة والمراد الاشتغال بالله والموانسة بطاعته والخلوة من الاغيار(مرقات ج۹،ص۱۵۰)

''گھر میں رہو اور بلاضرورت گھر سے باہر نہ نکلو۔ مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول رہو، اس کی اطاعت میں اور اغیار سے خلوت میں رہو''۔

ایسی خلوت کہ جس میں انسان حق تعالیٰ کے ساتھ مشغول رہے جس کی بنا پر نگاہ کی بھی حفاظت، کان کی بھی حفاظت اور دل کی بھی حفاظت۔ غرضیکہ بہت سے گناہوں سے حفاظت ہو گئی تو یہ کتنی نافع ہے اور اس میں کتنی عافیت ہے۔ اس لیے کہا گیا ہے:

؎ ہیچ آفت نہ رسد گوشہ تنہائی را

چو گِل بسیار شد پیلاں بلغزند:

شیخ سعدی رحمہ اللہ نے اپنی ایک حکایت بیان فرمائی ہے

بزرگے دیدم اندر کوہسارے

نشستہ از جہاں در کنج غارے

ایک پہاڑ میں مَیں نے ایک بزرگ کو دیکھا جو دنیا سے علیحدہ ہو کر ایک غار کے گوشے میں بیٹھے تھے

چرا گفتم بشہر از نیائی

کہ بارے بندے از دل بر کشائی

میں نے ان سے کہا کہ آپ شہر میں کیوں نہیں آتے کہ کبھی آپ کے دیدار سے ہمارے دل کی کلی کِھل جاتی

تواُن بزرگ نے کہا کہ وہاں خوبصورت عورتیں اور اور قاعدہ ہے کہ

چو گِل بسیار شد پیلاں بلغزند

جب کیچڑ زیادہ ہوتی ہے تو ہاتھی بھی پھسل جاتے ہیں۔

تو ان بزرگ نے بھی میل جول کی مضرت بتلائی کہ اس میں بد نگاہی ہو ہی جاتی ہے۔ جس سے بچنا بعض مرتبہ مشکل ہو جاتا ہے۔

کثرتِ اختلاط کے نقصانات:

حضرت تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

''زیادہ میل جول میں یہ نقصان ہے کہ جتنا وقت اختلاط میں صرف ہوتا ہے اتنی دیر یہ شخص بے کار رہتا ہے۔ دین کا کوئی کام اس سے نہیں ہوتا، رہا یہ کہ مسلمانوں سے ملنے میں بھی ثواب ہے تو اس سے مراد بقدرِ ضرورت ملنا ہے، اپنے پاس آنے والوں کی تواضع دس منٹ میں ہو سکتی ہے، اس کے لیے گھنٹے صرف کرنا وقت کو ضائع کرنا ہے، زیادہ میل جول میں معمولات کی پابندی نہیں ہو سکتی، ایک کام لے کر بیٹھے تھے کوئی ملنے آگیا تو کام رخصت ہوا اب تو باتوں میں گھنٹے لگا دیے جاتے ہیں جس سے سارے کاموں کا پڑا ہو جاتا ہے تو ایسا شخص ہمیشہ پریشان رہتا ہے۔ دوسرے اختلاط میں خاموشی دشوار ہے خواہ مخواہ بولنا ہی پڑتا ہے جس میں اکثر غیبت وشکایت میں بھی مبتلا ہو جاتا ہے، تیسرے کثرت اختلاط سے باہم دوستی ہو جاتی ہے جس میں بعض دفعہ اپنے راز دوسرے پر ظاہر ہو جاتے ہیں۔ پھر یہ دوست اپنے دوسرے دوتوں پر ان رازوں کو ظاہر کر دیتا ہے کیوں کہ اس کو اُن پر ویسا ہی اعتماد تھا جیسا کہ تم کو اس پر، مگر بعض دفعہ ان میں کوئی تمہارا دشمن ہوتا ہے جو راز کو معلوم کر کے تم کو ضرر پہنچا دیتا ہے۔ نیز بعض دفعہ خود آپ کا دوست ہی بدل جاتا ہے اور دوست جب دشمنی پر آمادہ ہوتا ہے تو وہ اور دشمنوں سے زیادہ ایذا دیتا ہے۔ پھر دشمنی سے دنیا کا ضرر تو ہوتا ہی ہے دین کا بھی نقصان ہوتا ہے، کیونکہ اس صورت میں اطمینانِ قلب فوت ہو جاتا ہے اور اطمینان قلب سب کاموں کی جڑ ہے، تو اختلاط میں یہ کتنا بڑا ضرر ہے''(تقلیل الطعام مختصرا، ص۶۳)

عافیت کا راستہ یہی ہے:

اس لیے ان تمام مضرتوں سے حفاظت کا ذریعہ یہی ہے کہ زیادہ وقت اگر باہر کام نہ ہو تو گھر میں گزارے۔ عافیت اسی میں ہے۔ اسی میں نفس کی اور نگاہ کی بھی حفاظت ہے۔

مشہور محدث ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

فانه سبب الخلاص من الفتنة والشر

''یہ کام شر اور فتنہ سے حفاظت کا ذریعہ ہے''۔

بالخصوص آج کے شر ور فتن کے دور میں جب کہ قدم قدم پر دینی اعتبار سے نقصان دہ چیزیں موجود ہیں کہ اس میں گناہوں سے بچنا مشکل ہے تو اس میں زیادہ اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔

ولذاقیل هذا زمان السکوت وملازمة البیوت والقناعة بالقوت حتی یموت(مرقات ج۹،ص۱۵۰)

''اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ زمانہ سکوت کا ہے اور گھروں میں چپکے رہنے کا ہے اور بقدرِ ضرورت معاش پر قناعت کا ہے، یہاں تک کہ موت آجائے''۔

بہر حال نجات کے لیے دوسری چیز یہ ہے کہ بلاضرورت گھر سے باہر نہ نکلے۔

اپنی خطاؤں پر رونا:

تیسری بات ارشاد فرمائی:

وابک علی خطمیئتک

''اور اپنی خطاؤں پر روتے رہو''۔

یعنی اپنی غلطی اور خطاؤں پر روؤ، گناہ پر باقی نہ رہو، اصرار کر کے جمنا بہت بُری بات ہے، اسی لیے خدا کی نافرمانی ہو تو خدا کے سامنے رونا، معافی چاہنا اور بندوں کی خطا ہو تو اس سے معافی چاہنا چاہیے، کیونکہ ارشاد ہے:

کل بنی أدم خطاؤن وخیر الخطائین التوابون(مشکوٰة)

''تمام انسان خطاکار ہیں اور بہترین خطاکار وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں، خدا سے معافی کی دعا کرنے والے ہیں''۔

ہر شخص کو توبہ کرنا چاہیے:

گناہوں سے پاک ہونا یہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خاص ہے اُن کے علاوہ جو لوگ ہیں وہ معصوم نہیں ہیں۔ قصور اور گناہ ہو سکتا ہے اس لیے ہر شخص کو توبہ کرنا چاہیے۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا:

وتوبواالی الله جمیعا ایه المومنون لعلکم تفلحون

''اور مسلمانو تم سب اللہ کے سامنے توبہ کرو تاکہ تم فلاح پاؤ''۔

اور ایک دوسرے موقع پر فرمایا گیا:

یاایها الذین أمنواتوبواالی الله توبة النصوحا

''اے ایمان والو! تم اللہ کے آگے سچی توبہ کرو''۔

توبہ کی حقیقت:

اور توبہ کا حاصل یہ ہے کہ جو گناہ ہو گیا ہے اس پر ندامت اور شرمندگی ہو اور فی الحال اس کو چھوڑ دے اور اس سے الگ ہو جائے اور آئندہ اس کے نہ کرنے کا پختہ ارادہ ہو۔ اس کی پروا نہ کریں کہ توبہ ٹوٹ جائے گی۔ جب توبہ ٹوٹ جائے تو فوراً دوبارہ پھر توبہ کر لیں مگر شرط یہ ہے کہ دل سے اس بات کا پختہ عزم ہو کہ اب یہ گناہ نہ کریں گے۔ اس طرح صدقِ دل سے توبہ کر کے سو بار بھی ٹوٹے تو کچھ پرواہ نہیں ہر دفعہ پھر توبہ کرتے رہیں۔ حدیث میں ہے:

مااصرمن استغفروان عادفی الیوم سبعین مرة(مشکوٰة)

''جو شخص استغفار کر لے وہ گناہوں پر اصرار کرنے والوں میں نہیں اگرچہ ایک دن میں ستر مرتبہ گناہ کی طرف وہ عود آئے''۔

خلاصہ کلام:

یہ حدیث میں نے پڑھی تھی اس کا حاصل یہ ہے کہ نجات کے لیے یہ تین باتیں ضروری ہیں جن کے اہتمام کرنے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے:

۱۔ زبان کو قابو میں رکھا جائے ۲۔ بلاضرور گھر سے باہر نہ نکلا جائے ۳۔ اپنی خطاؤں پر رویا جائے۔

اللہ تعالیٰ ہم کو ان باتوں کی فکر و عمل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

وأخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین

☆☆☆☆☆

دُعا کی اہمیت

شہید اسلام حضرت مولانا یوسف لدھیانوی رحمۃ اللہ علیہ

دُعا کے معنی اللہ تعالیٰ سے مانگنے اور اس کی بارگاہ میں اپنی احتیاج کا دامن پھیلانے کے ہیں۔ دُعا کی اہمیت اسی سے واضح ہے کہ ہم سراپا احتیاج ہیں اور ہر لحہ دُنیا و آخرت کی ہر بھلائی کے محتاج ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"دُعا مومن کا ہتھیار ہے، دین کا ستون ہے اور آسمان وزمین کا نور ہے"۔ (مسندِ ابویعلیٰ، مستدرک حاکم)

ایک اور حدیث میں ہے:

"دُعا عبادت کا مغز ہے۔" (ترمذی)

ایک اور حدیث میں ہے:

"دُعا عین عبادت ہے۔" (مسندِ احمد، نسائی، ابوداؤد، ترمذی)

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

"دُعا رحمت کی کنجی ہے، وضو نماز کی کنجی ہے، نماز جنت کی کنجی ہے۔" (دیلمی)

ان ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو دُعا کتنی محبوب ہے، اور کیوں نہ ہو؟ وہ غنیٔ مطلق ہے اور بندوں کا عجز و فقر ہی اس کی بارگاہِ عالی میں سب سے بڑی سوغات ہے۔ ساری عبادتیں اسی فقر و احتیاج اور بندگی و بے چارگی کے اظہار کی مختلف شکلیں ہیں۔ دُعا میں آدمی بارگاہِ الٰہی میں اپنی بے بسی و بے کسی اور عجز و قصور کا اعتراف کرتا ہے، اسی لئے دُعا کو عین عبادت بلکہ عبادت کا مغز فرمایا گیا، عبادت سے جس شخص کے دِل میں بندگی کی یہ کیفیت پیدا نہیں ہوتی وہ عبادت کی حلاوت و شیرینی اور لذّت آفرینی سے محروم ہے۔

سب سے افضل دُعا:

حدیث میں ارشاد ہے کہ:

" تم اپنے ربّ سے دُنیا و آخرت کی عفو و عافیت مانگو، کیونکہ دونوں چیزیں دُنیا میں بھی مل گئیں اور آخرت میں بھی تو تم کامیاب ہوگئے"۔ (ترمذی)

ایک اور حدیث میں ہے:

"جس کے لئے دُعا کا دروازہ کھل گیا اس کے لئے رحمت کے دروازے کھل گئے، اور اللہ تعالیٰ سے جتنی چیزیں مانگی جاتی ہیں، اس میں اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ یہ پسند ہے کہ آدمی عافیت مانگے"۔ (ترمذی)

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سب سے افضل دُعا یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَةَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ۔

اسی طرح سورۂ بقرہ کی آیت: ۲۰۱ میں جو دُعا مذکور ہے وہ بھی بہت جامع ترین دُعا ہے:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر یہی دُعا فرمایا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری و مسلم)

کن اوقات کی دُعائیں موثر ہوتی ہیں؟

رحمتِ خداوندی کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا ہے، اور ہر شخص جب چاہے اس کریم آقا کی بارگاہ میں بغیر کسی روک ٹوک کے اِلتجا کر سکتا ہے، اس لئے دُعا تو ہر وقت ہی موثر ہوتی ہے، بس شرط یہ ہے کہ کوئی مانگنے والا ہو اور ڈھنگ سے مانگے۔ دُعا کی قبولیت میں سب سے زیادہ موثر چیز آدمی کی عاجزی اور لجاجت کی کیفیت ہے، کم از کم ایسی لجاجت سے تو مانگو جیسے ایک بھیک منگا سوال کیا کرتا ہے۔ حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ غافل دِل کی دُعا قبول نہیں فرماتے۔"

اور قرآن مجید میں ہے:

"کون ہے جو قبول کرتا ہے بے قرار کی دُعا، جبکہ اس کو پکارے"۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دُعا کی قبولیت کے لئے اصل چیز پکارنے والے کی بے قراری کی کیفیت ہے۔ قبولیتِ دُعا کے لئے ایک اہم شرط لقمہ حلال ہے حدیث میں ارشاد ہے کہ:

"ایک شخص گرد و غبار سے اَٹا ہوا، پراگندہ بال، دُور دراز سے سفر کر کے (حج کے لئے) آتا ہے، اور وہ بڑی لجاجت سے "یارَبّ! یارَبّ!"۔ پکارتا ہے، لیکن اس کا کھانا حرام کا، پینا حرام کا، لباس حرام کا، اس کی دُعا کیسے قبول ہو؟" (صحیح مسلم)

قبولیتِ دُعا کے لئے ایک ضروری شرط یہ ہے کہ آدمی جلد بازی سے کام نہ لے، بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ آدمی اپنی کسی حاجت کے لئے دُعائیں مانگتا ہے، مگر جب بظاہر وہ مراد بر نہیں آتی تو مایوس ہو کر نہ صرف دُعا کو چھوڑ دیتا ہے بلکہ... نعوذ باللہ... خدا تعالیٰ سے بد ظن ہو جاتا ہے، حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ:

"بندے کی دُعا قبول ہوتی ہے جب تک کہ جلدبازی سے کام نہ لے۔ عرض کیا گیا: جلدبازی سے کیا مطلب؟ فرمایا: یوں کہنے لگے کہ میں نے بہت دُعائیں کیں مگر قبول ہی نہیں ہوتیں"۔

یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ آدمی کی ہر دُعا اللہ تعالیٰ قبول فرماتے ہیں، مگر قبولیت کی شکلیں مختلف ہوتی ہیں، کبھی بعینہٖ وہی چیز عطا کر دی جاتی ہے جو اس نے مانگی تھی، کبھی اس سے بہتر چیز عطا کر دیتے ہیں، کبھی اس کی برکت سے کسی مصیبت کو ٹال دیتے ہیں، اور کبھی بندے کے لئے اس کی دُعا کو آخرت کا ذخیرہ بنا دیتے ہیں، اس لئے اگر کسی وقت آدمی کی منہ مانگی مراد پوری نہ ہو تو دِل توڑ کر نہ بیٹھ جائے، بلکہ یہ یقین رکھے کہ اس کی دُعا تو ضرور قبول ہوئی ہے، مگر جو چیز وہ مانگ رہا ہے، وہ شاید علمِ الٰہی میں اس کے لئے موزوں نہیں، یا اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر چیز عطا کرنے کا فیصلہ فرمایا ہے، حدیث میں آتا ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ مؤمن کو قیامت کے دن بلائیں گے، اور اسے اپنی بارگاہ میں باریابی کا اِذن دیں گے، پھر ارشاد ہوگا کہ: میں نے تجھے مانگنے کا حکم دیا تھا اور قبول کرنے کا وعدہ کیا تھا، کیا تم مجھ سے دُعا کیا کرتے تھے؟ بندہ عرض کرے گا: یااللہ! میں دُعا تو کیا کرتا تھا۔ ارشاد ہوگا کہ: تم نے جتنی دُعائیں کی تھیں میں نے سب قبول کیں۔ دیکھو! تم نے فلاں وقت فلاں مصیبت میں دُعا کی تھی، اور میں نے وہ مصیبت تم سے ٹال دی تھی، بندہ اقرار کرے گا کہ واقعی یہی ہوا تھا۔ ارشاد ہوگا: وہ تو میں نے تم کو دُنیا ہی میں دے دی تھی، اور دیکھو! تم نے فلاں وقت، فلاں مصیبت میں مجھے پکارا تھا، لیکن بظاہر وہ مصیبت نہیں ٹلی تھی، بندہ عرض کرے گا کہ: جی ہاں! اے رَبّ! یہی ہوا تھا، ارشاد ہوگا: وہ میں نے تیرے لئے جنت میں ذخیرہ بنا رکھی ہے"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعے کو نقل کرکے فرمایا ہے:

"مؤمن بندہ اللہ تعالیٰ سے جتنی دُعائیں کرتا ہے، اللہ تعالیٰ ایک ایک کی وضاحت فرمائیں گے کہ یا تو اس کا بدلہ دُنیا ہی میں جلدی عطا کر دیا گیا، یا اسے آخرت میں ذخیرہ بنا دیا گیا، دُعاؤں کے بدلے میں جو کچھ مؤمن کو آخرت میں دیا جائے گا، اسے دیکھ کر وہ تمنا کرے گا کہ کاش! دُنیا میں اس کی کوئی بھی دُعا قبول نہ ہوئی ہوتی"۔ (مستدرک)

ایک اور حدیث میں ہے کہ:

"اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے، جب بندہ اس کے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے تو اسے حیا آتی ہے کہ اسے خالی ہاتھ لوٹا دے"۔ (ترمذی، ابنِ ماجہ)

الغرض! دُعا کرتے وقت قبولیت کا کامل یقین اور وثوق ہونا چاہئے، اور اگر کسی وقت بظاہر دُعا قبول نہ ہو، تب بھی مایوس نہیں ہونا چاہئے، بلکہ یہ سمجھنا چاہئے کہ حق تعالیٰ شانہ میری اس دُعا کے بدلے مجھے بہتر چیز عطا فرمائیں گے، مؤمن کی شان تو یہ ہونی چاہئے کہ:

یابم اورا یا نہ یابم جستجوئے می کنم
حاصل آید یا نیاید آروزئے می کنم

حضراتِ عارفین رحمہم اللہ نے اس بات کو خوب سمجھا ہے، وہ قبولیت کی بہ نسبت عدمِ قبولیت کے مقام کو بلندتر سمجھتے ہیں، اور وہ تفویض و تسلیم کا مقام ہے۔

حضرت پیرانِ پیر شاہ جیلاں غوثِ اعظم قطب جیلانی قدس اللہ روحہ فرماتے ہیں کہ:

"جب آدمی پر کوئی افتاد پڑتی ہے تو وہ اسے اپنی ذات پر سہارنے کی کوشش کرتا ہے، اور کسی دُوسرے کو اس کی اطلاع دینا پسند نہیں کرتا، اور جب وہ قابو سے باہر ہو جاتی ہے، تو عزیز و اقارب اور دوست احباب سے مدد کا خواستگار ہوتا ہے، اور اسبابِ ظاہری کی طرف دوڑتا ہے، جب اس سے بھی کام نہیں نکلتا تو بارگاہِ خداوندی میں دُعا و اِلتجا کی طرف متوجہ ہوتا ہے، خود بھی گڑگڑا کر دُعائیں کرتا ہے اور دُوسروں سے بھی کراتا ہے، اور جب اس پر بھی وہ مصیبت نہیں ٹلتی تو بارگاہِ جلال میں سرِ تسلیم خم کر دیتا ہے، اپنی بندگی و بے چارگی اور عبدیت پر نظر کرتے ہوئے رضائے مولیٰ پر راضی ہو جاتا ہے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ یہ تفویض و تسلیم کا مقام ہے، جو اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو عطا کرتا ہے"۔ (تاریخ دعوت و عزیمت، از مولانا ابوالحسن علی ندوی)

بعض اکابر نے قبولیتِ دُعا کے سلسلے میں عجیب بات لکھی ہے، عارفِ رُومی قدس اللہ روحہ فرماتے ہیں کہ:

"تمہاری دُعا کیوں قبول نہیں ہوتی؟ اس لئے کہ تم پاک زبان سے دُعا نہیں کرتے۔ پھر خود ہی سوال کرتے ہیں: جانتے ہو پاک زبان سے دُعا کرنے کا مطلب کیا ہے؟ پاک زبان سے دُعا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تم دُوسروں

کی زبان سے دُعا کراؤ، وہ اگرچہ گناہگار ہوں، مگر تمہارے حق میں ان کی زبان پاک ہے"۔

یہ ناکارہ عرض کرتا ہے کہ: پاک زبان سے دُعا کرنے کی ایک اور صورت بھی ہے، وہ یہ کہ کسی دُوسرے مؤمن کے لئے دُعا کی جائے، آپ کو جو چیز اپنے لئے مطلوب ہے، اس کی دُعا کسی دُوسرے مؤمن کے لئے کیجئے تو ان شاء اللہ آپ کو پہلے ملے گی۔ حدیث میں ارشاد ہے کہ:

"جب مؤمن دُوسرے مؤمن کے لئے پس پشت دُعا کرتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں: اَللّٰھُمَّ اٰمِیْنَ، وَلَکَ اے اللہ! اس کی دُعا کو قبول فرما، اور پھر دُعا کرنے والے کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ تجھے بھی یہ چیز عطا فرمائے۔"

گویا فرشتوں کی پاک زبان سے دُعا کرانے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ کسی مؤمن کے لئے دُعا کریں، چونکہ اس پر فرشتے آمین کہتے ہیں اور پھر دُعا کرنے والے کے حق میں بھی دُعا کے قبول ہونے کی درخواست کرتے ہیں، شاید اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک مؤمن کی دُوسرے مؤمن کے حق میں غائبانہ دُعا قبول ہوتی ہے۔

بہرحال دُعا تو ہر شخص کی قبول ہوتی ہے، اور ہر وقت قبول ہوتی ہے (خواہ قبولیت کی نوعیت کچھ ہی ہو)، تاہم بعض اوقات ایسے ہیں جن میں دُعا کی قبولیت کی زیادہ اُمید کی جاسکتی ہے، ان میں سے چند اوقات ذکر کرتا ہوں:

۱۔ سجدے کی حالت میں، حدیث میں ہے کہ:

"آدمی کو حق تعالیٰ شانہ کا سب سے زیادہ قرب سجدے کی حالت میں ہوتا ہے، اس لئے خوب کثرت اور دِل جمعی سے دُعا کیا کرو۔" (صحیح مسلم)

مگر حنفیہ کے نزدیک فرض نمازوں کے سجدے میں وہی تسبیحات پڑھنی چاہئیں جو حدیث میں آتی ہیں، یعنی "سبحان ربی الاعلیٰ" کریم آقا کی تعریف و ثنا بھی دُعا اور درخواست ہی کی مد میں شمار ہوتی ہے، اور نفل نمازوں کے سجدے میں جتنی دیر چاہے دُعائیں کرتا رہے۔

۲۔ فرض نماز کے بعد، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ:

کس وقت کی دُعا زیادہ سنی جاتی ہے؟ فرمایا:

"رات کے آخری حصے کی اور فرض نمازوں کے بعد کی"۔ (ترمذی)

۳۔ سحر کے وقت، حدیث میں ہے کہ

"جب دو تہائی رات گزر جاتی ہے تو زمین والوں کی طرف حق تعالیٰ کی نظر عنایت متوجہ ہوتی ہے اور اعلان ہوتا ہے کہ "کیا ہے کوئی مانگنے والا کہ میں اس کو عطا کروں؟ ہے کوئی دُعا کرنے والا کہ اس کی دُعا قبول کریں؟ ہے کوئی بخشش کا طلب گار کہ میں اس کی بخشش کروں؟" یہ سلسلہ صبحِ صادق تک جاری رہتا ہے"۔ (صحیح مسلم)

۴۔ موذّن کی اذان کے وقت۔

۵۔ بارانِ رحمت کے نزول کے وقت۔

۶۔ اذان اور اقامت کے درمیان۔

۷۔ سفر کی حالت میں۔

۸۔ بیماری کی حالت میں۔

۹۔ زوال کے وقت۔

۱۰۔ دن رات میں ایک غیر معین گھڑی۔

یہ اوقات احادیث میں مروی ہیں۔

حدیث میں ارشاد ہے کہ:

"اپنی ذات، اپنی اولاد، اپنے متعلقین اور اپنے مال کے حق میں بددُعا نہ کیا کرو، دن رات میں ایک گھڑی ایسی آتی ہے کہ جس میں جو دُعا کی جائے، قبول ہو جاتی ہے، ایسا نہ ہو کہ تمہاری بددُعا بھی اسی گھڑی میں ہو اور وہ قبول ہو جائے (تو پھر پچھتاتے پھروگے)"۔ (صحیح مسلم)

دُعا کا صحیح طریقہ:

دُعا مانگنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دُرود شریف پڑھے، پھر اپنے لئے اور تمام مسلمان بھائیوں کے لئے مغفرت کی دُعا کرے، پھر جو کچھ اللہ تعالیٰ سے مانگنا چاہتا ہے، مانگے۔ سب سے بڑا وسیلہ تو اللہ تعالیٰ کی رحیمی و کریمی کا واسطہ دینا ہے، اور حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور بزرگانِ دین کے طفیل اللہ تعالیٰ سے مانگنا بھی جائز ہے، حدیثِ پاک میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فقراء مہاجرین کا حوالہ دے کر اللہ تعالیٰ سے فتح کی دُعا کیا کرتے تھے۔ (مشکوٰۃ شریف ص:۴۴۷، بروایت شرح السنۃ)

☆☆☆☆☆

شہید عالم ربّانی استاد احمد فاروق رحمہ اللہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین محمد وعلی آلہ وصحبہ وذریتہ اجمعی،اما بعد:

نسائی شریف اور بخاری میں بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مروی ہے۔الفاظ بعض کتب میں تھوڑے فرق ہیں۔

ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ ، وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ ؛أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ، أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا،وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ،وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ

"جس شخص میں تین صفات پائی گئیں اس نے ایمان کا مزا اور ایمان کا ذائقہ پالیا۔یا ایمان کی مٹھاس کو پالیا"۔

اس میں سے پہلی صفت جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پائی وہ یہ ہے کہ

أَنْ يَكُونَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ ، أَحَبَّ إِلَيْهِ مِمَّا سِوَاهُمَا

"اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس کو باقی تمام سے زیادہ ہو۔باقی تمام انسانوں سے،باقی تمام اشیاء سے زیادہ اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہو"۔

دوسری صفت یہ ہو کہ:۔

وَأَنْ يُحِبَّ الْمَرْءَ لَا يُحِبُّهُ إِلَّا لِلَّهِ

"اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کرے اور اللہ تعالیٰ کے لیے نفرت کرے"۔

اور تیسری صفت یہ کہ:۔

وَأَنْ يَكْرَهَ أَنْ يَعُودَ فِي الْكُفْرِ كَمَا يَكْرَهُ أَنْ يُقْذَفَ فِي النَّارِ

"ایک بہت بڑی آگ جلائی جائے اور وہ اس میں گر جائے۔یہ اُس کو اِس سے زیادہ محبوب ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے"۔

یعنی آگ میں ڈالا جانا یا اُس میں خود کُود جانا اُس کو قبول ہو۔لیکن اللہ تعالیٰ سے شرک کرنا اُس کو قبول نہ ہو۔

پیارے بھائیو!

تین صفات ایمان کی مٹھاس پانے کے لیے ہیں کہ وہ مٹھاس انسان کو اپنے دل میں محسوس ہو۔اپنی عبادات میں،اپنی زندگی میں محسوس ہو۔اور اُس کا ایک جامد اور مردہ قلب نہ ہو۔بلکہ اس کو اُس کی زندگی کا احساس ہو اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کا احساس ہوتا ہو۔یہ تین صفات اپنے اندر پیدا کرنی ہوں گی۔اس کے بغیر ایمان،ایمان نہیں۔اس کے بغیر ایمان کا لطف اور مزہ حاصل نہیں ہوتا۔تو اُس میں سے پہلی صفت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت،باقی سب سے بڑھ کر ہو۔یہ جو محبت ہے اس کا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا اور اہل ایمان کی یہ صفت بتائی کہ:۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ

"ایمان والے سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں یا ایمان والے اللہ تعالیٰ سے محبت میں شدید ہوتے ہیں۔شدید محبت اللہ تعالیٰ سے کرتے ہیں"۔

اور یہ اللہ تعالیٰ سے محبت کی کیفیت ہونا اور جس اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں آتا ہے:۔

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ

"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک ایمان والا نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اُسے اُس کے والد سے،اس کے بچے سے،اور تمام انسانوں سے محبوب نہ ہو جاؤں"۔

تو اس سطح کی محبت کہ جس کے سامنے ساری محبتیں چھوٹی رہ جائیں۔اور جس کے ساتھ اگر کوئی اور بھی محبت ٹکرائے تو اِن دو کو ترجیح دی جائے۔یہ والی محبت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مطلوب ہے۔

تو یہ دیکھنے کی بات ہے اور اپنے آپ کو مستقل پرکھنے کی بات ہے کہ یہ کس قسم کی محبت ہے کہ جس کی خاطر انسان بے چین نہیں ہوتا ہے۔محبت تو چیز ہی ایسی ہے کہ دل میں

آ جائے تو انسان کے انگ انگ سے وہ پھوٹتی ہے،وہ نظر آتی ہے۔اس کے لیے کوئی ثبوت لاکر نہیں دینے پڑتے۔بلکہ خود بخود نظر آرہاہوتا ہے کہ اِس کو اُس سے محبت ہے۔انسان کو جاندارو سے نہیں،جمادات میں سے کسی چیز سے محبت ہو جائے۔کسی گاڑ سے محبت ہو جائے،کسی موبائل فون سے محبت ہو جائے،کسی جوتوں کا جوڑا اُسے پسند آجائے وہ اس چھوٹی سی چیز پے،جس پر گرد آجائے اس کے اوپر شاق گزرتی ہے۔اس لیے کہ دل اس کا وہاں پھنسا ہوا ہے۔۔وہ گم ہو جائے،نگاہوں سے اوجھل ہو جائے تو اس کے لیے بھاری ہو جاتی ہے وہ چیز۔گاڑی کو اس کی خراش پڑ جائے تو اس سے برداشت نہیں ہوتا۔حالانکہ وہ ایک بے جان چیز ہے فانی چیز ہے۔

اس طرح کسی انسان سے محبت ہو جائے تو وہ محبت بھی ایسی ہوتی ہے کہ انسان جب تک اس سے مل نہ لے،جب تک نگاہوں کے سامنے نہ رہے، جب تک اس کا تذکرہ نہ ہو تب تک اس کو چین نہیں آتا۔اُسے اپنے والدین سے محبت ہو جائے تو ان سے دوری برداشت کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔جس کو اپنے بچوں سے محبت ہو جائے وہ ان کی خاطر پوری زندگی فنا کر دیتا ہے۔اپنے آپ کو گھلاتا ہے۔اپنی ہڈیوں کو کھپا دیتا ہے کہ اپنے بچوں کو بڑا کرنے اس کی پرورش کرنے اس کو توجہ دینے اس کی ضروریات پوری کرنے کے لیے۔

تو یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسی محبت ہے کہ جو محبت کہیں بھی ظاہر نہیں ہوتی ہے۔جو محبت کسی عمل سے نظر نہیں آرہی ہے۔نہ وہ آنکھوں سے کبھی چھلکتی ہے آنسوؤں کی صورت میں اور نہ اللہ سبحانہ تعالیٰ سے تعلق دل میں محسوس کرنے اور اس کی حلاوت دل میں محسوس کرنے سے کبھی افسوس،پریشانی دل کے اوپر طاری ہوتی ہے۔نہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور خود اللہ تعالیٰ کے احکامات ٹوٹنے کے اوپر،چاہے وہ ہمارے ہاتھوں ٹوٹے چاہے وہ کسی اور کے ہاتھوں ٹوٹ رہے ہوں۔اُس کے اوپر کبھی کوئی پریشانی اور غم انسان کے لیے طاری نہیں ہوتا۔

اور یہ کیسی محبت ہے کہ اس کے احکامات کو پورا کرنے اور اپنے آپ کو گھلانے پر تیار نہیں کرتی۔جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کو زندہ کرنے کے لیے زندگیاں وقف کرنے پر تیار نہیں کرتی۔جو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں اپنے آپ کو تھکانے پر تیار نہیں کرتی۔محبت کا دعویٰ بھی اور قرآن کی تلاوت بھی شاق گزرتی ہو۔محبت اور کردار کا دعویٰ بھی ہو اور نماز بھاری گزرتی ہو۔نماز لمبی کرنا مشکل ہوتا ہو۔اذکار کا اہتمام مشکل ہوتا ہو۔اور نگاہوں کو اللہ تعالیٰ کے خوف سے جھکانا مشکل ہوتا ہو۔

تو یہ محبت جو ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے اندر کھوٹ موجود ہے۔پیارے بھائیو!محبت ایسی نہیں ہوتی ہے۔محبت نظر آنی چاہیے۔وہ انسان کے عمل میں نظر آنی چاہیے۔انسان کی ان حالتوں میں نظر آنی چاہیے۔وہ محبت انسان کے دل اور دماغ پہ غالب ہونی چاہیے۔یہ وہ پہلی صفت ہے جو ہمارے اندر پائی جائے گی تو ایمان کی مٹھاس محسوس ہونا شروع ہو گی۔

اللہ تعالیٰ سے مانگنی چاہیے اپنے لیے بھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت اور ایسی محبت کہ اس کی خاطر پھر انسان جو ہے باقی ساری دنیا قربان کر سکتا ہو۔باقی سب چیزوں سے منہ پھیر سکتا ہو۔پورا معاشرہ ایک سمت میں جارہا ہو،گناہوں اور برائیوں کی طرف جا رہا ہو۔تو صرف یہ محبت اس کو تنہا اس کی مخالف سمت میں چلا سکتی ہو۔اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پہ اس کے دل کو جما سکتی ہو۔محبت کے بغیر یہ رستہ نہیں پا سکتا ہے۔اتنے طوفانوں میں،اتنے فتنوں میں جب تک دل کے اندر یہ والی کیفیات نہیں ہوں گی تو انسان کے لیے ناممکن ہے کہ صرف عقل کے سہارے یہ رستہ طے کرے۔اس کے لیے اپنا قلب کا زندہ ہونا اور اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا ضروری ہے۔یہی پہلی شرط ہے۔اس طرح کی دو اور صفات بھی ہیں۔اس پہ اللہ تعالیٰ نے موقع دیا تو ان شاء اللہ تعالیٰ اگلی نشستوں میں بات کریں گے۔

☆☆☆☆☆

”علما اور داعی حضرات پر یہ بھاری ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے چمٹے اس معاشرے کو،اتباعِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی منزل تک لے کر جائیں۔اور حرمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر جان چھڑکنے والے عوام میں وہ گہرا فہمِ دین بھی پیدا کر دیں کہ وہ شریعتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کے لیے بھی جانیں کھپا سکیں“۔

شہید عالم ربانی استاد احمد فاروق رحمہ اللہ

ابو بکر الصدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)...سیاسی و عسکری قائد کی حیثیت سے

لقد قمنا بعد رسول الله صلى الله عليه وسلم مقاماكنانهلک فيه لولاان الله من عليناباى بكر[فقيه الامة عبدالله ابن مسعودرضى الله عنه]

قاری ابو عمارہ

دوسرا محاذ بھی بہت اہم اور خطرناک تھا۔ یہ محاذ شام کا تھا جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور سے ہی آویزش چلی آ رہی تھی اور غزوہ موتہ، غزوہ تبوک اور جیش اسامہ رضی اللہ عنہ اسی محاذ پر پیش آئے تھے۔ فتنہ ارتداد میں بھی سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جیش اسامہ رضی اللہ عنہ کو شام بھیجا تھا اس سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ شام کے محاذ کی سیاسی اہمیت کس قدر زیادہ تھی۔ اس لشکر کی کامیابی نے قیصر کو بوکھلا دیا تھا اور اس نے شام کی سرحد پر اپنی افواج کو متعین کرنا شروع کر دیا تھا۔ جب تک مسلمان اندرونی بغاوتوں میں الجھے رہے قیصر اور اس کے مشیروں کا یہی خیال رہا کہ مسلمان ان اندرونی جھگڑوں میں ہی اپنی قوت کو ضائع کر دیں گے اور کسی نئی کارروائی کی بجائے انہی عرب قبائل کی حوصلہ افزائی بہتر ہے جو مسلمانوں کو پریشان کر رہے ہیں۔ مگر ایک قلیل عرصے میں مسلمانوں نے اندرونی مشکلات پر جس حیرت انگیز سرعت سے قابو پایا وہ روم کے لیے فکر انگیز ہو گیا۔ ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ قیصر کو خیال ہوا ہو کہ اس کے حملے کے نتیجے میں عرب اپنے اختلافات کو بھلا کر ایک نہ ہو جائیں جبکہ ان کی خود اعتمادی کا عالم یہ تھا کہ وہ قیصر و کسریٰ کا اسلام کی اطاعت کے لیے خطوط بھی بھیج چکے تھے۔ اس لیے وہ فتنہ کے زمانے میں عرب پر حملہ کرنے سے باز رہا ہو۔ بہر حال جو بھی ہو نہ ہی قیصر نے اور نہ ہی کسریٰ نے اس نازک زمانے میں مسلمانوں پر حملہ کرنے کی کوشش کی البتہ وہ اس فتنہ کو بھڑکاتے رہے جو مسلمانوں کے لیے مشکلات پیدا کر رہا تھا۔ مگر مسلمان اس فتنہ پر قابو پانے میں کامیاب ہو گئے۔ اس سے ان دونوں سلطنتوں کو تشویش ہوئی مگر اب مسلمان اتنی قوت میں تھے کہ ایک جانب انہوں نے ایران سے جنگ چھیڑ دی اور دوسری جانب روم کو للکارنا شروع کر دیا۔ جب قیصر نے سرحدوں پر نقل و حرکت شروع کی تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خالد بن سعید بن العص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک دستہ شام کی پہاڑیوں پر متعین کر دیا جس کا کام سرحدوں کی دیکھ بھال تھا۔ خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو ہدایت تھی کہ اپنے ارد گرد کے قبائل کو ساتھ ملانے کی کوشش کریں اور خالد رضی اللہ عنہ اس کوشش میں کامیاب بھی رہے۔ ساتھ ہی یہ ہدایت بھی تھی کہ جب تک خود سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ حکم نہ دیں جنگ شروع نہ کی جائے۔ خالد رضی اللہ عنہ ان ہدایات پر عمل کرتے رہے یہاں تک کہ مسلمان اندرونی مشکلات پر قابو پا کر ایران پر حملہ آور ہو گئے۔

قیصر نے شام کے عرب قبائل کو ساتھ ملا کر ایک عظیم الشان فوج تیار کر لی تھی مگر فراض اور دومۃ الجندل کی شکستوں نے ان کو حملے سے باز رکھا۔ اس کے باوجود خطرہ موجود تھا ختم نہیں ہوا تھا۔ صفر ۱۳ھ میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجلس مشاورت منعقد کی اور قیصر کی جنگی تیاریوں کے متعلق صحابہ رضی اللہ عنہم کا آگاہ کیا اور ان سے مشورہ طلب کیا۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا گیا کہ شام کے خلاف جنگی کارروائی کی جائے کیونکہ یہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے تمام عرب قبائل کے نام خطوط لکھے اور ان کو لشکروں سمیت مدینہ طلب کر لیا۔ اس خط کا نتیجہ یہ ہوا کہ قبائل عرب مدینہ کی جانب بھاگ پڑے۔ ان قبائل میں حمیر سب سے پہلے پہنچے قبائل یمن اپنے بیوی بچوں کو بھی ساتھ لے آئے تھے۔ ان سب کو مقام جرف میں ٹھہرایا گیا اور قبائل بھی وہیں ٹھہرائے گئے۔ اس دوران میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قیصر کی جانب ایک سفارت بھیجی اور شام کی حوالگی کا مطالبہ کیا۔ حافظ ذہبیؒ نے "تاریخ کبیر" اور ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم نے "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی زندگی" میں اس سفارت کا ذکر سابیوس اور ہیوبش مین کے حوالے سے کیا ہے۔ سابیوس قیصر کا درباری مورخ تھا۔ وہ لکھتا ہے

> "مسلمانوں نے ایک سفارت شہنشاہ کے پاس بھیجی اور کہا خدا نے یہ علاقہ ہمارے جد امجد ابراہیم علیہ السلام اور ان کی ذریت کو عطا کیا تھا، تو اس پر بہت عرصہ سے قابض ہے تو یہ ملک صلح اور آشتی کے ساتھ ہمیں واپس کر دے۔ قیصر نے انکار کیا اور کہا یہ ملک میرا ہے اور تیرا حصہ تو صحرا ہے وہاں جا کر امن سے رہ"۔

اس اتمام حجت کے بعد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے افواج کو ترتیب دی اور ان کو شام کی جانب روانہ کر دیا۔ ان لشکروں میں وہ صحابہ بھی شامل تھے جو بدر و احد کے معرکوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے تھے جبکہ یمن اور حجاز کے مشہور جنگجو بھی شامل تھے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجاہدین کو چار لشکروں میں تقسیم کیا اور ان پر

یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ، ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ، شرحبیل بن حسنۃ رضی اللہ عنہ اور عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا۔ مختلف مورخین کے بیانات سے اندازہ ہوتا ہے کہ لشکروں کی تعداد چار سے زیادہ تھی۔ چنانچہ ایک لشکر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ہونے کا بھی تذکرہ ملتا ہے جبکہ متعدد چھوٹے لشکر بھی تھے جن کو بڑے لشکر میں ضم کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ امدادی لشکر جو بعد میں روانہ کیے جاتے رہے بھی مورخین نے لکھے ہیں اور بعض جگہ پر اصل اور امدادی لشکروں کو خلط ملط کر دیا ہے۔ مندرجہ بالا بیان ابن کثیرؒ کا ہے اور یہی زیادہ درست معلوم ہوتا ہے کہ چار لشکر ابتدا میں تیار ہوئے جو بارہ ہزار مجاہدین کو تقسیم کر کے بنائے گئے تھے۔ ان کے علاوہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جو قضاعۃ کے علاقے میں اپنے لشکر کے ساتھ مقیم تھے کو بھی شام کی جانب پیش قدمی کا حکم ہوا یہ پانچواں لشکر تھا۔ ان کے علاوہ باقی لشکر امدادی تھے جو بعد میں روانہ کیے گئے۔ بلاذری کے بیان کے مطابق سرحدوں تک پہنچتے پہنچتے ہر لشکر سات سات آٹھ ہزار سپاہیوں کی تعداد کو پہنچ گیا۔ ان لشکروں کے لیے محاذ بھی متعین کیے گئے تھے۔

یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کو حکم ہوا کہ وہ تبوک کے راستے بصریٰ کی جانب بڑھیں۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو ایلہ کے راستے فلسطین کی جانب کوچ کا حکم ملا۔ ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو نہر اردن پار کر کے دمشق پر حملہ کرنا تھا۔ شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ طبریہ کی جانب پیش قدمی کر رہے تھے۔ عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ امدادی لشکر کے سالار تھے اور ان کو ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں ضم کر دیا گیا تھا تا کہ دمشق پر حملہ کرنے والی فوج مزید مضبوط ہو جائے۔ اب صورتحال یہ تھی کہ مسلمان لشکر تیس ہزار کے قریب ہو چکا تھا اور شام کی سرحدوں پر مختلف مقامات پر موجود تھا اور ان امراء کے درمیان میں مراسلت بھی جاری تھی۔ اس دوران میں خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو رومی افواج کے اجتماع کی اطلاع دی تو سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں پیش قدمی کا حکم دیا مگر ساتھ ہی ہدایت بھی کی کہ ملک کے اندر گھسے نہ چلے جانا۔ خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے رومی فوج پر حملہ کیا ان کے ساتھ تین ہزار مجاہدین تھے۔ رومی فوج مقابلہ کرنے کی بجائے پیچھے ہٹ گئی اور دمشق کی جانب چلی گئی۔ خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے بھی اس کا پیچھا کیا اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی نصیحت کو فراموش کر دیا کہ ملک کے اندر نہیں گھسنا۔ رومی فوج کا سپہ سالار باہان تھا اور یہ نہایت تجربہ کار جرنیل تھا۔ اس نے کچھ فوج کو دمشق کے راستے پر سفر کرتے رہنے کا حکم دیا اور بقیہ فوج کے ساتھ خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کے عقب میں حملہ کر دیا اب خالد بن سید رضی اللہ عنہ کے پاس واپس پلٹنے کا راستہ بھی نہیں تھا جبکہ دمشق کی جانب جانے والی رومی فوج بھی پلٹ کر حملہ آور ہو گئی تھی۔ اس جنگ میں خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کا بیٹا دیگر مجاہدین کے ساتھ شہید ہو گیا خود خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے بڑی مشکل سے جان بچائی اور مدینہ کے قریب ایک مقام ذوالمرہ پہنچ کر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس حادثے کی اطلاع دی۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس شکست کا انتہائی صدمہ ہوا انہوں نے خالد بن سعید رض کو لکھا کہ "تم اپنی جگہ نہ چھوڑو" بعد میں ان کو اجازت دی گئی کہ شام کے معرکوں میں شریک ہو جائیں۔

اس فتح نے قدرتی طور پر رومی لشکر کا حوصلہ بڑھا دیا۔ قیصر نے اپنی افواج کو چار حصوں میں تقسیم کیا۔

پہلا حصہ قیصر کے بھائی تھوڈوریس کی قیادت میں تھا جو نوے ہزار فوج پر مشتمل تھا۔ اس کو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر بھیجا گیا۔ دوسرا حصہ پیٹر کی قیادت میں ساٹھ ہزار فوج پر مشتمل تھا جو ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے پر بھیجا گیا۔ تیسرا لشکر بھی ساٹھ ہزار فوج کے ساتھ سرجئیس کی قیادت میں یزید بن ابی سفیان کا سامنا کرنے کے لیے بھیجا گیا۔ چوتھا حصہ دراقس کے ماتحت چالیس ہزار فوج پر مشتمل تھا جس کو شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں بھیجا گیا۔ قیصر کی حکمت عملی یہ تھی کہ مسلمان لشکر کسی ایک مقام پر اکٹھے نہ ہوں اور ان کو الگ الگ شکار کر لیا جائے۔ مسلمانوں کو ان عظیم الشان جنگی تیاریوں کا علم ہوا تو انہوں نے یہ حالات سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو لکھ بھیجے۔ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا

> "تم سب ایک جگہ جمع ہو جاؤ اور اپنی قلت تعداد کا کچھ غم نہ کرو تم اللہ کے دین کے مددگار اور انصار ہو اللہ ضرور تمہاری مدد کرے گا تم یرموک میں جمع ہو جاؤ"۔

مسلمان افواج یرموک کے کنارے واقوصہ کے مقام پر جمع ہو گئیں۔ واقوصہ کے سامنے ایک گھاٹی میں رومی لشکر کا اجتماع پہلے ہی ہو چکا تھا۔ یہ گھاٹی تین جانب سے پہاڑوں میں گھری ہوئی تھی اور باہر نکلنے کا ایک ہی راستہ تھا جہاں مسلمان آ کر قابض ہو گئے۔ رومی فوج ایک عظیم اجتماع کی شکل میں محصور ہو چکی تھی۔ اس فوج کا سالار اعلیٰ تھیوڈور تھا۔ عمرو بن

العاص رضی اللہ عنہ نے اس طرح رومیوں کے محصور ہو جانے پر خوشی کا اظہار کیا۔ مگر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس فوج کے لیے ایک عظیم قائد کا انتخاب کیا جو ساری فوج کی کمان کرے۔ یہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے جو حیرہ میں موجود تھے اور مدائن پر حملہ کرنے کی منصوبہ بندی کر رہے تھے۔ ان کو حکم بھیجا گیا کہ وہ شام میں مسلمان لشکر سے جا ملیں اور ان کی قیادت کریں۔ خالد رضی اللہ عنہ نے حیرہ سے کوچ کیا اور اور تدمر کے راستے صحرائے عرب کو عبور کرتے ہوئے ثنیۃ العقاب پہنچے۔ وہاں سے مرج راہط اور بصریٰ وارد ہوئے۔ بصریٰ میں شرحبیل بن حسنۃ رضی اللہ عنہ اور یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ خالد رضی اللہ عنہ نے محاصرے کی کمان سنبھالی اور پہلے ہی دن اس زور کا حملہ کیا کہ نصرانہ شہر کے اندرونی حصوں میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے اور شہر فتح ہو گیا۔ یہاں کا حاکم رومانوس جو کتبِ قدیمہ کا بڑا عالم تھا' مسلمان ہو گیا اور آئندہ جنگوں میں مسلمانوں کے ہمراہ شریک رہا۔ اسی دوران میں خالد رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ قیصر نے اپنے لشکر کو اجنادین میں جمع ہونے کا حکم دیا ہے چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے تمام لشکر کو اجنادین کی جانب کوچ کرنے کا حکم دیا۔ اجنادین میں رومی افواج کا سپہ سالار دردان تھا۔ جنگ کی ابتدا رومیوں نے کی اور مسلمان فوج کے پہلوؤں پر حملہ کر کے ان کو پسپا کر دیا۔ مسلمان اپنے پڑاؤ تک پسپا ہو گئے جہاں ان کو مسلمان عورتوں نے شرم اور غیرت دلائی تو وہ واپس مڑے اور رومیوں سے مقابلہ شروع کیا۔ اسی دوران میں خالد رضی اللہ عنہ نے رومیوں پر حملہ کر دیا اس حملے کے دوران رومی میمنہ اور میسرہ شکست کھا کر میدان سے بھاگ چکے تھے چنانچہ مسلمان افواج نے ان سے فارغ ہوتے ہی رومیوں کو گھیر لیا۔ یہ گھیرا پورا ہونے سے پہلے ہی رومی بھاگ پڑے، دردان میدان میں مارا گیا اور پوری رومی فوج کا سپہ سالار تھیوڈور دمشق پہنچا تو قیصر نے اس کو بڑی بے عزتی کے ساتھ اس کے منصب سے معزول کر دیا، کچھ عرصہ کے بعد وہ مر گیا۔ اجنادین کی جنگ کے بعد کیا ہوا اس بارے میں مورخین میں اختلاف ہے۔ ازدی کا لکھنا یہ ہے کہ خالد رضی اللہ عنہ نے دمشق کا محاصرہ کر لیا۔ مگر بلاذری کا کہنا یہ ہے کہ اجنادین کی شکست خوردہ افواج نے واقوصہ میں اجتماع کیا اور خالد رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی تو وہ واقوصہ پہنچ گئے اور رومیوں کو شکست دی۔ ابھی مسلمان واقوصہ میں ہی تھے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر ملی۔ اس بیان کو ماننے میں مشکل یہ ہے کہ اکثر مورخین اور محققین یرموک کی جنگ کو ۱۵ھ کا واقعہ مانتے ہیں جبکہ یہ بھی طے ہے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات ۱۳ھ میں ہو گئی تھی اور عہدِ فاروقی شروع ہو گیا تھا۔ اس مشکل کا حل یہ ہے کہ عہدِ صدیقی میں واقوصہ میں رومیوں کا اجتماع ہوا تھا مگر جنگ کی نوبت نہیں آئی بلکہ خالد رضی اللہ عنہ نے مسلمان افواج کو اجنادین طلب کر لیا تھا۔ جبکہ یرموک کا معرکہ عہد فاروقی میں ۱۵ھ میں پیش آیا۔ بہر حال شام کی جنگوں میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد میں اجنادین کا معرکہ اور دمشق کا محاصرہ ہی پیش آیا۔

عراق میں مثنیٰ رضی اللہ عنہ حیرہ میں مقیم تھے جبکہ فوجی چوکیاں قائم تھیں مگر ایرانیوں پر خالد رضی اللہ عنہ کا رعب کچھ اس قدر بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے میدان سے ہٹتے ہی انہوں نے اپنی ریشہ دوانیاں شروع کر دیں اس پشت پناہی کی وجہ سے عراق میں بغاوت ہوئی مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے تمام افواج کو حیرہ میں جمع کیا۔ اپنے دونوں بھائیوں معنیٰ اور مسعود کو فوج کے دونوں بازوؤں پر متعین کیا اور حیرہ سے آگے بڑھ کر بابل میں پڑاؤ ڈال دیا۔ ایرانی سپہ سالار ہرمز ایک جنگی ہاتھی بھی لایا تھا اور اس کو بے دریغ مسلمانوں کی فوج پر حملہ کرا رہا تھا۔ یہ ہاتھی مسلمانوں کو جب زیادہ پریشان کرنے لگا تو مثنیٰ نے اپنے دستوں کو حکم دیا کہ اس ہاتھی کو قتل کر دیں۔ بنی بکر کے جوانوں نے ہاتھی پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا ایرانی فوج کی ساری امیدیں اس ہاتھی سے بندھی تھیں اس کو قتل ہوتے دیکھ کر وہ میدان سے نکل بھاگے۔ شہنشاہ ایران شہریار کو اس شکست کی خبر ملی تو وہ صدمے سے مر گیا۔ اس کے بعد ایران میں طوائف الملوکی کا ایک نیا دور شروع ہوا جو یزدگرد کے تخت نشین ہونے تک جاری رہا۔

مغربی مورخین نے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے عہد کی فتوحات کو خاص اہمیت دی ہے اور اس کی وجوہات بھی لکھی ہیں ان سے اختلاف ہونا ممکن ہے مگر یہ سب ہی خارج از امکان نہیں ہیں بلکہ ان میں بہت حد تک سچائی بھی موجود ہے۔ یہاں ہم کچھ مصنفین کے بیانات درج کر رہے ہیں تا کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی سیاسی حکمت عملی کا کچھ اندازہ لگایا جا سکے۔

۱۔ وان کریمر جرمن مورخ اور فلسفی ہے، وہ لکھتا ہے:

> ''عرب اور عراق و شام کی سرحدوں پر جو قبائل آباد تھے انہوں نے اپنا فائدہ اس میں دیکھا کہ وہ اپنی حلیف اور سرپرست حکومتوں سے قطع تعلق کر کے اپنے ہم قوم عربوں کا مذہب قبول کر لیں اور اس طرح مالِ غنیمت

میں حصہ دار بن جائیں۔ اس طرح مدینہ کا چھوٹا سا لشکر یک بیک ایک آتش فشاں بن گیا اور اس کے راستے میں جو رکاوٹیں تھیں ان سب کو کچل ڈالا"۔

۲۔ ول ڈورانٹ نہ تجزیہ کیا:

"عربوں کی فتوحات کے بہت سارے اسباب تھے۔ اقتصادی وجہ یہ تھی کہ پیغمبر اسلام سے ایک صدی پہلے عرب کا نظام آبپاشی بہت خراب ہو گیا تھا اور اس وجہ سے پیداوار بہت کم ہو گئی تھی۔ اس لیے عربوں میں عراق و شام کی سرسبز زمینوں کو فتح کرنے کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ سیاسی سبب یہ تھا کہ رومی اور ایرانی حکومتیں باہم لڑ کر تباہ ہو چکی تھیں، نظم و نسق اور امن و امان مفقود تھے لیکن اس کے باجود ملک میں بھاری ٹیکس لگے ہوے تھے۔ پھر جو نسلی تعلقات حجاز کے عراق و شام کے عربوں سے تھے ان کا بھی اس میں بڑا دخل تھا۔ مزید یہ کہ بازنطینیوں نے موحدین، نسطوری اور دوسرے فرقوں کے ساتھ تعصب اور تشدد کی پالیسی پر عمل کیا اس کی وجہ سے شام میں آباد ایک بڑی اقلیت ان سے بیزار تھی، یہ بیزاری صرف شریر لوگوں میں نہ تھی بلکہ شامی فوج کے دستے تک اس سے متاثر تھے۔ اس کے مقابلے میں مسلمانوں کا معاملہ یہ تھا کہ ان کے قائدین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار پیروکار تھے اور وہ جتنا لڑتے تھے اس سے زیادہ دعائیں کرتے تھے، ان کا عقیدہ تھا کہ اس مقدس جنگ میں جو مارا جاتا ہے اس پر جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ عرب کے مسلمان اخلاقی طور پر بھی بہت بلند تھے۔ مسیحی اخلاق اور عقیدہ تثلیث نے مشرق قریب میں جنگ کے لیے آمادگی باقی نہیں رہنے دی تھی جو اسلام کی تعلیمات کا خاصہ اور عربوں کا فطری جوہر تھا۔ عرب فوجیں ڈسپلن اور جفا کشی میں ممتاز تھیں۔ ان کے قائد بڑے قابل اور لائق لوگ تھے۔ یہ بھوکے پیٹ جنگ کر سکتے تھے لیکن یہ وحشی نہیں تھے"۔

۳۔ پروفیسر فلنلے کہتا ہے:

"ایک نئے مذہب نے عربوں میں باہمی اتحاد، جذبہ قیادت فتوحات کے لیے ایک زبردست محرک پیدا کر دیا تھا، اس کے علاوہ ان فتوحات کے کچھ اور بھی اسباب ہیں۔ شام کے عرب قبائل اور حجازی عرب قبائل نسلی طور پر ایک تھے، پھر عین اس وقت جب عرب پھیل جانے کے لیے تیار کھڑے تھے مشرقی رومی سلطنت اور ایرانی حکومت مسلسل باہمی جنگوں سے بے حال ہو چکی تھیں۔ مشرقی رومی سلطنت نے اپنے دیرینہ دشمن ایران کو شکست فاش ضرور دی تھی مگر اس کا بہت بڑا خمیازہ اس صورت میں بھگتنا پڑا کہ خود رومی سلطنت میں مذہبی اختلافات اٹھ کھڑے ہوئے۔ اس کے علاوہ عرب بڑے بہادر، جنگ آزمودہ اور جفاکش زندگی کے عادی تھے"۔

ایچ جی ویلز کا کہنا ہے:

"اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اسلام کا سیلاب خود سے بہتر ایرانی، رومی یونانی یا مصری تہذیب کو بہا کر لے گیا تو جس قدر جلد اس غلط خیال کو دماغ سے نکال دو اتنا ہی اچھا ہے۔ اسلام کو جو غلبہ اور اقتدار حاصل ہوا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ ایک بہترین سیاسی اور معاشرتی نظام تھا۔ اسلام جہاں کہیں پہنچا اس کو ایسے لوگ ملے جو سیاسی اعتبار سے اپنی حکومتوں سے نفرت رکھتے تھے۔ یہ لوگ لٹے پٹے تھے، مظلوم و پامال تھے، احمق بنائے ہوے تھے، غیر منظم اور غیر تعلیم یافتہ تھے اور ان کی خود غرض اور فاسد حکومتیں ان سے کوئی رابطہ و تعلق نہیں رکھتی تھیں۔ اسلام وسیع ترین تازہ ترین اور سب سے زیادہ صاف ستھرا اور پاکیزہ سیاسی فکر تھا جو دنیا میں آیا اور جس نے پوری انسانیت کو ایسا بہتر نظام دیا جو آج تک نہیں دیا جا سکا۔ رومی شہنشاہیت کا سرمایہ دارانہ اور غلام ساز نظام، لٹریچر، کلچر اور اس کی سوشل روایات یہ سب اسلام کے عروج کے سامنے شکست کھا کر ختم ہو گئے"۔

پروفیسر فلپ ہٹی نے کہا:

"اسلام کا نعرہ جنگ بھی ایسا ہی تھا جیسا کہ دنیا کی دو عظیم جنگوں کے دوران نعرہ جنگ جمہوریت تھا۔ اس کے علاوہ اسلام نے ان قبائل میں اتحاد پیدا کر دیا تھا جو اس سے پہلے کبھی متحد نہیں ہوے تھے۔ اگرچہ مسلمانوں کا یہ جوش اور ولولہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور اس کے نتیجے میں حصول جنت کی خواہش کے جذبہ پر مبنی تھا تاہم ہلال کو صلیب کی سرسبز سر زمینوں کے عیش و آرام سے لطف اندوز ہونے کی خواہش بھی بہت سے مسلمانوں کے دلوں میں موجزن تھی اور ان کے جذبہ جہاد کی محرک تھی"۔

مسلمانوں کی فتوحات میں اقتصادی وجوہات بھی داخل تھیں اور یہ کوئی ایسی بات نہیں جس پر شرمندہ ہوا جائے کیونکہ سورۃ فتح میں قران حکیم خود مغانم کثیرہ کا وعدہ کر رہا ہے اور ظاہر ہے کہ مغانم جنگ کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتے۔ جنگ ولجہ کے موقع پر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جو تقریر کی اس میں بھی معاشی وجوہات کو اہمیت سے بیان کیا اس تقریر کا ایک ٹکڑا ملاحظہ ہو۔

"اللہ کی قسم! اگر جنگ سے ہمارا مقصد لوگوں کو اللہ کی طرف بلانا اور اس تبلیغ کے راستے میں حائل رکاوٹوں کو ختم کرانہ ہوتا تب بھی صائب رائے یہی ہوتی کہ ہم ان سرسبز و شاداب علاقوں کے لیے جنگ کرتے تاکہ ہم ان کے مالک بن جاتے اور بھوک اور قلت طعام کو ان لوگوں کے لیے چھوڑ دیتے جو سستی اور کاہلی کی وجہ سے تمہارے ساتھ جدوجہد میں شریک نہیں ہیں"۔

اسی طرح ایک مرتبہ جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے ساتھ ان کے قبیلے کے سات سو افراد بھی تھے، انہوں نے شام میں آباد ہونے کی خواہش کا اظہار کیا مگر عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

"تم شام جا کر کیا کرو گے اللہ نے اس کی شان و شوکت کم کر دی ہے۔ تم عراق جاؤ اور اس قوم سے جہاد کرو جو زندگی کی تمام راہوں پر قابض ہو کر بیٹھ گئی ہے ممکن ہے کہ اللہ تم کو عراق کے اسباب معیشت میں حصہ دار بنا دے"۔

مندرجہ بالا حوالوں سے ان معاشی وجوہات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے جو ان فتوحات میں اہم کردار ادا کر رہی تھیں۔

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے متعلق دو روایات ملتی ہیں۔ ایک روایت کے مطابق سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کو یہود نے زہر دیا تھا اور اس زہر کے اثر سے عتاب بن اسید جو مکہ کے امیر تھے اور سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ موجود تھے اسی دن انتقال کر گئے تھے جس دن سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ مگر اس روایت کو ایک افسانے سے زیادہ اہمیت نہیں دی جا سکتی کیونکہ یہود کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہی مدینہ اور اس کے مضافات سے نکال کر خیبر اور فدک منتقل کر دیا گیا تھا۔ جبکہ کسی بھی روایت سے معلوم نہیں ہوتا کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ باغیوں سے جنگ کے علاوہ مدینہ سے باہر نکلے ہوں۔ جبکہ باغیوں سے جنگ آپ کی وفات سے دو سال پہلے ہوئی تھی۔

دوسری روایت میں یہ ہے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ٹھنڈے پانی سے غسل کیا اور اس کے اثر سے آپ رضی اللہ عنہ کو بخار آ گیا (شاید نمونیہ) آپ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ "کیا آپ نے طبیب سے مشورہ کیا ہے؟" تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ "ہاں" لوگوں نے پوچھا "طبیب نے کیا کہا؟" سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا "طبیب نے کہا کہ میں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں"۔ اس سے لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ طبیب سے مراد اللہ تعالیٰ کو لے رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ کی عمر ۶۳ برس ہو چکی تھی اس عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رحلت فرما گئے تھے۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کی آہٹ کو محسوس کرتے ہوئے اپنے بعد سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا خلیفہ مقرر کر دیا۔ اگرچہ اس پر بعض مہاجرین کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سختی کی شکایت تھی مگر کسی نے بھی اس انتخاب کی مخالفت نہیں کی۔

۲۲ جمادی الثانی ۱۳ھ پیر کے دن جس دن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رحلت فرمائی اسی دن اور اسی عمر میں سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا۔ اللہ آپ رضی اللہ عنہ کے درجات کو بلند فرمائے اور امت کو آپ رضی اللہ عنہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی وفات پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو تعزیت کی وہ درج کرنے کے لیے بھی ایک کتاب کی ضرورت ہے۔ یہاں ہم صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تعزیتی خطبے کا آخری حصہ نقل کرتے ہیں تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ اور علی رضی اللہ عنہ میں کس قدر یگانگت اور ہم آہنگی تھی اور دشمنانِ صحابہ نے جو روایات ان دونوں کے درمیان نفرت اور دشمنی کی پھیلائی ہیں وہ کس قدر جھوٹ پر مبنی ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"آپ (سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ) خلیفہ حق تھے اور اس سے کفار کو رنج، حاسدوں کو کراہت، اور باغیوں کو غصہ تھا۔ آپ امر حق پر اُس وقت ڈٹے رہے جب لوگ بزدل ہو گئے، آپ اُس وقت ثابت قدم رہے جب لوگ ڈگمگا گئے، آپ اللہ کا نور لیے بڑھتے گئے جب لوگ رک گئے۔ آخر کار لوگوں نے آپ کی پیری کر کے ہدایت اور راستہ پایا۔ آپ کی آواز سب سے زیادہ پست تھی مگر آپ کا مرتبہ سب سے اونچا تھا اور آپ کا کلام سب

سے زیادہ سنجیدہ تھا، آپ کی گفتگو سب سے زیادہ درست تھی۔ آپ سب سے زیادہ خاموش رہنے والے تھے، آپ کا قول سب سے زیادہ بلیغ تھا۔ شجاعت میں آپ سب سے زیادہ بڑھے ہوئے تھے۔ معاملات کو سب سے زیادہ سمجھتے تھے اور اللہ کی قسم! آپ دین کے اولین سردار تھے۔ جب لوگ دین سے ہٹے تو آپ آخری سردار تھے (مراد یہ ہے کہ آپ نے ان کو دین کی طرف واپس کھینچا) جب وہ دین کی طرف آئے۔ آپ مومنین کے لیے رحیم باپ تھے یہاں تک کہ وہ آپ کی اولاد کی طرح ہو گئے۔ جس بھاری بوجھ کو لوگ نہ اٹھا سکے اس کو آپ نے اٹھایا، جس چیز کو انہوں نے چھوڑ دیا اس کی آپ نے نگرانی کی، اور جو چیز انہوں نے ضائع کر دی اس کی آپ نے حفاظت کی۔ جو چیز لوگ نہیں جانتے تھے وہ آپ نے ان کو سکھائی، جب وہ عاجز اور بے یارومددگار ہو گئے تو آپ مستعد ہوئے اور جب وہ گھبرائے تو آپ نے صبر کیا نتیجہ یہ ہوا کہ ان لوگوں کی آپ نے داد رسی کی اور وہ اپنی ہدایت کے لیے آپ کی جانب آئے اور کامیاب ہوئے اور جس چیز کا ان کو اندازہ بھی نہ تھا وہ انہوں نے پالی۔ آپ کافروں کے لیے عذاب کی بارش اور آگ کا شعلہ تھے مومنین کے لیے رحمت، اُنسیت اور پناہ تھے۔ آپ نے اوصاف و کمالات کی فضا میں پرواز کی، آپ نے ان کا عطیہ پایا اور اس کی اچھائیاں لے لیں۔ آپ کی حجت ناقابل شکست رہی۔ آپ کی بصیرت کمزور نہیں ہوئی، آپ کے دل میں خوف نہیں آیا اور وہ کمزور نہیں ہوا۔ آپ اس پہاڑ کی مانند تھے جس کو آندھیاں ہلا نہیں سکتیں اور جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آپ رفاقت اور مالی خدمت دونوں کے لحاظ سے سب سے زیادہ احسان کرنے والے تھے اور جسمانی اعتبار سے کمزور تھے لیکن اللہ کے معاملہ میں قوی تھے۔ اپنے نفس کے اعتبار سے متواضع لیکن اللہ کے نزدیک بڑے اور لوگوں کی نظروں میں بھاری تھے۔ آپ کی نسبت سے کوئی طنز نہیں کر سکتا تھا، نہ آپ میں کسی کو طمع تھی، ضعیف آدمی آپ کے نزدیک قوی تھا کہ آپ اس کو حق دلاتے تھے اور قوی آپ کے نزدیک ضعیف تھا کہ آپ اس سے حق لیتے تھے، اور دور و نزدیک کے آدمی آپ کے لیے یکساں تھے۔ جو زیادہ متقی اور پرہیز گار تھا وہی آپ کا سب سے زیادہ مقرب تھا۔ آپ کی شان حق سچائی اور نرمی تھی، آپ کا حکم قطعی اور معاملہ بردباری اور دور اندیشی کا تھا، آپ کی رائے علم اور عزم تھا۔

آپ دنیا سے رخصت ہوئے جب کہ راستہ ہموار ہو گیا، اور مشکل آسان ہو گئی، آگ بجھ گئی اور دین معتدل ہو گیا، ایمان قوی ہو گیا، اسلام اور مسلمان ثابت قدم ہو گئے۔ اللہ کا امر غالب آ گیا۔ اگرچہ کافروں کو اس سے تکلیف ہوتی تھی۔ آپ نے سخت پیش قدمی کی اور اپنے بعد آنے والوں کو تھکا دیا۔ آپ خیر کے ساتھ کامیاب ہوئے اور اس سے بلند و بالا ہیں کہ آپ پر آہ و بکا کی جائے۔ آپ کی موت کی مصیبت تو آسمان میں محسوس کی جا رہی ہو گی اور اس مصیبت نے دنیا کو بری طرح ہلا دیا ہے۔ ہم سب اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی جانب لوٹنے والے ہیں۔ ہم اللہ کی قضا پر راضی ہیں اور اپنا معاملہ اسی کے سپرد کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مسلمانوں پر آپ کی وفات جیسا کوئی حادثہ نہیں گزرا۔ آپ دین کی عزت، جائے پناہ اور حفاظت گاہ تھے۔ مومنوں کے لیے ایک گروہ، قلعہ اور دارالامن تھے۔ منافقوں کے واسطے تشدد اور غیض و غضب تھے۔ پس اللہ آپ کو آپ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا دے اور ہم کو آپ کے بعد آپ کے اجر سے محروم نہ رکھے"۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر میں آئے اور آپ کے جسد خاکی کو مخاطب کر کے فرمایا:

"اے خلیفۂ رسول اللہ! آپ نے دنیا سے رخصت ہو کر قوم کو سخت محنت اور مشقت میں ڈال دیا۔ آپ کا ساہونا تو در کنار اب تو کوئی ایسا بھی نہیں جو آپ کی گرد کو بھی پہنچ سکے"۔

(مضمون اگرچہ اپنی وسعت کے لحاظ سے مکمل نہیں ہے مگر سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زندگی کے ہر پہلو ایک کتاب لکھی جا سکتی ہے۔ میری اوقات تو اتنا لکھنے کی بھی نہیں تھی اللہ کے فضل و کرم سے اس موضوع پر کچھ خامہ فرسائی ممکن ہو سکی ہے۔ اللہ اس کوشش کو قبول کر لے۔)

☆☆☆☆☆

کرسمس میں عیسائیوں کے ساتھ کسی قسم کا تعاون اور مبارک باد دینا قطعاً ناجائز اور حرام ہے

حضرت مفتی حمید اللہ جان نور اللہ مرقدہ

بسم اللّٰہ والحمد للّٰہ والصلاۃ والسلام علی رسول اللّٰہ وآلہ وصحبہ و من والاہ

اعوذباللّٰہ من الشیطان الرجیم

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ لاَ تَتَّخِذُواْ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاء بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاء بَعْضٍ وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللّهَ لاَ يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ

میرے عزیز بھائیو! آج کا مغرب ہم پر اپنا نظام مسلط کرنا چاہتا ہے۔ یہ عیسائیوں کا نظام ہے، عیسائیت نے اسی لیے ہمارے حوالے کیا ہے کہ یہاں کہ مسلمان بظاہر تو مسلمان ہوں لیکن نظام ہمارا ہو…اور یہ اِسی نظام کی ''برکت'' ہے کہ آج ہم ہر اُس لعنت میں اُن کے ساتھ 'رواداری' کا نام دے کر شریک ہوتے ہیں… کبھی اتحاد کرتے ہیں… کبھی چندے اکٹھے کرتے ہیں…بلکہ چند سال پہلے…دو یا تین سال پہلے جب پرویز مشرف کا دور تھا تو ایک اجلاس بلایا تھا اسلام آباد میں اس کی صدارت میں، اُس اجلاس میں عیسائی بھی موجود تھے اور مختلف مکاتبِ فکر کے علما بھی موجود تھے۔

وہاں عیسائیوں نے کھُل کر بیان کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں (العیاذ باللہ)…انہوں نے اپنا عقیدہ کھُل کر بیان کیا… مگر ہمارے علما نے اس پر کوئی تنقید نہیں کی بلکہ بعض حضرات نے وہاں خوشامد کی…چنانچہ ایک عالم نے میرے سامنے یہ بات کہی کہ

''اُس اجلاس سے ہم نکلے مگر ایمان چھوڑ کر نکلے''

کہ وہ کفر بکتے رہے اور ہم سنتے رہے…افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے علما، کوئی اُن کے ساتھ کیک کاٹتا ہے… کوئی اُن کو مبارک باد دیتا ہے… علما یہ کرتے ہیں تو عوام کا کیا حال ہو گا؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے بھی رسول ہیں… ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت کے منکر نہیں ہیں…بلکہ حقیقت میں اُن کی عظمت کے قائل تو ہم ہیں… ہم کہتے ہیں آسمانوں پر چڑھ گئے تھے، وہ کہتے ہیں سولی پر چڑھے تھے…احترام ہم اُن کا کرتے ہیں! لیکن یہ تہوار جو وہ مناتے ہیں، یہ اُن کا مذہبی تہوار ہے…اور کافروں کے کسی بھی مذہبی تہوار کے ساتھ شرکت کرنا ناجائز ہے…لہٰذا علمائے کرام کو چاہیے بلکہ عوام کو بھی چاہیے کہ دوسرے مسلمان بھائیوں کو بھی بے دار کریں۔ لیکن ہم کیا کر رہے ہیں؟ ہر کافر کے ساتھ، مرزائیوں کے ساتھ ہم گھل مل چکے ہیں، عیسائیوں کے ساتھ ہم گھل مل چکے ہیں۔ اور پھر ایسی حالت میں کہ جب عیسائیوں کے ساتھ ہماری عالمی جنگ ہے… ایسی حالت میں اُن کے ساتھ تعلقات قائم رکھنا… اللہ اکبر!!! شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ … میرے پاس ارشادات مدنی موجود ہے…کچھ لوگ مجھے کہتے ہیں کہ میں سختی کرتا ہوں… میں اُن کا ارشاد نقل کرتا ہوں… اگر سختی کی ہے تو اُنہوں نے کی ہے، نرمی کی ہے تو اُنہوں نے کی ہے… میں نقل کرنے والا ہوں…

مولانا ادریس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بات یاد آگئی…مولانا ادریسؒ سے کسی نے پوچھا کہ حضرت کمرے میں اے سی لگانا کیسا ہے؟ تو مولانا نے فرمایا کہ حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مکان میں چار چیزیں مقصود ہوتی ہیں… رہائش…زیبائش… آسائش، سہولت، پنکھے لگانا وغیرہ اور نمائش… حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آخری نمائش ناجائز ہے باقی سب جائز ہے…تو اُس شخص نے مولانا ادریس صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ حضرت! آپ کی کیا رائے ہے؟ یہ تو آپ نے حضرت تھانوی کا ارشاد نقل کیا، آپ کی کیا رائے ہے؟ تو مولانا ادریس صاحبؒ نے فرمایا "اچھا مولوی صاحب! ہماری کیا حیثیت ہے؟ ہماری حیثیت تو حدِ اوسط کی ہے، حدِ اوسط صغریٰ کو کبریٰ سے ملا کر درمیان سے گر جاتا ہے… ہم تو بڑوں کی بات آپ تک پہنچاتے ہیں، ہماری کیا حیثیت ہے… بڑوں کی بات آپ تک پہنچانے والے ہیں… تو میں بھی یہی گزارش کر رہا ہوں کہ میں بڑوں کی بات آپ تک پہنچا رہا ہوں… پھر آپ خود فیصلہ کریں۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشادات مدنی کے اندر بہت کچھ فرمایا ہے، میں اُس کا خلاصہ اور نچوڑ رکھتا ہوں… کہ جب کافر مسلمانوں پر حملہ آور ہوں، جیسے روس افغانستان میں آیا، امریکہ افغانستان میں آیا… جب کافر، مسلمان پر حملہ آور ہوں… شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ نقل کر رہا ہوں… میں نقل کرنے والا ہوں… تو جو مسلمان اُس کافر کا ساتھ دے، وہ بدترین کافر ہے… صرف 'کافر' کا لفظ نہیں

کہا، بلکہ فرمایا ”وہ بدترین کافر ہے“... آج ہم اُنہی عیسائیوں کے ساتھ رواداری کرتے ہیں، اُن کے ساتھ کانفرنس کرتے ہیں...اُن کے ساتھ کیک کاٹتے ہیں...اُن کے ساتھ اظہار محبت کرتے ہیں...اللہ کا فرمان ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُواْ

”اے ایمان والو!“

لاَ تَتَّخِذُواْ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى أَوْلِيَاء

”یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ“

بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاء بَعْضٍ

”یہ اپنے درمیان ایک دوسرے کے دوست ہیں“

سب اکٹھے ہیں نا! نہیں ہیں کیا؟ نیٹو کے نام پہ یا ایساف کے نام پہ...جو بھی نام رکھتے ہیں، سب اکٹھے ہیں آپ کے خلاف!

وَمَن يَتَوَلَّهُم مِّنكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ

”اور جس نے اُن کو دوست بنایا وہ بھی اُنہی میں سے ہے“۔

مفسرین لکھتے ہیں فحکمه حکمهم اُن کا حکم بھی وہی ہے جو اُن کا ہے۔ اس لیے میں یہ گذارش کر رہا ہوں کہ علمائے کرام اپنی مساجد میں اس کو موضوع بنائیں اور ایک مشترکہ فیصلہ بھی کریں اور جن لوگوں کی بات ذرائع ابلاغ میں سنی جاتی ہے وہ اس ذریعے سے بھی اس بات کی وضاحت کر دیں کہ مسلمانوں کو کرسمس میں عیسائیوں کے ساتھ کسی قسم کا تعاون اور مبارک باد دینا قطعاً ناجائز اور حرام ہے۔

یہ اُن کا مذہبی تہوار ہے اور کفار کے کسی بھی مذہبی تہوار میں اُن کے ساتھ میل جول یا اختلاط یا دوستی نما پالیسی یہ سب ناجائز ہے...اللہ کریم سب کو سمجھ عطا فرمائے...

آج کل کرسمس کا موقع ہے اور اس میں پھر کانفرنسیں بھی ہوتی ہیں، پھر علما بھی اُس میں چلے جاتے ہیں...

میں علما سے یہ درخواست کروں گا یہ نہ خود جائیں بلکہ دوسروں کو بھی روکیں...خدارا نہ جائیں...خدارا نہ جائیں...بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم وہاں حق بات کہہ دیتے ہیں...لیکن وہ جو کفر بکتے ہیں، اُس کفر کو تو آپ نہیں روکتے! آپ کے ہوتے ہوئے کفر بکتے ہیں...علما نہ جائیں اُن کی کانفرنسوں میں تو یہ اُن کی ناکامی ہوگی کہ علمائے کرام نہیں آرہے...

جب آپ چلے جاتے ہیں تو اُن کی کانفرنس کامیاب ہو جاتی ہے...چاہے آپ گالیاں بھی دیں لیکن اُن کی کانفرنس کامیاب ہو جاتی ہے...وہ اپنی کامیابی پر خوشی مناتے ہیں کہ مختلف مکاتب فکر کے علما اکٹھے ہوئے تھے، بریلوی بھی تھے، دیوبندی بھی تھے، اہل حدیث بھی تھے...تمام مکاتب فکر کے سب لوگ جمع تھے...تو اُن کو تقویت مل جاتی ہے کہ تمام مکاتب فکر کے علما آئے تھے...اس لیے اُنہیں ناکام بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ اُن کا بائیکاٹ کیا جائے، اُن کی کسی قسم کی کانفرنس میں جو مشترکہ کانفرنس ہو، مسلمانوں کو خصوصاً علمائے کرام کو قطعاً شرکت نہیں کرنا چاہیے...اور اُس میں شرکت کرنا باعثِ گناہ ہے...باعثِ ثواب نہیں ہے، یہ ایک غلط تصور ہے۔

اصل میں شیطان دھوکہ دیتا ہے...میں وہاں حق بات کروں گا...بادشاہ کے ساتھ، وزیر کے ساتھ، منسٹروں کے ساتھ میرا فوٹو بھی آجائے گا اور میرا نام بھی آجائے کہ یہ بھی بڑا آدمی ہے...تو اندر بیماری کچھ اور ہوتی ہے...اور ظاہر میں بات کچھ اور ہوتی ہے...اللہ تعالیٰ آپ اور ہم سب کی حفاظت فرمائے، آمین۔ یہی میری گذارش ہے...یہی میرا فتویٰ ہے اور یہ بھی شکر ہے کہ علمائے کرام نے میری تائید کی اور گویا اس فتویٰ میں مَیں متفرق نہیں ہوں اور منفرد نہیں ہوں بلکہ علمائے کرام ساتھ ہیں...اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے خیر دے۔

وآخر دعوانا ان الحمدللّٰہ رب العالمین

☆☆☆☆☆

”بہت سے لوگ ہیں ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے مگر ان میں قلیل ترین لوگ وہ ہوتے جو اس کہنے پر انبیاء کی طرز پر استقامت اختیار کرتے ہیں۔

یہی وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر استقامت اختیار کرتے ہیں اور منہج کتاب و سنت اور طریق صحابہ رضی اللہ عنہم پر اپنے قول، اپنے عمل اور اعتقاد سے اس کو اپناتے ہیں“۔

شیخ عبد اللہ الغلیفي رحمہ اللہ

کرسمس کیک اور مسلمان

محمد فاروق صدیقی

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی کتاب اقتضاء الصراط المستقیم کے اردو ترجے "اسلام اور غیر اسلامی تہذیب" سے اقتباس، پسند فرمودہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ

کفار و مشرکین کے مذہبی تہواروں میں سے جیسے ہی کسی تہوار کی آمد ہوتی ہے مثلاً ہندوؤں کی ہولی اور دیوالی، سکھوں کے گرو ناناک کا جنم دن اور خاص کر عیسائیوں کی کرسمس تو فوراً ہمارے ارباب اختیار اور دانش ور حضرات رواداری، محبت، بھائی چارہ اور فروغ امن کے نام پر ان تہواروں کو نہ صرف خوش آمدید کہتے ہیں بلکہ ان تہواروں کی مذہبی رسومات یا تقریبات میں بنفس نفیس شرکت کرتے ہیں۔ چنانچہ معاملے اگر ہمارے ان ارباب اختیار اور دانش ور حضرات کا ہوتا جن کا دین اور غیرت سے دور تک کا کوئی واسطہ نہیں تو خیر تھی لیکن یہاں صورت حال یہ ہے کہ وہ دینی و سیاسی جماعتیں جو توہین رسالت اور دیگر دینی و ملی معاملات پر زبانی طور پر مرمٹنے کے دعوے کرتے نہیں تھکتی، ان کے قائدین نہ صرف ان تہواروں میں شرکت کرتے ہیں بلکہ اس بات سے قطع نظر کہ ان تہواروں کی تعظیم اور ان میں شرکت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا ان تہواروں کی جانتے بوجھتے اور شعوری طور پر تعظیم اور ان میں شرکت کفر تو نہیں ہے؟ اب تو ان تہواروں کی تقریبات اپنے دینی مراکز میں کرانے سے بھی نہیں چوکتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (سنن ابی داؤد، ج: ۱۱، ص: ۴۸، رقم ۳۵۱۲)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرے تو وہ انہی میں سے ہے"۔

سلف و خلف کے فقہا اور علمائے کرام اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کسی قوم کے مذہبی تہواروں کی تعظیم اور تقریبات کا انعقاد شعوری طور پر کیا جائے تو یہ کفر ہے اور اس فعل سے انسان اپنے ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

حَدَّثَنِي ثَابِتُ بْنُ الضَّحَّاكِ قَالَ نَذَرَ رَجُلٌ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَنْحَرَ إِبِلًا بِبُوَانَةَ فَاَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي نَذَرْتُ اَنْ اَنْحَرَ إِبِلًا بِبُوَانَةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ كَانَ فِيهَا وَثَنٌ مِنْ اَوْثَانِ الْجَاهِلِيَّةِ يُعْبَدُ قَالُوا لَا قَالَ هَلْ كَانَ فِيهَا عِيدٌ مِنْ اَعْيَادِهِمْ قَالُوا لَا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْفِ بِنَذْرِكَ فَإِنَّهُ لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللهِ وَلَا فِيمَا لَا يَمْلِكُ ابْنُ آدَمَ (سنن ابی داؤد، ج: ۹، ص: ۱۴۰، رقم ۲۸۸۱)

حضرت ثابت بن ضحاک سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص نے یہ نذر مانی کہ وہ مقام بوانہ میں ایک اونٹ ذبح کرے گا۔ وہ شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے بوانہ میں ایک اونٹ ذبح کرنے کی نذر مانی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے پوچھا کہ کیا بوانہ میں زمانہ جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت تھا جس کی وہاں پوجا کی جاتی تھی؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں پھر آپ نے پوچھا کیا وہاں کفار کا کوئی میلہ لگتا تھا؟ عرض کیا نہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ "تو اپنی نذر پوری کر کیونکہ گناہ میں نذر کا پورا کرنا جائز نہیں ہے اور اس چیز میں نذر لازم نہیں آتی جس میں انسان کا کوئی اختیار نہ ہو"۔

اس حدیث کی روشنی میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

"جب جاہلی میلوں اور عبادت گاہوں پر کسی عقیدت مندانہ حاضری کو منع کر دیا گیا تو خود جاہلی عیدوں میں شرکت بدرجہ اولیٰ ممنوع ہو گئی"۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ

وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ (الفرقان: ۷۲) "رحمان کے بندے جھوٹ پر گواہ نہیں ہوتے"۔ کی تفسیر میں "الزور" سے بعض تابعین نے کفار کی مذہبی تقریبات کو مراد لیا ہے"۔

امام محمد بن سیرین رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"الزور سے مراد عیسائیوں کی عید شعانین مراد ہے"۔

امام مجاہد رحمہ اللہ اور ربیع بن انس رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ھواعیاد المشرکین

"یہ مشرکوں کی عید کو کہتے ہیں"۔

قاضی ابو یعلی اور امام ضحاک رحمہما اللہ سے بھی یہی رائے منقول ہے۔ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اس پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"جب اللہ تعالیٰ نے کفار کی عیدوں میں تماش بینی اور حاضری منع کر دی تو عملاً انہیں منانا کہاں جائز ہو سکتا ہے"۔

امام عطا بن یسار رحمہ اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ:

(بقیہ صفحہ ۲۴ پر)

کرسمس کیک کاٹنے کا جرم... اسلام کی نظر میں

رب نواز فاروقی رحمہ اللہ

اسلام اپنے ماننے والوں کو غیرت و حمیت کا ایسا خُوگر بناتا ہے کہ وہ اپنے دین کے سوا کسی سے مرعوب نہ ہوں۔ کیونکہ اس کائنات میں صرف اور صرف اسلام ہی 'الدین' اور 'الحق' ہے اور اس کے ماسوا سب کچھ باطل اور جھوٹ ہے۔

اسلام جہاں خیر و شر اور کامیابی و ناکامی کے اپنے معیار اور پیمانے مقرر کرتا ہے وہیں محبت اور دوستی، نفرت اور دشمنی کے لیے اپنے معیار کا تعین کرتا ہے اور اس کا اصرار ہے کہ محبت اور دوستی کے تمام تر رشتے صرف مسلمانوں کے ساتھ استوار کیے جانے چاہئیں۔ ان کی زبان کوئی بھی ہو اور وہ دنیا کے کسی بھی خطے سے تعلق رکھتے ہوں وہ آپس میں بھائی ہیں اور ان کا یہ رشتہ خونی رشتوں سے بھی مقدم ہے۔

اسی طرح دشمنی اور نفرت کے لیے بھی اسلام اپنا معیار قائم کرتا ہے کہ ہر شخص جو آپ کے دین میں داخل نہیں وہ آپ کا دوست نہیں ہو سکتا چاہے وہ والدین یا اولاد کی صورت قریب ترین رشتے ہی کیوں نہ ہوں۔ یہاں تک کہ مسلمان والد کی اولاد میں سے کوئی اگر کافر ہو تو وہ اس کا وارث بھی نہیں۔

کفار میں سے کسی سے عداوت اور نفرت کا کتنا تعلق رکھا جائے اس بات کا انحصار اس کی کیفیت پر ہے کہ آیا وہ محارب کافر ہے یا غیر محارب کافر یا مسلمانوں کا ذمّی کافر، ہر ایک کے بارے میں تفصیلی احکامات فقہ کی کتابوں میں درج ہیں۔

کفار سے دشمنی اور مومنین سے محبت کے اسلامی عقیدے کو اصطلاح میں 'الولاء البرا' کہتے ہیں۔ علما کا کہنا ہے کہ 'کتاب و سنت' میں عقیدہ توحید کے بعد سب سے زیادہ بیان اسی عقیدہ کا ہے اور بعض علما اسے عقیدہ توحید کا ہی جزو شمار کرتے ہیں۔

اب ہم نفسِ مسئلہ کی طرف آتے ہیں کہ 'عیدِ میلاد مسیح علیہ السلام' جسے عیسائی 'کرسمس' کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور اسے باقاعدہ اپنی عید قرار دے کر مناتے ہیں۔ گویا کہ یہ عیسائیوں کا اہم ترین مذہبی تہوار ہے۔ پہلے پہل بلادِ کفر میں رہنے والے مسلمان اس عادتِ بد کا شکار ہوئے کہ وہ عیسائیوں کے اس تہوار کے موقع پر ان کے 'گرجا گھروں' میں جا کر یا انہیں اپنے ہاں بلا کر کرسمس کیک کاٹتے اور ان کے ساتھ تحائف کا تبادلہ کرتے ہیں اور اُس سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کفار سے ان کے تعلقات بہتر رہیں کیونکہ ان کے ملکوں میں رہتے ہوئے ان کی حیثیت کافروں کے ذمیوں کی سی ہوتی ہے اس لیے اپنے آقاؤں کو خوش کرنا وہ اپنے فرائض منصبی میں سے سمجھتے ہیں۔

دوسرا اہم مقصد تجارتی تعلقات کو بہتر طریق پر استوار کرنا ہوتا ہے، اسی طرح ان کا تعارف ایک اعتدال پسند اور ماڈریٹ مسلمان کے طور پر ہو جاتا ہے جن سے کافروں کو یہ تسلی رہتی ہے کہ یہ ان 'دہشت گرد' مسلمانوں میں سے نہیں ہیں جو ہمیں ختم کرنا چاہتے ہیں، اور ہمارے نظام کو ختم کر کے خلافت اسلامی قائم کرنے کے خواہاں ہیں۔

کرسمس منانے سے مذہبی جمہوری جماعتوں اور دیگر سے اسی جماعتوں کے راہنماؤں کے پیش نظر یہ ہوتا ہے کہ اب انتخابات چونکہ مخلوط طرز پر ہیں اس لیے ان عیسائیوں کے ووٹ بھی اہم ہیں شاید کہ ہمیں ہی حاصل ہو جائیں دوسرا یہ کہ بیرونی کافروں کے سامنے اپنے لیے کریمانہ تاثر (سافٹ امیج) پیدا کرنے کی کوشش بھی ہوتی ہے کہ ہم بتوں کو گرانے والے یا اسلامی احکامات پر بزورِ عمل کروانے والے 'طالبان' نہیں ہیں اور اس لیے اقتدار کے لیے موزوں ترین لوگ ہیں۔ ایک اہم مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ مقامی سیکولر اور لبرل طبقے کو اپنی داڑھی اور مذہب کی صفائی دی جائے۔

کفار کی عیدوں اور مذہبی تہواروں میں مسلمانوں کی شرکت کے بارے میں اسلام کے مفصل احکامات ہیں، ان میں سے چند احادیث، آثار صحابہؓ اور اقوالِ فقہا درج کیے جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من تشبہ بقوم فھو منھم

"جو کسی قوم کی مشابہت کرے گا وہ اُنہی میں سے ہو گا"۔

دوسری حدیث میں ارشاد ہے:

من کثّر سواد قوم حشر معھم

"جو کسی قوم کی تعداد میں اضافہ کرے گا اس کا حشر (قیامت کو) اُنہی میں سے ہو گا"۔

عطاء بن دینار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ سیدنا عمرِ فاروق رضی اللہ علیہ نے فرمایا کہ

"ان کے تہواروں کے دن ان کی عبادت گاہوں میں نہ جاؤ کیونکہ ان پر اللہ کا غضب ہوتا ہے"۔ (بیہقی)

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"جو شخص عجمیوں کافروں کے نوروز و مرجان (تہواروں) میں شریک ہو اور اس کا اہتمام کرے اور ان کی مشابہت اختیار کرے اور موت آنے تک اسی کردار پر قائم رہے تو قیامت کے دن انہی لوگوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا"۔ (السنن الکبریٰ بیہقی: ج۹، ص۲۳۴)۔

علمائے احناف کے نزدیک ان (کفار) کے شعائر پر مبارک دینا کفر ہے۔ (البحر الرائق) اس کی وجہ یہ ہے کہ شعائر 'مذہب کی علامت ہوتے ہیں گویا کہ اُن کے کفر پر مبارک دی جا رہی ہے۔ امام ابو حفص حنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ

"اگر کوئی کسی مشرک کو کسی دن کی تعظیم میں تحفہ دیتا ہے تو یہ کفر ہے"۔

(فتح الباری: ج۲، ص۵۱۳)

(بقیہ صفحہ ۲۴ پر)

شعائر کفر میں شرکت اور شمولیت

قاری عبد الحفیظ عثمانی

ہر شخص کو معلوم ہے نصاریٰ، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔ ہر سال ۲۵ دسمبر کو یہ اپنے اعتقاد کے مطابق (نعوذ باللہ) خدا کے ہاں بیٹا پیدا ہونے پر خوشیاں مناتے ہیں۔ کرسمس، خدا پر ایسا ہی ایک کھلا بہتان ہے یعنی خدا کے ہاں بیٹا پیدا ہونے کا تہوار؛ ایک ایسی بات جس پر آسمان کانپ اٹھتا ہے اور زمین لرز جاتی ہے۔ قرآن شریف میں اِس پر وعید آتی ہے:

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحۡمٰنُ وَلَدًا ؀ لَقَدۡ جِئۡتُمۡ شَيۡـًٔا اِدًّا ؀ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرۡنَ مِنۡهُ وَتَنۡشَقُّ الۡاَرۡضُ وَ تَخِرُّ الۡجِبَالُ هَدًّا ؀ اَنۡ دَعَوۡا لِلرَّحۡمٰنِ وَلَدًا ؀ وَ مَا يَنۡۢبَغِىۡ لِلرَّحۡمٰنِ اَنۡ يَّتَّخِذَ وَلَدًا (مریم:۸۸۔۹۲)

"اور وہ بولے: رحمن بیٹا رکھتا ہے۔ یقیناً تم نے ایک نہایت گھناؤنی بات بول ڈالی۔ قریب ہے کہ آسمان اِس سے پھٹ پڑیں زمین شق ہو جائے اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں۔ اس لیے کہ انہوں نے رحمن کے لیے بیٹا تجویز کر ڈالا۔ رحمن کے تو لائق ہی نہیں کہ اولاد رکھے"۔

پھر بھی اسلام وہ دین ہے جس میں کوئی زبردستی نہیں۔ دنیا کی زندگی زندگی اُنہیں اپنے اِس کفر پر رہنے کی آزادی ہے اور سزا کا ایک دن مقرر ہے۔ ہمیں یہ حکم ہے کہ ہم اُنہیں خدا پر ایسا بہتان گھڑنے سے خبردار کریں۔ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مشن اب ہمیں انجام دینا ہے کہ عیسائی اقوام کو اُن کے اِس شرک پر خدا کی پکڑ سے ڈرائیں۔ البتہ ایسی کوئی رواداری ہمارے دین میں نہیں کہ جس وقت وہ اپنے اس بہتان پر خوشیاں منا رہے ہوں کہ آج کے دن (نعوذ باللہ) خدا کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تھا تو ہم اُن کو مبارک سلامت کہہ کر آئیں اور اُن کی خوشیوں میں شریک ہوں۔ آدمی کی غیرتِ دینی سلامت ہو تو یہ بات خود بخود سمجھ آتی ہے۔ فقہا نے اس چیز کے حرام ہونے پر شریعت سے باقاعدہ دلائل ذکر کیے ہیں: ۱۔ قرآن مجید میں رحمن کے بندوں کی صفت بیان ہوئی:

وَالَّذِيۡنَ لَا يَشۡهَدُوۡنَ الزُّوۡرَ وَاِذَا مَرُّوۡا بِاللَّغۡوِ مَرُّوۡا كِرَامًا (الفرقان:۷۲)

"اور وہ لوگ جو باطل پر حاضر نہیں ہوتے اور کسی بیہودہ چیز پر ان کا گزر ہو تو متانت کے ساتھ گزرتے ہیں"۔

آیت میں جس باطل کا ذکر ہوا: ابن کثیر و دیگر کتبِ تفسیر نے تابعی مفسرین کی ایک بڑی تعداد کا قول ذکر کیا ہے کہ:

"یہ اہل جاہلیت کے تہوار ہیں۔ اِس تفسیر کی رو سے "عباد الرحمن" کا شیوہ یہ ٹھہرا کہ وہ ایسی جگہوں کے پاس نہ پھٹکیں جہاں اہل جاہلیت اپنے شرکیہ تہوار منانے میں مگن ہوں"۔

ابو داؤد، مسند احمد اور ابن ماجہ میں حدیث آتی ہے:

عن ثابت بن ضحاك رضی اللہ عنہ: نَذَرَ رَجُلٌ عَلٰى عَهۡدِ رَسُوۡلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم أَنۡ يَنۡحَرَ إِبِلاً بِبُوَانَةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: هَلۡ كَانَ فِيۡهَا وَثَنٌ مِنۡ أَوۡثَانِ الۡجَاهِلِيَّةِ يُعۡبَدُ؟ قَالُوۡا: لا قَالَ: فَهَلۡ كَانَ فِيۡهَا عِيۡدٌ مِنۡ أَعۡيَادِهِمۡ؟ قَالُوۡا: لا فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: أَوۡفِ بِنَذۡرِكَ، فَإِنَّهُ لَا وَفَاءَ لِنَذۡرٍ فِيۡ مَعۡصِيَةٍ أَوۡ فِيۡمَا لَا يَمۡلِكُ ابۡنُ آدَمَ

"دورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک آدمی نے نذر مانی کہ وہ بوانہ کے مقام پر اونٹ قربان کرے گا۔ تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وہاں پر جاہلیت کے بتوں میں سے کوئی بت تو نہیں پوجا جاتا تھا؟ صحابہؓ نے عرض کی: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو کیا وہاں ان کے تہواروں میں سے کوئی تہوار تو منعقد نہیں ہوتا تھا؟ صحابہؓ نے عرض کی: نہیں۔ تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی نذر پوری کر لو کیونکہ ایسی نذر کا پورا کرنا درست نہیں جو معصیت ہو یا جو آدمی کے بس سے باہر ہو"۔

اِس حدیث کے ضمن میں علمائے کرام کہتے ہیں: وہ صحابیؓ تو قطعاً کسی بت پر چڑھاوا دینے یا کوئی جاہلی تہوار منانے نہیں جا رہا تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس بات کی تسلی فرمانا چاہی کہ ماضی میں بھی وہاں نہ تو کوئی بت پوجا جاتا تھا اور نہ کوئی جاہلی تہوار منایا جاتا تھا۔ اس سے واضح ہوا کہ مسلمان کا اِن اشیا سے دور رہنا شریعت کو کس شدت کے ساتھ مطلوب ہے۔

۳۔ فقہا نے اس مسئلہ پر اجماع نقل کیا ہے۔ امیر المومنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے شام کے عیسائیوں کو باقاعدہ پابند فرمایا تھا کہ دار الاسلام میں وہ اپنے تہواروں کو کھلے عام نہیں منائیں گے؛ اور اِسی پر سب صحابہؓ اور فقہاء کا عمل رہا ہے۔ چنانچہ جس ناگوار چیز کو مسلمانوں کے سامنے آنے سے ہی ممانعت ہو، مسلمان کا پہنچ کر وہاں جانا کیونکر روا ہونے لگا؟ اس کے علاوہ کئی روایات سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ حکم نامہ منقول ہے:

لا تَعَلَّمُوۡا رَطَانَةَ الأَعَاجِمِ، وَلا تَدۡخُلُوۡا عَلَى الۡمُشۡرِكِيۡنَ فِيۡ كَنَائِسِهِمۡ يَوۡمَ عِيۡدِهِمۡ فَإِنَّ السُّخۡطَةَ تَنۡزِلُ عَلَيۡهِمۡ

"عجمیوں کے اسلوب اور لہجے مت سیکھو۔ اور مشرکین کے ہاں اُن کے گرجوں میں ان کی عید کے روز مت جاؤ، کیونکہ ان پر خدا کا غضب نازل ہوتا ہے"۔ (اقتضاء الصراط المستقیم از شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ)

علاوہ ازیں کافروں کے تہوار میں شرکت اور مبارکباد کی ممانعت پر حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ سب متفق ہیں۔ (فقہ حنفی: البحر الرائق لابن نجیم ج ۸، ص ۵۵۵، فقہ مالکی: المدخل لابن حاج المالکی ج ۲ ص ۴۶۔۴۸، فقہ شافعی: مغنی المحتاج للشربینی ج ۴ ص ۱۹۱، الفتاویٰ الکبریٰ لابن حجر الہیتمی ج ۴ ص ۲۳۸۔۲۳۹، فقہ حنبلی: کشاف القناع للبہوتی ج ۳ ص

۱۳۱)۔فقہائے مالکیہ تو اس حد تک گئے ہیں کہ جو آدمی کفر کے تہوار پر ایک تربوز کاٹ دے وہ ایسا ہی ہے گویا اُس نے خنزیر ذبح کر دیا۔(اقتضاء الصراط المستقیم ص ۳۵۴)

کافر کو اُس کے شرکیہ تہوار پر مبارک باد دینا کیسا ہے؟ اس پر امام ابن القیم الجوزیؒ لکھتے ہیں:

"یہ ایسا ہی ہے کہ مسلمان اُسے صلیب کو سجدہ کر آنے پر مبارک باد پیش کرے! یہ چیز اس سے کہیں زیادہ سنگین ہے کہ آدمی کسی شخص کو شراب پینے پر یا ناحق قتل پر یا حرام شرم گاہ کے ساتھ بدکاری کرنے پر مبارک باد پیش کرے۔(احکام اھل الذمہ: ج۳ص ۲۱۱)

چند اشکالات اور ان کا جواب:

۱۔ایک اشکال یہ پیش کیا جاتا ہے کہ کرسمس اب کوئی مذہبی تہوار نہیں رہ گیا بلکہ ایک سماجی تہوار بن چکا ہے۔ مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو جاہلی تہوار ختم کروائے خود اُن کے متعلق ثابت نہیں کہ وہ اہل مدینہ کے کوئی خاص مذہبی تہوار تھے؛ پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب جاہلی تہوار ختم کروا دیے۔ دراصل یہ ایک چور دروازہ ہے جو اس وقت کھلوایا جا رہا ہے۔ جس سے "کرسمس" ہی نہیں "دیوالی" کی راہ بھی کھل جائے گی۔یعنی ہندو'امن کی آشا' کو بھی یہی حجت کام دے جائے گی!

۲۔ایک اشکال یہ کہ شریعت نے ہمیں غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کا جو حکم دیا ہے اس کا تقاضا ہے کہ ہم کرسمس پر اُن کو مبارک باد پیش کیا کریں اور ان کے ساتھ مل کر کرسمس کیک کاٹیں! ذمیوں کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف کے ساتھ پیش آنے کا یقیناً شریعت میں حکم ہے، مگر سوال یہ ہے کہ ذمیوں کے ساتھ حسن سلوک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ عنہم سے بہتر کون کر سکتا ہے؟ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے کرسمس ایسے کسی تہوار میں شرکت کرنا یا مبارک باد دے کر آنا نہ تو ثابت ہے اور نہ ہی (نعوذ باللہ) اس کا تصور کیا جا سکتا ہے۔اِس کے برعکس، صحابہؓ سے یہ ثابت ہے کہ دورِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں جب نئی اقوام داخل اسلام ہوئیں تو مسلمانوں کو کفار کے تہواروں میں شرکت سے ممانعت فرمائی گئی، جیسا کہ اوپر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حکم نامہ ذکر ہوا۔ پس ذمیوں کے ساتھ حسن سلوک کا جو حکم ہے لا محالہ وہ عام دنیوی معاملات میں ہے نہ کہ ان کے کفریہ شعائر میں شرکت اور شمولیت۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: کرسمس کیک اور مسلمان

اياكم ورطانة الاعاجم وان تدخلوا على المشركين يوم عيدهم فی كنائسهم

"نہ مشرکین کی زبان بولو اور نہ ان کی عید کے دن ان کی عبادت گاہوں میں جاؤ"۔

فقہائے مالکی سے یہ قول بھی منقول ہے:

"جو مشرکین کے کسی تہوار میں خربوزے کو خاص طرح سے کاٹتا ہے (جیسے آج کل کرسمس کا کیک) تو گویا وہ خنزیر ذبح کرتا ہے"۔

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول یہ ارشاد بھی نقل کرتے ہیں کہ:

اجتنبوا اعداء الله فی عيدهم

"اللہ کے دشمنوں سے ان کی عید میں بچو"۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

من بنى بارض المشركين وصنع نيروزهم ومهرجانهم وتشبه بهم حتى يموت،حشر معهم يوم القيامة

"جو مشرکین کے درمیان رہتا ہے اور ان کی عید نوروز اور تہوار مناتا ہے اور ان کی صورت اختیار کرتا ہے اور اسی حال میں مر جاتا ہے تو قیامت کے دن ان ہی کے ساتھ اٹھایا جائے گا"۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: کرسمس کیک کاٹنے کا جرم...اسلام کی نظر میں

امام ادریس ترکمانی حنفی رحمہ اللہ ایسے اعمال کے ذکر کے طور پر'جن کا ارتکاب مسلمان' عیسائیوں کی عید کے موقع پر کرتے ہیں' فرماتے ہیں:

"علمائے احناف میں سے کچھ یہ کہتے ہیں کہ جس نے یہ سب کچھ کیا اور بغیر توبہ کے مر گیا تو انہی کی طرح کافر ہے"(اللمع فی الحوادث: ج۱، ص ۳۹۴)۔

امام ابن قیم فرماتے ہیں:

"شعائرِ کفر سے متعلقہ کاموں پر مبارک باد دینا بالاتفاقِ علما حرام ہے، اس کی مثال ایسی ہے جیسے انہیں صلیب کو سجدہ کرنے پر مبارک دی جائے، یہ تو کسی کو شراب پینے اور زنا کرنے پر مبارک باد دینے سے بھی بُرا ہے"۔

(احكام اهل الذمه: ج۱، ص۲۰۴)

☆☆☆☆☆

پورے برصغیر میں بھارتی ریاست ایک اہم اور بڑا ہدف ہے

انٹرویو استاد اسامہ محمود حفظہ اللہ

ادارہ السحاب برصغیر آج جماعۃ قائدۃ الجہاد برصغیر کے ترجمان استاد اسامہ محمود حفظہ اللہ سے گفتگو کی سعادت حاصل کر رہا ہے۔ طویل عرصے سے اس ملاقات کے لیے کوششیں جاری تھیں لیکن کچھ نامساعد حالات کی وجہ سے اس خواہش کو پایہ تکمیل تک نہ پہنچایا جاسکا۔ القاعدہ برصغیر کے قیام کے بعد چونکہ یہ پہلا انٹرویو ہے اس لیے سوالات کی کثرت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس انٹرویو کو متعدد نشستوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ آج اس سلسلے کی پہلی نشست ہے۔

ادارہ: محترم استاذ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

استاد اسامہ محمود: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ادارہ: ادارہ السحاب برصغیر کی جانب سے ہم آپ کو خوش آمدید کہتے ہیں۔

استاد اسامہ محمود: جزاکم اللہ خیر! اللہ تعالیٰ آپ بھائیوں کو جزائے خیر دے۔

ادارہ: القاعدہ برصغیر کے ترجمان کی حیثیت سے بہت سے ایسے امور ہیں جن پر آپ سے گفتگو کی خواہش تھی۔ تحریک جہاد پوری دنیا کے ساتھ ساتھ برصغیر میں بھی ایک اہم مرحلے سے گزر رہی ہے، ایسے میں بہت سے سوالات ہیں جو عوام الناس اور خود اس تحریک سے وابستہ افراد کے ذہنوں میں جنم لے رہے ہیں۔ امید ہے آپ کے ساتھ ان نشستوں میں جو گفتگو کا موقع ملے گا اس میں ان سوالات پر سیر حاصل گفتگو ہو سکے گی۔

استاد اسامہ محمود: السحاب برصغیر میں آپ بھائیوں کا میں مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے اس گفتگو کا موقع دیا۔ اللہ تعالیٰ ان نشستوں کو ہم سب کے لیے اور پوری امت مسلمہ کے لیے خیر اور نفع کا باعث بنائے۔ آپ کی وساطت سے میں اس موقعے پر امیر المومنین شیخ الحدیث شیخ ہبت اللہ حفظہ اللہ اور امیر محترم شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ سمیت دنیا بھر کے جہادی قائدین، مجاہدین اور تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں اپنی طرف سے، امیر محترم مولانا عاصم عمر حفظہ اللہ کی طرف سے اور اپنی جماعت کی طرف سے سلام پیش کرتا ہوں۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ادارہ: ایک بنیادی سوال سے آغاز کرتے ہیں۔ القاعدہ برصغیر کی اساسی دعوت کیا ہے اور کن مقاصد کے حصول کے لیے اسے تشکیل دیا گیا ہے؟

استاد اسامہ محمود: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمدللہ رب العالمین۔ الصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم۔ رب ا شرح لی صدری و یسر لی امری وحلل عقدۃ من لسانی و یفقھوا قولی۔

ہم ظلم، فتنہ و فساد ختم کرنے، اللہ کا دین غالب کرنے اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے رب کو راضی کرنے نکلے ہیں اور اللہ کی رضا مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی سے مشروط ہے لہٰذا آپ اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہمارا مقصد مسلمان عوام کی ہدایت ہے، ان کی حفاظت اور ان کے ساتھ خیر خواہی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ آج اس زمین پر ظلم، فتنہ و فساد نے جو ڈیرے ڈالے ہیں اس کا خاتمہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جہاد میں رکھا ہے۔ جہاد ہو گا تو یہ قابو ہو گا، جہاد ہو گا تو یہ ختم ہو گا۔ اور جہاد اگر نہیں ہو گا تو اس میں اضافہ در اضافہ ہو گا اور تباہی وبربادی ہو گی۔

اللہ رب العزت کا فرمان ہے؛

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض

"اگر اللہ رب العزت بعض کو بعض کے ذریعے سے نہ روکتے تو زمین میں فساد پھیلتا"۔

علامہ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

لولاقتال و الجہاد لفسدت الارض

"اگر قتال اور جہاد نہ ہو تا تو زمین میں فساد پھیلتا"۔

گویا اس فتنہ وفساد کا رد، ظلم و جبر کے ان اندھیروں کا علاج اللہ نے اس جہاد اور اس قتال میں رکھا ہے جو شریعت کے مطابق ہو۔ پھر یہ بھی حقیقت ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی اور ان کی ہدایت چاہنے کا جو دعویٰ یہ ہم کرتے ہیں یہ دعویٰ سچا نہیں ہو سکتا جب تک تلوار لے کر ایسے ظالموں سے ٹکرایا نہ جائے، ان کا زور نہ توڑا جائے جو اللہ کے دین اور اس کے بندوں کے بیچ رکاوٹ ہیں، جنہوں نے اللہ کی مخلوق کو غلام بنایا ہوا ہے اور جو اللہ کے باغی ہیں۔ آج انہی ظالموں کی وجہ سے انسانیت گمراہ ہو رہی ہے اور انہی کے سبب

تباہی و بربادی کے دہانے پر پہنچی ہے۔ تو اللہ نے ایسے متکبر، ظالموں کے بالمقابل ہمیں محض دعوت یا منت سماجت کا راستہ نہیں بتایا ہے؛ اللہ نے کتاب کے ساتھ تلوار بھیجی ہے، دعوت کے ساتھ قتال بھی فرض کیا ہے۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

فقاتل فی سبیل اللہ لا تکلف الا نفسک و حرض المومنین عسی اللہ ان یکف باس الذین کفروا واللہ اشد باسا و اشد تنکیلا

''اللہ کے راستے میں لڑیئے۔ اگر کوئی اور لڑتا ہے یا نہیں لڑتا، آپ اپنے آپ کے ذمہ دار ہیں؛ آپ لڑیئے، آپ سے آپ کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اور مومنین کو اس قتال پر اس جہاد پر تحریض دیجیے، ان کو ابھاریئے اس قتال پر، انھیں دعوت دیجیے اس قتال کی طرف۔ اللہ تعالیٰ کفر کا زور توڑیں گے''۔

یہ جو نظام جبر، نظام ظلم نظام کفر ہے اس کی قوت، اس کا دبدبہ، اس کی شان و شوکت اللہ تعالیٰ توڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ سکت قوت والا اور سخت انتقام والا ہے۔

لہٰذا ہم کیا چاہتے ہیں؟ ہم ظلم، فتنہ و فساد ختم کرنا چاہتے ہیں۔ ہم اللہ کے دین کو غالب کرنے کی صورت میں اقامت دین چاہتے ہیں، ہم مسلمان عوام کی ہدایت، ان کی حفاظت اور خیر خواہی چاہتے ہیں، پھر ان تمام مقاصد کے حصول کا شرعی راستہ جو اللہ رب العزت نے مقرر کیا ہے وہ دعوت اور جہاد ہے، یا دعوت اور قتال ہے۔ یہ دونوں یعنی دعوت اور جہاد یا دعوت اور قتال ہم ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم سمجھتے ہیں، یہ ہمارا منہج ہے، اس کی طرف ہم اپنی امت کو بلاتے ہیں اور اسی سے ان شاء اللہ مظلوموں کی مدد ہو گی، محروموں کو اس سے اللہ تعالیٰ ان کے حقوق دلوائیں گے، اور اسی سے یہاں کی دبی ہوئی، پسی ہوئی مظلوم عوام کے لیے دنیا و آخرت کی سرخروئی کے راستے اللہ رب العزت کھولیں گے اور یہی دعوت و قتال کا راستہ برصغیر کے اندر ظلم، فتنہ و فساد کی اس تاریک رات کو عدل و انصاف، امن اور برکتوں والی مبارک صبح میں تبدیلی کا باعث ان شاء اللہ بنے گا۔

ادارہ: برصغیر میں تحریک جہاد ایک عرصے سے جاری ہے، آپ کی نظر میں اس تحریک کے کیا اغراض و مقاصد ہیں؟

استاد اسامہ محمود: اپنی جماعت کا نقطۂ نظر آپ کے سامنے رکھتا ہوں کہ ہم بطورِ جماعت ' تحریکِ جہاد برصغیر کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ یہ تحریک یعنی تحریکِ جہاد برصغیر جہاں پاکستان، کشمیر، بھارت، بنگلہ دیش، برما سمیت پورے برصغیر کو اسلامی برصغیر میں تبدیل کرنے کی تحریک ہے، وہاں یہ عالمی تحریک جہاد کا بھی حصہ ہے، یہ اسی جہادی تحریک کا حصہ ہے جو عالمی سطح پر صلیبی، صیہونی، ملحد، مشرک اور لادین اتحاد کے خلاف لڑ رہی ہے۔ پھر یہ تحریک ہمارے نزدیک امارتِ اسلامیہ افغانستان کی جو مبارک مہم ہے اس کا تسلسل ہے۔ یعنی ہم بحیثیت جماعت 'جماعۃ القاعدہ' امارتِ اسلامی افغانستان کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہیں، ہمارے نزدیک ترجیحات میں سے ایک بڑی ترجیح امارت اسلامی افغانستان کا دفاع اور تقویت ہے۔ افغانستان کے اندر بھی امارت اسلامی کے جھنڈے تلے الحمد للہ ہمارے ساتھی، ہمارے مجاہد بھائی لڑ رہے ہیں اور ہم بطور جماعت پاکستان کے مسلمانوں کو، برصغیر کے مسلمانوں کو دعوت بھی دیتے ہیں کہ وہ آئیں اور امارت کے جھنڈے تلے امریکی اتحاد کے خلاف شریعت کے نفاذ کے اس مبارک جہاد میں اپنا حصہ ڈالیں۔ پھر افغانستان سے باہر برصغیر کے اندر بھی امارتِ اسلامی کے دشمنوں کے سامنے بند باندھنا اور ان کے مقابل عوامی سطح پر جہادی تحریک کھڑی کرنا بھی اس تحریک جہاد برصغیر کا ہم مقصد سمجھتے ہیں۔ اس طرح دوسرا یہ ہے کہ عالمی شیاطین کی چیر پھاڑ، لوٹ کھسوٹ اور فساد کا برصغیر میں راستہ روکنا اور ان کے مظالم سے پاکستان، کشمیر، بنگلہ دیش، بھارت اور برما کے مسلمانوں کا دفاع کرنا ہمارے نزدیک اس تحریک کا مطمع نظر ہے۔ اسی طرح اہم اور ایک بڑا مقصد برصغیر کے مسلمانوں کو ان کے حقوق دلوانا ہے، وہ حقوق ان سے چھینے گئے ہیں، ان حقوق میں اہم ترین حق اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ پاک شریعت ہے یعنی یہاں کے لوگ جاہلیت کے تحت رہنے پر مجبور نہ ہوں بلکہ شریعت کے سائے تلے اپنی زندگی گزاریں۔ اسی طرح کا حق آزادی ہے، مسلمان کی جان، مال، عزت آبرو کی حفاظت ہے، یہ سارے حقوق مسلمانانِ برصغیر کو دلوانا ہم تحریکِ جہاد برصغیر کا ہدف سمجھتے ہیں۔

ادارہ: برصغیر میں جاری اس جہادی تحریک میں القاعدہ برصغیر کیا کردار ادا کر رہی ہے؟

استاد اسامہ محمود: الحمدللہ ہماری جماعت جماعۃ قاعدۃ الجہاد برصغیر جس کو ہم مختصراً القاعدہ برصغیر بھی کہتے ہیں تو ہماری جماعت تحریکِ جہاد برصغیر کی کی ایک بڑی داعی ہے۔ اللہ کے فضل سے افغانستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور ہندوستان میں یہ جماعت سرگرمِ عمل ہے، ہمارے مجاہد بھائی دعوت اور قتال دونوں میدانوں میں تحریکِ جہاد برصغیر کے مقاصد کو سامنے رکھ کر آگے بڑھ رہے ہیں، دونوں میدانوں میں اللہ کی مدد و نصرت الحمدللہ شامل حال ہے، شہادتوں، قید و بند اور دربدریوں کا بھی سامنا ہے مگر اللہ کا فضل ہے کہ قندھار سے اسلام آباد، ڈھاکہ اور دہلی تک غزوۂ ہند کی اس مبارک دعوت میں یہ قافلہ اپنے خون سے رنگ بھر رہا ہے اور اللہ سے امید ہے کہ ان آزمائشوں سے نہ صرف ہماری جماعت بلکہ پوری تحریکِ جہاد برصغیر ان شاءاللہ ان شاءاللہ سرخرو اور قوی بن کر نکلے گی۔

ادارہ: اور برصغیر میں آپ کے اہم دشمن اور ترجیحی اہداف کیا ہیں؟

استاد اسامہ محمود: سب سے پہلا ہدف غنڈوں کا سرغنہ امریکہ ہے، اس لیے کہ امریکہ اسلام اور اہل اسلام کا سب سے بڑا دشمن ہے۔ اس کے ہاتھ امتِ مسلمہ کے خون سے رنگین ہیں۔ دنیا بھر میں اسلام کے خلاف ظالموں کا یہی پشتیبان ہے اور یہی اس عالمی نظامِ ظلم کا سب سے بڑا محافظ اور سردار ہے، اس لیے برصغیر کی اس زمین کو امریکی خباثت کے لیے علاقہ ممنوعہ بنانا اور اس کی سازشوں اور اس کے ظلم سے یہ خطہ صاف کرنا اور اسے یہاں اپنے مفادات کے تحفظ میں ناکام کرنا ہماری اولین ترجیح ہے۔

دوسرا ہدف بھارت ہے۔ وہ بھارت جو مشرک، غاصب اور ظالم ہے، جس نے کشمیر پر قبضہ کیا ہوا ہے اور آئے روز ہماری کشمیری ماؤں بہنوں اور بھائیوں پر مظالم ڈھاتا ہے۔ اسی بھارتی ریاست کی سرپرستی میں بنگال سے آسام اور گجرات تک ہمارے مسلمان بھائیوں کے خون سے ہولی کھیلی جا رہی ہے۔ پھر یہ بھارت آج اسلام اور مسلمانوں کے خلاف امریکہ اور اسرائیل سمیت تمام عالمی شیاطین کا حلیف ہے، تو پاکستان، بنگلہ دیش، بھارت بلکہ پورے برصغیر میں بھارتی ریاست کے مفادات کو نشانہ بنانا ہمارا دوسرا بڑا ہدف ہے۔

تیسرے نمبر پر وہ قوتیں ہمارا ہدف ہیں جو تحریک جہاد کی دشمن ہیں، اس کے خلاف لڑ رہی اور اس پر عالمی کفر سے رقم بٹور رہی ہیں۔ پاکستان پر قابض جرنیل، ان کے مسلح کارندے اور حکمران طبقہ اس کی واضح مثال ہیں۔ یہی وہ ناسور ہیں جن کا کاروبار تحریکِ جہاد کو جڑوں سے اکھاڑنا ہے، جب اس میں انہیں کامیابی نہیں مل سکتی ہو تو اسے بے اختیار کرنا، عالمی غنڈوں کے تابع کرنا اور اس کے مبارک ثمرات کو ان کافروں کی گود میں رکھنا یہ اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔ تو یہ ظالم تحریک جہاد اور اسلامی بیداری کے خلاف ہر ملحد اور ہر کافر کے دست و بازو رہے ہیں اور ابھی بھی ہیں۔ انہی کے سبب آج پاکستان دنیا بھر کی مجرم ایجنسیوں کی آماجگاہ بن گیا ہے اور انہی کے سبب یہ خطہ اللہ کی شریعت سے، اللہ کی رحمت سے محروم ہے اور یہاں ظلم و فساد کا راج ہے۔ یہاں چونکہ اہداف کی بات ہوئی اس لیے میں عرض کروں کہ الحمدللہ القاعدہ برصغیر کا لائحہ نشر ہو چکا ہے اور اس میں ہمارے مقاصد اور طریقہ کار سمیت ہمارے جہادی اہداف و اصول و ضوابط بھی درج ہیں تو تمام مسلمان بھائیوں کو بالخصوص مجاہدین کو، اپنی جماعت سے منسلک متعلق بھائی ہیں ان کو اور جماعت سے باہر دیگر بردار جہادی جماعتوں میں جو ہمارے عزیز بھائی ہیں ان سب کی خدمت میں یہ لائحہ پڑھنے کی میں گزارش کرتا ہوں۔

ادارہ: امریکہ، بھارت اور ساتھ پاکستانی فوج کو بھی دشمن قرار دینا اور ان کے ساتھ لڑنا جنگی حکمت عملی کے ساتھ مناسب ہے؟

استاد اسامہ محمود: حقیقت یہ ہے کہ ہم پاکستانی فوج کو دشمن کہیں یا نہ کہیں یہ دشمن ہے اور یہ شریعت کے خلاف، اہل دین کے خلاف، تحریک جہاد کے خلاف اور مجاہدین کے خلاف لڑ رہی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ دشمنوں کی تعداد جنگ میں کم کرنا اولین ترجیح ہوتی ہے لیکن اپنے خلاف لڑنے والے دشمن سے آنکھیں بند کرنا اپنی دعوت، اپنے جہاد اور اپنی تحریک کو خود اپنے ہاتھوں تباہ کرنے کے مترادف ہے۔ آج پاکستانی فوج اور ظالمانہ نظام شریعت اور جہاد کے راستے میں مکمل طور پر حائل ہیں۔ ایسے میں ہم لامحالہ اس دشمن کے خلاف جنگ میں اترنے پر مجبور ہیں۔ یہاں میں یہ بھی عرض کر دوں کہ پاکستانی فوج کی اسلام دشمنی کی تاریخ دیکھ کر اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ غلبۂ دین کی تحریکیں جب تک اپنی دعوت کے دفاع کے لیے اس فوج کے خلاف میدان عمل میں نہیں اترتیں، تب تک یہ تحریکیں ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا سکتیں اور تب تک برصغیر میں کسی بھی ظالم کا راستہ نہیں روکا جا سکتا۔

ادارہ: بنگلہ دیش کے حالات آپ کے سامنے ہیں، آپ بنگلہ دیش کی موجودہ صورتحال کو کس نظر سے دیکھتے ہیں اور وہاں کے مجاہدین کے لیے آپ کی کیا ترجیحات ہیں؟

استاد اسامہ محمود: بنگلہ دیش کے مسلمان آج انتہائی نازک صورتحال سے گزر رہے ہیں اور اس جگہ تک پہنچانے میں پاکستانی فوج کا کردار اس ظالم، شریعت کی دشمن، امت کی اس خائن فوج کا حصہ بھارتی ریاست سے کسی بھی طور پہ کم نہیں ہے۔ ۱۹۷۱ء میں پاکستانی فوج کے شرمناک مظالم یہ غیور قوم آج تک نہیں بھول سکی۔ یہ قوم اسلام کی خاطر پاکستان کا حصہ بنی تھی مگر اسلام دشمن پاکستانی فوج کے کرتوتوں اور مظالم نے انہیں پاکستان سے جدا کر دیا۔ بھارت نے اس سے فائدہ اٹھانا تھا اور خوب فائدہ اٹھایا، نتیجتاً بنگلہ دیش کی ریاست مکمل طور پر بھارت کی غلام بن گئی ہے۔ یہاں کی فوج، پولیس، عدلیہ اور میڈیا سب آج بھارتی زبان بولتے اور اس کے احکامات پر عمل کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ جہاں تک عوام کا تعلق ہے تو الحمدللہ یہاں توحید کے فرزندوں اور شمع رسالت کے پروانوں کی کبھی کمی نہیں رہی ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایسے اہل ایمان پر زمین انتہائی تنگ کی گئی ہے۔ بتوں اور گائے کے ان پجاریوں کا ہدف مسلمان عوام کو اس کے قیمتی ترین اثاثے ایمان سے محروم کرنا اور مکمل طور پر اپنا غلام بنانا ہے۔ افسوس کہ آج بنگلہ دیش میں چور، لٹیرے، بدطینت، لادین اور ملحدین کو تو عزت اور اکرام سے نوازا جارہا ہے جبکہ اہل دین کو قوم، ملک، ملت بلکہ انسانیت تک کا دشمن بتا کر ان پر مظالم کیے جاتے ہیں اور ان کی تضحیک کی جاتی ہے۔ ۲۰۱۳ء میں ڈھاکہ کے اندر ایک دینی اجتماع پر شب خون مارنا اور محض ایک رات میں خاموشی کے ساتھ ہزار سے زیادہ مسلمانوں کو شہید کرنا۔ پھر بھارت کے ساتھ لگے سرحدی علاقے ساتھ کھیرہ ضلع کے اندر بھارتی فوج کا خود اس بنگلہ دیش کے اندر گھسنا اور بنگلہ دیشی فوج کے ساتھ مل کر پچاس سے زیادہ مسلمانوں کو تہہ تیغ ڈالنا اور ان کے گھر بار تباہ کرنا، کاش یہ وارداتیں آخری ثابت ہوتیں مگر ایسا نہیں ہے اور آج بہت افسوس کی بات ہے کہ آج ایک طرف اہل ایمان کی پھانسیوں، قتل در قتل اور قید و بند کا سلسلہ زوروں پر ہے تو دوسری طرف دین دشمن ملحدین اور گستاخانِ رسول جیسی رذیل ترین مخلوق کو مکمل پشت پناہی حاصل ہے۔ غرض طویل عرصہ سے بنگلہ دیش کے مسلمانوں پر ایک جنگ مسلط ہے جو درحقیقت سیکولرازم کے روپ میں مشرک ہندوؤں کی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف جنگ ہے۔ ایسے میں بنگلہ دیش کے مسلمان جانتے ہیں کہ ان پر جہاد فرض ہو چکا ہے۔ یہ جہاد بنگلہ دیش میں بھارتی دین دشمنی کے خلاف دفاع کے عنوان سے ہو یا کشمیری اور بھارتی مسلمانوں کی نصرت کے نام پر، ہر صورت میں بھارتی ریاست کے خلاف اٹھنا فرض عین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہماری جماعت کے نزدیک بھی بنگلہ دیش بلکہ پورے برصغیر میں بھارتی ریاست ایک اہم اور بڑا ہدف ہے۔

ادارہ: آپ یہاں بنگلہ دیش میں موجود جماعت سے منسلک بھائیوں کے نام کوئی پیغام دینا چاہیں گے؟

استاد اسامہ محمود: میں بنگلہ دیش کے اپنے انتہائی محبوب، بہادر اور مجاہد بھائیوں سے یہ گزارش کروں گا کہ بنگلہ دیش کے مسلمانوں کو جہاد کی اس عبادت کی طرف بلانے اور غزوۂ ہند کی اس عظیم تحریک کو یہاں کھڑا کرنے کے لیے اللہ نے آپ کا انتخاب کیا ہے۔ بنگلہ دیش کے مسلمانوں کے دین اور دنیا کی حفاظت آپ پر فرض ہے اور اس فرض کی ادائیگی میں اپنی قوم کو انتہائی دلسوزی کے ساتھ اپنے ساتھ شانہ بشانہ کھڑا کیجیے، اس میں آپ کامیاب ہوئے تو بنگلہ دیش میں بھی آپ اسلام اور اہل اسلام کی مدد کر سکیں گے اور کشمیر سے برما تک بلکہ پورے برصغیر کے مسلمانوں کے سینوں کی آپ ٹھنڈک کر دیں گے۔ آپ اپنے ہتھیاروں کا رخ مشرک، نجس اور ظالم بھارتی ریاست کی طرف رکھیے جو ڈھاکہ اور ساتھ کھرا سے لے کر کشمیر اور احمد آباد بلکہ پورے برصغیر کے اہل ایمان کا دشمن اور مجرم ہے۔ اس مشرک اور خسیس دشمن کے خلاف آپ آگے بڑھیے۔ اگر آپ کے اس راستے میں کوئی رکاوٹ بنتا ہے تو پھر آپ بھی انہیں اپنے عمل سے یہ پیغام دیجیے کہ آپ اپنے جہاد، اپنی تحریک اور اپنی دعوت کا دفاع بھی خوب جانتے ہیں۔ اللہ آپ کی نصرت فرمائے اور آپ کے ذریعے برصغیر میں توحید اور جہاد کا یہ مبارک علم بلند کر دے۔ آمین

☆☆☆☆☆

صوبہ لغمان کا ۸۰ فیصد علاقہ امارت اسلامیہ کے مجاہدین کے زیر تسلط ہے

صوبہ لغمان کے گورنر کے ساتھ انٹرویو

حال ہی میں صوبہ لغمان میں امارت اسلامیہ کی جانب سے مقرر کردہ گورنر سے انٹرویو کیا گیا، جس میں داعش سمیت دیگر اہم اور دلچسپ امور کا احاطہ کیا گیا۔ اس انٹرویو میں آپ جانیں گے اور آپ کو یہ احساس ہوگا کہ کس طرح بیرونی غاصب، خبیث سازشوں اور بھاڑے کی سپاہیوں کے ذریعے کسی ملک کی بنیاد اور قومی مفادات کو سبوتاژ کرتے ہیں۔

سوال: قابلِ احترام گورنر صوبہ لغمان، سب سے پہلے تو آپ صوبہ کی سیکورٹی اور جہادی صورتحال پر روشنی ڈالتے ہوئے امارت اسلامیہ کے زیرِ کنٹرول علاقوں اور کٹھ پتلی حکومت کے زیرِ کنٹرول علاقوں کے متعلق بتائیے؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے صوبہ لغمان کا قریب قریب ۸۰ فیصد علاقہ امارت اسلامیہ کے مجاہدین کے زیر تسلط ہے۔ جبکہ کچھ راستوں اور مرکزی عمارات کو کٹھ پتلی حکومت کے اہلکار کنٹرول کر رہے ہیں۔ لیکن وہ نہ تو باہر سڑکوں پر محفوظ ہیں اور نہ ہی ان عمارتوں کے اندر وہ حفاظت سے ہیں۔ کیونکہ وہ ہر دم جرّی مجاہدین کے متواتر حملوں کی زد میں ہیں۔ مختصراً ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجاہدین کا حوصلہ بلند ہے اور اس کے برعکس دشمن قوتیں دن بہ دن اپنی ہمت کھوئے جا رہی ہیں۔

سوال: ہمیں یہ رپورٹس ملی ہیں کہ بیرونی غاصب اور ان کے مددگار مقامی اہلکار چھاپوں اور آپریشنز کے دوران شہریوں کو قتل کرنے، ان کی املاک کو لوٹنے اور ان کے مکانات کو تباہ کرنے جیسے ہر طرح کے ظلم کرتے ہیں۔ اگر یہ رپورٹس سچی ہیں تو ان سارے مظالم کے پیچھے دشمن کے کیا مقاصد ہیں؟

جواب: بالکل! شہری رہائشی علاقوں میں ظالمانہ چھاپے مارے جاتے ہیں اور بیرونی غاصب قوتیں اور ان کے مقامی مددگار فورسز شہریوں پر اندھا دھند بمباری کرتی ہیں۔ محض مجاہدین کو رہائش دینے کے شک کی بنا پر لوگوں کے گھروں کو نذر آتش کر دیا جاتا ہے۔ خاص طور پر ضلع الینگار کے معصوم شہریوں پر سخت تشدد کر کے ان پر شدید مظالم ڈھائے گئے ہیں اور یہ فورسز ان کے بڑے نقصانات کی وجہ بنی ہیں۔ یہ بیرونی حملہ آوروں کی پرانی عادت رہی ہے کہ جب بھی میدان جنگ میں انہیں شکست و ذلت کا منہ دیکھنا پڑتا ہے تو وہ اپنا غصہ عام شہریوں پر ظلم کر کے نکالتے ہیں۔ (یہاں ان کا مقصد یہ ہے کہ) عوام مجاہدین کی حمایت کرنا ترک کر دے۔ لیکن ان شاء اللہ بیرونی غاصبوں اور مقامی فورسز کی یہ خبیث خواہش کبھی پوری نہیں ہوگی کیونکہ افغان لوگ نیک اور بہادر ہیں۔ لہٰذا ان ظالمانہ حربوں کی وجہ سے بجائے مجاہدین کی حمایت ترک کرنے کے وہ ہر محاذ پر پہلے سے بھی زیادہ مضبوطی کے ساتھ ان کا ساتھ دیں گے۔ اس طرح کے مظالم دشمن کی ذلت آمیز شکست اور ہماری سرزمین سے اس کی حتمی پسپائی کی علامت ہیں۔

سوال: جناب گورنر! کیا آپ کے پاس کوئی ٹھوس ثبوت یا معلومات ہے جو یہ ثابت کر سکے کہ امریکہ یا کٹھ پتلی حکومت افغانستان میں داعش کو مالی مدد فراہم کر رہی ہے اور اس کو فروغ دے رہی ہے؟

جواب: جی بالکل! جیسے ہی ہم نے لغمان صوبے میں داعش کے خلاف آپریشن کا آغاز کیا تو امریکی ڈرون اور بی-۵۲ طیارے ہم پر بمباری کرنے اور ہماری توجہ ہٹانے کو آ پہنچے۔ ہمارے خلاف دو ڈرون حملے کیے گئے جس میں چار مجاہدین شہید ہوئے۔ تمام ہی لوگوں نے دیکھا کہ کس طرح امریکہ داعش کی مدد کرنے آ نکلا۔ جب ہم نے کندہ گل کا علاقہ اپنے قبضہ میں لے لیا تو وہاں داعش کے مقامی رہنما فیروز کے گھر سے کچھ دستاویزات ہمارے ہاتھ لگیں۔ ان دستاویزات میں امریکی جھنڈوں والے کارڈ بھی تھے جن پر داعش کے اراکین کے نام، پتے اور تصاویر درج تھیں۔ وہاں پر ایسے کاغذات بھی ہمیں ملے جن پر کٹھ پتلی حکومت کی وزراتِ دفاع کے سرکاری لوگوں کے نام لکھے تھے۔ ان کاغذات پر لکھا تھا کہ اس شخص کو اپنی حفاظت کے لیے ایک امریکی پستول اور دوسرے ضروری ہتھیار رکھنے کا حق حاصل ہے اور ضرورت پڑنے پر اس شخص سے تعاون کیا جائے۔

مجاہدین نے داعش کو لغمان صوبہ سے کنڑ صوبہ میں دھکیل دیا تھا۔ جب صوبہ کنڑ کے ضلع چپہ درہ کی وادی دیگال پر مجاہدین نے کنٹرول حاصل کر لیا تو وہاں داعش کے سرگرم کارکن قاری عبید کے گھر سے ایک ڈبہ پایا گیا۔ جس میں قاری عبید کے بھائی کی نیشنل سیکورٹی صلاح کار اور سابق وزیر داخلہ حنیف اتمر کے ساتھ تصاویر موجود تھیں۔ اسی طرح کے متعدد دستاویزات پائے گئے جن سے داعش کے بیرونی غاصبوں اور مقامی کٹھ پتلی حکومت سے روابط کا واضح ثبوت ملتا ہے۔

اسی طرح کندہ گل علاقے پر امریکی بمباری کی داعش کو پہلے سے ہی اطلاعات تھیں تاکہ وہ محفوظ ٹھکانوں کی طرف جا سکے۔ اگرچہ امریکہ نے بعد میں یہ اعلان کیا کہ اس بمباری میں داعش کے بھی کچھ جنگجو مارے گئے ہیں، لیکن وہ تمام دعوے غلط تھے تاکہ لوگوں کو دھوکہ دیا جا سکے۔ وہ تمام فضائی حملے داعشی جنگجوؤں کو مارنے کے نام پر کیے تو گئے مگر ایک بھی داعشی نہیں مارا گیا اور یہ سب (عوام کو دھوکہ دینے کی) ایک سازش کا حصہ تھا۔

سوال: لغمان صوبہ میں داعش کو کچلنے میں لوگوں نے کس حد تک تعاون کیا؟

جواب: صوبہ لغمان کے جذبۂ دین سے سرشار لوگوں نے اس برائی کے خلاف مجاہدین سے بڑی حد تک تعاون کیا۔ درحقیقت علما، عوام، سرداران سب ہی نے ہمارے ساتھ زبردست تعاون کیا اور ہمیں یقین ہے کہ وہ مستقبل میں بھی اس مصیبت کے خلاف ہمارے ساتھ کھڑے ہونے میں نہیں گھبرائیں گے۔

(بقیہ صفحہ ۳۶ پر)

استاد اسامہ محمود حفظہ اللہ

استدعا: وطن عزیز میں ہر آئے روز کے ساتھ دین مغلوب جبکہ مغربیت اور لادینیت ایک نہ تھمنے والے طوفان کی صورت میں مسلسل غالب ہو رہی ہے، نتیجتاً ہماری محبوب قوم اس دنیا میں بھی شریعت کی برکتوں سے محروم، انتہائی تنگی اور بے سکونی کی زندگی گزار رہی ہے اور خدشہ ہے کہ آخرت میں بھی وہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ناراضگی اور ناکامی و نامرادی کا سامنا ہو، سیاسی دینی جماعتوں سے وابستہ ہمارے بھائی اس طوفان کے مقابل کیوں مکمل طور پر غیر مؤثر ہیں؟ پھر وہ کیا مطلوب اور آسان راہ عمل ہے کہ جس پر چل کر اللہ کے دین کی مدد ہو سکتی ہے؟

اس مختصر سے پیغام میں ان امور کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، دینی سیاسی جماعتوں سے وابستہ ہر قائد اور کارکن تک یہ پیغام پہنچانے کی استدعا ہے۔

کہاں ہیں وہ جنہیں دین کے دفاع کو اٹھنا تھا...؟

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علی رسول اللہ

رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي

پاکستان میں بسنے والے میرے عزیز اہل دین بھائیو!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میرے وہ بھائیو جن کے دلوں میں دین کی محبت ہے اور جو دین داری کے عنوان سے پہچانے جاتے ہیں، پھر ان میں بھی بالخصوص ان بھائیوں سے آج ہم مخاطب ہیں جو کسی مذہبی سیاسی جماعت سے وابستہ ہوں...اور ایسے وقت میں آپ کے سامنے یہ گزارشات رکھ رہے ہیں جب الیکشن کا ہنگامہ ختم ہوئے کچھ ہی عرصہ گزرا ہے۔ آپ کے صرف چند امیدوار ہی اسمبلیوں میں پہنچے اور ماضی کی طرح آج بھی آپ اس پر پریشان ہیں۔ اسی طرح آپ انتخابات میں دھاندلی کی شکایت بھی کر رہے ہیں، دھاندلی ہوئی یا نہیں ہوئی؟ یہ ہمارا موضوع نہیں ہے، بلکہ یہاں ہمارے مد نظر اس سے اہم تر امور ہیں اور انہی پر ان شاءاللہ گفتگو ہو گی۔ یہ گفتگو چار مختصر نشستوں پر مشتمل ہو گی، اللہ اسے ہم سب کے لیے نافع ثابت کرے، آمین۔

محترم بھائیو!

ہو سکتا ہے کہ آپ میں سے کوئی یہ سمجھے کہ ہم مجاہدین آپ کے حریف یا خدانخواستہ آپ کے بدخواہ ہیں، تو میرے بھائیو اور بزرگو! ایسا قطعاً نہیں ہے، ہم اگر آپ کے لیے اس جمہوری سیاست پر راضی نہیں ہیں، تو اللہ گواہ ہے کہ ہم خود اپنے لیے بھی اسے پسند نہیں کرتے، بلکہ اس راستے کو اپنے دین اور آخرت کے لیے خطرہ سمجھتے ہیں۔ عزیز بھائیو! آپ اہل دین ہیں اور آپ کا یہ شعار، آپ کی یہ پہچان اس سے کہیں زیادہ اعلیٰ اور ارفع ہے کہ آپ اس سراسر شر والے راستے پر، ابلیس کی بنائی گئی ان بھول بھلیوں میں بھٹکتے پھریں اور اس کے نتیجے میں دین دشمنوں کو اہل دین کے اوپر ہنسنے کا موقع ملتا رہے... لہٰذا آپ یقین رکھیے کہ ہم آپ کے بدخواہ نہیں، خیر خواہ ہیں... آپ کے دشمن نہیں، آپ کے بھائی ہیں... اور ان شاءاللہ آپ کے لیے ہم کبھی کوئی ایسی چیز پسند نہیں کریں گے جو خود اپنے لیے ہمیں ناپسند اور ناگوار ہو۔ اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ہے:

لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ

"تم میں سے اس وقت تک کوئی (کامل) مومن نہیں بن سکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے بھی وہ کچھ پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہو"۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب ہم آپ سے مخاطب ہوتے ہیں تو خود ہماری طرف بھی یہ سوال پلٹ سکتا ہے کہ خود تم مجاہدین نے دین کی کون سی نصرت کی ہے؟ تم نے اہل باطل کا کون سا راستہ روکا اور امت کے زخموں پر کون سا مرہم رکھا؟ تو ہم سمجھتے ہیں ...اور واللہ اعلم اس میں ان شاءاللہ مبالغہ نہیں ہو گا کہ الحمدللہ مجاہدین نے مقدور بھر کوشش ضرور کی ہے، انہوں نے اپنے پاس، اپنے دامن میں کچھ بھی بچا کر نہیں رکھا بلکہ اس دین پر، اس کی دعوت و دفاع پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مظلوم امت پر وہ سب کچھ نچھاور کیا ہے جو ان کے پاس تھا اور الحمدللہ آج بھی افغانستان سے یمن و مالی تک بلکہ پوری دنیا میں اللہ کے یہ بندے اپنا فرض ادا کر رہے ہیں۔

ہم آپ سے پیشگی طور پر اپنے اس دکھ کا بھی ذکر کرتے ہیں کہ جہاد کا نام داعش جیسے مجرمین نے بھی لیا، انہوں نے جہاد کو بدنام کیا، جہاد کا مبارک نام استعمال کر کے وہ جرائم کیے، اسلام اور اہل اسلام تک پر وہ مظالم ڈھائے جن سے کفر اور اہل کفر کو بہت فائدہ ہوا، اس طرح خفیہ ایجنسیاں بھی آج اپنے جرائم کو داعشی فسادیوں کے سر تھوپ رہی ہیں تاکہ جہاد اور اہل جہاد خوب بدنام ہوں اور ظلم وفساد کی یہ رات کبھی ختم نہ ہو۔

پھر ہمیں اس کا بھی اعتراف ہے کہ خود اہل خیر مجاہدین بھی فرشتے نہیں، انسان ہیں، ان سے بھی خطائیں ہو سکتی ہیں، لہٰذا ہمارا مطالبہ یہ نہیں ہے کہ جہاد کے نام پر جس نے جو کچھ کیا وہ ٹھیک ہے اور آپ بھی وہ سب کچھ کریں بلکہ ہماری دعوت یہ ہے کہ اللہ کے اس دین کا جو مطالبہ ہے اور شریعت کا جو تقاضا ہے، اس پر ہم اور آپ عمل کریں، قیامت کے دن ہم سے کسی دوسرے کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا بلکہ باز پرس جو ہوگی وہ ہم سے ہمارے موقف اور ہمارے عمل کے بارے میں ہوگی۔ لہٰذا کسی نے دین کی نصرت کی ہے یا نہیں کی، ہم اور آپ اٹھیں، دین کی نصرت کے لیے اپنی کمر کس لیں اور اُن خطاؤں سے بھی بچیں جن کے سبب دوسرے اس دین کی کما حقہ مدد نہیں کر سکے۔ یہی مطلوب ہے اور اسی کا اللہ کے یہاں پوچھا جائے گا۔

میرے بھائیو اور بزرگو!

پاکستان میں آج اللہ کے اس دین پر انتہائی نازک وقت آیا ہے، ایسا وقت جو شاید کبھی پہلے نہیں آیا ہو، یہ دین آج زبان حال سے "مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ " اور "كُونُوا أَنْصَارَ اللَّه "کی پکار لیے کھڑا ہے... ہم میں سے ہر ایک سے یہ دین مخاطب ہے کہ کوئی ہے جو اللہ کی مدد کرے؟ کوئی ہے جو جاہلیت کے اس شور شرابے کے اندر اس دین کے اصل موقف اور بنیادی پیغام کا جھنڈا اٹھائے؟ کوئی ہے جو آج پاکستان میں لادینیت کے اس طوفان کے مقابل دفاعِ دین کا عنوان بن کر کھڑا ہو؟ یہ دین ہم سے اور آپ سے مخاطب ہے کہ کون ہے جو جاہلیت کے ان بیوپاریوں اور اندھیروں کی ان چمگادڑوں سے مرعوب ہونے کی بجائے خم ٹھونک کر، ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اور ان کی ذلت وپستی جبکہ اسلام کی عظمت اور شریعت کی قدر و منزلت دنیا پر ثابت کرے؟

واللہ میرے بھائیو! آج جس طرح دین کی دعوت، اس کی روح اور اس کے تقاضے خود ہم اہل دین کے یہاں اجنبی بن رہے ہیں آج سے پہلے کبھی شاید ایسا نہیں تھا۔ عزیز بھائیو! آپ ہی بتائیے! کیا یہ سچ نہیں ہے کہ آج یہاں اہلِ دین کی طرف سے ہر سیاسی نعرہ اور ہر عوامی مطالبہ تو موجود ہے، مگر خود اسلام کا کیا تقاضا ہے؟ اسلام کا کیا مطالبہ ہے؟ اس دین کی کیا ترجمانی ہے اور اس کا نکتہ نظر...؟!!! یہ کہیں سنائی نہیں دیتا۔ یہاں کتنے ایشوز ایسے ہیں کہ جن پر ہمارے اہل دین کا موقف لادینوں کے برعکس اور اسلام ہی کا ترجمان ہو؟ آج ہم اپنے دیندار بھائیوں کی زبانی صبح وشام جمہوریت کی تعریف و تمجید، آئین سے وفا داری اور آئین کی بالادستی کی رَٹ تو سنتے ہیں مگر اللہ سے وفاداری، خالص قرآن وسنت کی بالادستی، اتباعِ شریعت کی دعوت اور نفاذِ شریعت کی ضرورت کہیں نہیں سنتے، آج عوام کے سامنے ترقی اور خوشحالی لانے کے نمائشی وعدے تو ہو رہے ہیں مگر عوام کو رب کی اطاعت اور اس کے حقوق ادا کرنے کی طرف بلانا کہیں نظر نہیں آرہا۔ اس ملک میں وطن پرستی اور قوم پرستی کے جھنڈے اٹھانے والے تو بے شمار ہیں لیکن ناپید اگر ہیں یا کمی اگر ہے تو اُن اہل دین کی یہاں کمی ہے جن کی پہچان وطن پرستی کی جگہ خدا پرستی ہوتی تھی اور جو ایک کلمہ، ایک کعبہ، ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ایک امت کا دعویٰ کرتے تھے۔ میرے بھائیو! وہ اہل دین آج کہاں ہیں جنہوں نے بے دینی اور منکرات کے اس غلیظ سیلاب کے سامنے بند باندھنا تھا؟ وہ فرزندان توحید آج کہاں غائب ہیں جنہوں نے مغربیت اور لبرل ازم کے ان بدتمیز طوفانوں کو پیچھے دھکیلنا تھا؟ ان اللہ کے بندوں کو ہم کہاں ڈھونڈیں جنہوں نے یہ دعویٰ کرنا تھا کہ یہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے شیدائیوں کا ملک ہے اور یہاں لبرل ازم، کیپیٹل ازم اور سیکولر ازم نہیں چلے گا بلکہ یہاں اسلام اور صرف اسلام چلے گا۔ آپ ہی بتا سکتے ہیں میرے عزیزو! کہ باطل کی اس پیش قدمی در پیش قدمی کے سامنے دفاعِ دین کے یہ اہم ترین مورچے اور غلبۂ دین کے یہ سب محاذ آج بالکل خالی اور ٹھنڈے کیوں پڑے ہیں؟

عزیز بھائیو! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے:

حَاسِبُوا أَنْفُسَكُمْ قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوا!

"اپنا محاسبہ کرو، اس سے پہلے کہ تمہارا محاسبہ ہو جائے"۔

آیئے ہم سب اہل دین تھوڑا سا اپنا محاسبہ کر لیں، اپنے سفر کا جائزہ لیں۔ قیام پاکستان سے لے کر آج تک کے اس سفر میں کیا ہم اہل دین آگے بڑھے ہیں؟ کیا ہمیں واقعی یقین ہے کہ یہاں اسلام غالب ہو رہا ہے یا معاملہ بالکل اس کے برعکس ہے۔ عزیز بھائیو اور بزرگو! آپ خود فیصلہ کیجئے، اپنے اپنے دل ٹٹول لیجئے، کیا آپ مطمئن ہیں کہ اس جمہوری راستے پر آپ نفاذِ شریعت کی منزل کی طرف پیش قدمی کر رہے ہیں؟؟ دین دشمن مغلوب ہو رہے ہیں؟ بے دینی اور بے حیائی کا راج ختم ہونے لگا ہے؟ منکرات کم ہو رہے ہیں اور قوم کا دین بچانے میں آپ کو کامیابی مل رہی ہے؟ ہمیں ماننا چاہئے، اعتراف کرنا چاہیے کہ ہر نئے دن کے ساتھ پاکستان میں لبرل ازم کے نام پر لادینیت اور ظلم و فساد کا تسلط مضبوط سے مضبوط تر ہو رہا ہے، باطل نت نئے روپ میں ہر سُو چھایا جا رہا ہے جبکہ حق لاوارث، اجنبی اور مغلوب سے مغلوب تر ہو رہا ہے۔ افسوس کی بات تو یہ ہے میرے بھائیو! کہ اہل دین جو کبھی اسلامی انقلاب اور نفاذِ شریعت کی دعوت دیتے تھے، اس مبارک مقصد کی خاطر اپنے کارکنوں اور عوام کو لاٹھی اور گولی تک کھانے کے لیے تیار کرتے تھے، آج انہیں یہ منزل ملی یا نہ ملی، مگر آج خود اس منزل کی دعوت تک سے وہ محروم ہو گئے، غرض جنہوں نے باطل کے خلاف مزاحمت کرنی تھی وہ آج باطل ہی کے ساتھ تعاون اور مفاہمت کرتے نظر آتے ہیں

پاکستان کے اے اہل دین بھائیو!

ایک حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے، کہ آج غلبۂ اسلام کے اس معرکے میں ہماری دینی سیاسی جماعتوں نے اپنی شکست مکمل طور پر تسلیم کر لی ہے۔ لادینیت کا غلبہ دل و جان سے قبول کیا جا چکا ہے۔ منکرات کے تابڑ توڑ حملوں کے مقابل ہتھیار رکھے جا چکے ہیں اور اس سیلاب کے مقابل عافیت 'سیلاب ہی کے رو میں بہنا اور بہتے چلے جانا سمجھا گیا ہے۔ آپ سیاسی قائدین کے قول و عمل دیکھیے، ایک مایوسی ہے جو لہجوں سے ٹپک رہی ہے! ایک مداہنت ہے جو قول و عمل سے واضح ہے۔ جنہوں نے باطل مٹانے کی تحریک چلانی تھی آج وہ باطل ہی کے تحت جینے، اُسے راضی کرنے اور اُس سے فوائد سمیٹنے کی بھیک مانگتے نظر آتے ہیں۔ یہاں سیکولرز اور لبرل لادینوں کی سمت متعین ہے، ان کا مدعا، نصب العین اور راستہ بھی واضح ہے، وہ خود علی الاعلان اس کا اظہار بھی کرتے ہیں اور آگے سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ لیکن سمت اگر واضح نہیں ہے، نصب العین اور راستے سے یہاں محروم اگر کوئی ہے تو وہ یہی ہمارے دیندار سیاسی بھائی ہیں۔ اس ساری صورت حال کا نتیجہ یہ ہے کہ آج قیام پاکستان کا مقصد فوت ہو رہا ہے، قوم کی دنیا بھی تباہ ہو رہی ہے اور آخرت بھی، بے چینی، بے سکونی اور بے مقصدیت ڈیرے ڈال رہی ہے اور ہماری آئندہ نسلیں تک جاہلیت اور بے دینی کے اُس سمندر میں غرق ہو رہی ہیں کہ جہاں اللہ کی رحمت اُترنے کی جگہ اس غیور ذات اقدس کی ناراضگی اُترا کرتی ہے اور جہاں پوری کی پوری قوم مجرم بن جاتی ہے۔ سچ یہ ہے میرے عزیزو! کہ ان اندھیروں کے اسباب خارجی نہیں، داخلی ہیں اور یہی ہماری ذلت و ناکامی کی اصل وجوہات ہیں، ان کی طرف توجہ دیئے بغیر کوئی ایک قدم بھی آگے نہیں بڑھا جا سکتا۔

میرے بھائیو اور بزرگو! ہمیں کہنے دیجیے کہ ان اسباب میں سے اہم ترین سبب، اہم ترین وجہ ــــــ اہل دین کی یہ جمہوری سیاست ہے۔ اب اس جمہوریت میں کون سی ایسی برائی ہے کہ جس نے اہل دین کو ان کے مقصد و ہدف تک سے محروم کیا؟ اس پر ان شاء اللہ اگلی نشست میں بات ہو گی۔

جزاكم الله خيرًا

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين

والسلام عليكم ورحمة الله وبركاته

☆☆☆☆☆

ایک طرف دنیا کی بڑی طاقت امریکہ، یورپ کی NATO افواج، منافقین، بے ضمیر مسلم مسلم حکمران اور افواج، جو امریکہ کے شکاری کتے جیسے ہیں، روٹی کے لیے اپنے دین و ضمیر کو بیچ چکے۔ ایک طرف جدید ٹیکنالوجی، بم بارود اور اسلحہ اور دوسری طرف مخلص مجاہدین۔ دونوں طاقتوں کا موازنہ کیا جائے تو طالوت اور جالوت والا میدانِ جنگ دکھائی دے رہا ہے۔

طالبان پہلے جماعت تھے، اب تحریک بن چکے ہیں۔ پہلے یہ افغانستان میں تھے، اب طالبان بطور فکر پوری دنیا میں پھیل رہے ہیں"۔

کمان دان شیخ افضل گورو تقبلہ اللہ

ملفوظاتِ فقیہ العصر نور اللہ مرقدہ

حضرت مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ

"خونِ شہید کی خوشبو پر" اشکال کا جواب:

شہداء کے خون کی خوشبو کے بارے میں بے شمار قصے کئی سالوں میں سننے میں آرہے ہیں اس بارے میں اشکال کسی نے کیا ہے وہ کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تو بہت بڑی تعداد میں شہید ہوئے۔ ان کی تاریخ بھی دنیا میں موجود ہے جس میں ایسا کوئی تذکرہ نہیں ملتا کہ کسی شہید صحابی کے خون سے خوشبو آئی ہو۔ اب جو لوگ شہید ہوتے ہیں ان کے خون سے خوشبو آتی ہے۔

فرمایا:

"اس کی وجہ یہ ہے کہ اس زمانے میں کوئی بھی مسلمان کہلانے والا ایسا نہیں تھا جو جہاد کا منکر ہو۔ منافقین کی بات تو الگ رہی وہ تو تھے ہی منافق۔ اس زمانے میں مسلمان منافقین کے بارے میں سمجھتے تھے کہ یہ منافقین ہیں۔ جنہیں دوسرے لوگ مسلمان سمجھتے ہوں ان میں کوئی ایسا نہیں تھا جو جہاد سے منکر ہوں۔

بلکہ ان کے نزدیک اسلام اور جہاد ایک ہی چیز تھی۔

ان کا ایمان ایسا پختہ تھا ایسا کامل تھا کہ خوشبو آئے یا نہ آئے بہر حال جان دے رہے ہیں کسی خوشبو وغیرہ کی انہیں ضرورت نہ تھی بلکہ اگر خدانخواستہ کسی شہید کے خون سے بدبو بھی آتی تو یہی کہتے کہ شیاطین کا تصرف ہے۔ خوشبو آئے یا بدبو ہمیں تو اللہ کی تجلی محسوس ہو رہی ہے۔ اللہ پر ان کا ایمان ایسا تھا کہ انہیں بال برابر بھی تردد نہیں ہو سکتا تھا کہ یہ شہادت قبول ہے یا نہیں۔

اِس زمانے میں بہت سے مسلمان کہلانے والے جہاد کے منکر ہیں کھلا کھلا انکار کر رہے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ معاملہ پیدا فرما دیا کہ اس زمانے کے شہدا کے خون میں خوشبو رکھ دی۔ تاکہ یہ منکرین اگر ویسے نہیں مانتے تو شاید ایسے ہی مان لیں۔ خون کی خوشبو سونگھ کر یا خوشبو کی خبریں سن کر جو اتنی زیادہ آرہی ہیں حد تواتر تک پہنچی ہوئی۔ اتنے لوگ تو جھوٹ نہیں بول سکتے اگر ان پر اعتماد نہیں تو خود جا کر دیکھ لیں۔

ان کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں شہداء کے خون میں خوشبو رکھ دی ہے اور یہ سب کچھ دیکھنے سننے کے باوجود بھی اگر ہدایت نہیں ہوتی۔ تو پھر دعا ہی ہے اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔ ہدایت تو اللہ تعالیٰ ہی کے قبضے میں ہے"۔

(جواہر الرشید ج۹، ص۵۶،۵۷)

دین کی سربلندی کے لیے جان قربان کریں!

ایک طالب علم نے حضرت اقدس سے عرض کیا کہ میرا صرف دورہِ حدیث باقی تھا جب طالبان نے جہاد شروع کیا تو میں ان کے ساتھ جہاد میں مشغول ہو گیا دورہ نہیں کر سکا۔

ارشاد:

"آپ کے لیے اس وقت جہاد ہی افضل ہے۔ امیر کے طلب کرنے پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے"۔

طالب علم نے عرض کیا کہ ان حالات میں والدین کی اجازت ضروری ہے؟

ارشاد:

"نہیں، بلکہ جس کا والد جہاد سے منع کرے اسے بھی کھینچ کر محاذ پر لے جائے اور کہے کہ ہم دونوں مل کر ہزاروں دشمنان اسلام کو قتل کریں گے پھر اکٹھے جنت میں جائیں گے۔

مولوی وہ ہوتا ہے جو مولیٰ کو راضی کرے۔ کتابیں ساری پڑھ لیں مگر مولیٰ کو راضی نہیں کیا تو اس کی صورت تو مولوی ہے دل مولوی نہیں۔ اس وقت مولیٰ کی رضا جہاد میں ہے کہ اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے اپنی جان کی پروانہ کرے"۔

(جواہر الرشید ج۱۰، ص۱۶،۱۷)

"جو علماء و مشائخ فریضہ جہاد چھوڑ کر مدارس اور خانقاہوں میں دبکے بیٹھے ہیں، ذرا سوچیں کہ اگر کفر کی یلغار کو نہ روکا گیا تو کیا ان کے مدارس اور خانقاہیں قائم رہ سکیں گی؟ بے شک یہ ادارے خدمات دینیہ کے ذرائع ہیں لیکن اسی وقت جبکہ حکومتِ الٰہیہ قائم ہو۔ اس کی سرحدیں دشمنانِ اسلام کی دست درازیوں سے محفوظ رہیں۔

اللہ کرے ان علماء و مشائخ کو اتنی عقل آجائے کہ کب قلم چلانے کا وقت ہے اور کب تلوار۔ اگر انہیں یہ حقیقت سمجھ نہیں آرہی ان کے دلوں سے غفلت کے پردے نہیں اترتے تو خوب یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں تباہ کر کے مجاہد علماء اور مجاہد مشائخ پیدا فرمائے گے۔

وَ اِنۡ تَتَوَلَّوۡا یَسۡتَبۡدِلۡ قَوۡمًا غَیۡرَکُمۡ ۙ ثُمَّ لَا یَکُوۡنُوۡۤا اَمۡثَالَکُمۡ (محمد:۳۸)

"اور اگر تم پیٹھ پھیرو گے تو اللہ تعالیٰ تمارے سوا دوسری قوم بدل لیں گے پھر وہ تماری طرح نہ ہوں گے"

(جواہر الرشید ج۱)

☆☆☆☆☆☆

اللہ کی نصرت پر یقین

شیخ محمود محمد الخزندار حفظہ اللہ

اللہ پر یقین کی حقیقت 'ضعف کے مراحل میں ہی ظاہر ہوتی ہے۔ کیونکہ صاحبِ یقین وہ نہیں جو اسلام کی قوت، اہل اسلام کی عزت اور نصرت کے وقت ثابت قدم رہے، بلکہ اللہ پر حقیقی ایمان رکھنے والا شخص تو وہ ہے جو تاریکیوں کی کثرت، حالات کی شدت، غموں کی انتہا اور قوموں کی مخالفت کے باوجود اس بات پر محکم یقین رکھتا ہو کہ آخری کامیابی متقین کے لیے ہی ہے اور مستقبل اسی دین کا ہے۔

مجاہدین کی جدوجہد زمین پر اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے ہے اور یہ مقصد صرف صبر و یقین سے ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کو فرماتے سنا ہے کہ:

"دین میں امامت صبر و یقین سے ہی حاصل کی جاسکتی ہے۔ ساتھ ہی انہوں نے سورۃ السجدۃ کی یہ آیت تلاوت کی

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوا وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يُوقِنُونَ (السجدۃ:۲۴)

"اور جب ان لوگوں نے صبر کیا تو ہم نے ان میں سے ایسے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے"۔

لہٰذا سب سے اہم چیز جو کسی انسان کو اللہ کی طرف سے عطا کی جاتی ہے وہ یقین ہی ہے۔ امتِ اسلامیہ اس وقت تک تباہ نہیں ہو سکتی جب تک اس کے بیٹے اپنی پوری قوت اس کی نصرت میں لگاتے رہیں اور بے عملی کا شکار نہ ہوں۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اس امت کے اوّلین لوگوں کی کامیابی کی وجہ زہد اور یقین ہے اور بعد والوں کی ہلاکت کا باعث بخل اور بے جا امیدیں ہیں"۔ (صحیح الجامع)

چونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات تنہا عالم الغیب ہے اس لیے ہم نہیں جانتے کہ فتح کب حاصل ہو گی، ہم صرف اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ کے فضل سے ہم بہترین امت ہیں اور ہمارے لیے فتح مقدر کر دی گئی ہے چاہے وہ دیر سے ہی کیوں نہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میری امت کی مثال بارش کی مانند ہے کسی کو نہیں معلوم کہ اس کی ابتدا میں خیر ہے یا آخر میں"۔ (جامع ترمذی)

ہمیں نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ کس نسل کے ہاتھوں امت کے ان غموں کا مداوا کریں گے اور اس کی شان کو بلند فرمائیں گے لیکن ہم کائنات میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رائج سنت سے واقف ہیں۔

بے شک ہمیں احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کثیر تعداد میں ایسی بشارتیں ملتی ہیں جو امیدوں کی تجدید اور یقین کو مضبوط کرتی ہیں۔ جیسے کہ ہمیں حدیث سے خوش خبری ملتی ہے کہ اللہ کا وعدہ ہے اس امت کی بادشاہی زمین کے مشرق و مغرب تک پھیل جائے گی اور زمین کا کوئی خطہ ایسا نہیں ہو گا جس پر مسلمانوں کی حکومت نہ ہو۔ حدیث میں آیا ہے:

"میرے سامنے زمین کو پیش کیا گیا تو میں نے اس کے مشرق و مغرب دیکھے اور بے شک میری امت کی بادشاہی اس سب تک پہنچے گی جو میرے سامنے پیش کیا گیا"۔ (جامع ترمذی)

لہٰذا جب ہمیں علم ہے کہ اسلام کی اصل ہے کہ اسے بلندی، قیادت اور تمکین حاصل ہو کر رہے گی تو پھر ہمیں کسی بھی زمانے میں مسلمانوں کی کمزوری سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ بے شک اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایسی بشارتیں دی ہیں جو ہر قسم کی مایوسی اور قنوطیت کو زائل کر دیتی ہیں، ہر کمزور کو ثابت قدم بناتی ہیں، ان دلوں کو سکون پہنچاتی ہیں جو اس دین کے بیٹوں سے ناامید ہو چکے ہیں۔ اسی لیے جہاد قیامت تک جاری رہے گا اور حق پر ظاہر ہونے والے گروہ کو اس کی مخالفت کرنے والے کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔ بلکہ وہ اپنی کوشش جاری رکھیں گے حتیٰ کہ اللہ کا حکم آجائے۔ اسی بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اس دین کے لیے مسلمانوں کی ایک جماعت قیامت تک لڑتی رہے گی"۔

بے شک اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے معیار ہمارے معیار سے مختلف ہیں۔ وہ کمزوری کے بعد قوت عطا فرماتے ہیں اور یہ چیز حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے واضح ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بے شک اللہ اس امت کی نصرت کمزور لوگوں کی دعاؤں، نمازوں اور اخلاص کی وجہ سے کرتا ہے"۔ (سنن نسائی۔ کتاب الجہاد)

ایک مسلمان جو بیڑیوں میں جکڑا ہوا، قید خانے میں بند، ہر جگہ پر مظلوم اور فقیر ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس کی دعا، نماز اور اخلاص کے باعث اس امت کی نصرت کریں گے چاہے

اس میں ضعف کے کتنے ہی مظاہر کیوں نہ ہوں۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ قوت ہمارے دشمنوں کے ہاتھ میں ہے اور وہ بظاہر ہم پر غالب ہیں۔ لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ بے شک تمام اسباب اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے ہی تصرف میں ہیں۔ وہ کسی لمحے بھی اپنے مومن بندوں سے غافل نہیں اور وہ ہر گز ان کی دائمی ذلت و رسوائی نہیں چاہتے۔ جیسا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میزان رحمن کے ہاتھ میں ہے وہی کچھ قوموں کو سربلند اور باقی کو پست فرماتے ہیں"۔ (صحیح الجامع)

لہٰذا جب ہم خالصتاً اس کی رضا کے مطابق کوشش کریں گے تو وہ ضرور ہمیں اس پستی کے بعد سربلندی عطا فرمائے گا۔ کیونکہ ہر صدی میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ امت کے اندر چند اصحابِ خیر کے ذریعے یقین کو زندہ کرتا ہے۔ جو آزمائشوں میں ثابت قدم رہتے ہیں اور عامۃ الناس کی امید بن جاتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں آیا ہے:

"ہر صدی میں میری امت میں کچھ سبقت لے جانے والے ہوں گے"۔ (صحیح الجامع)

چنانچہ امت میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہتے ہیں جو مسلمانوں کے فہم دین کی اصلاح کرتے ہیں، صراطِ مستقیم کو روشن کرتے ہیں، ہدایت کی طرف قیادت کرتے ہیں اور ان کے دینی امور کی تجدید کرتے ہیں۔ اس امر کی بشارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ یوں دی ہے:

"بے شک اللہ ہر صدی کے آغاز میں اس امت کے لیے ایک مجدد بھیجیں گے جو اس کے دین کی تجدید کرے گا"۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الملاحم)

تو چاہے نجات اصحابِ خیر کے ہاتھوں آئے یا مجدد دین کے، لیکن کرب ہمیشہ نہیں رہتا۔ تمام دشمنانِ اسلام کے خلاف اللہ تعالیٰ کا اعلان جنگ ہے، تو جس کے خلاف اللہ اعلان جنگ کریں، ہمیں اس سے نہ کوئی خوف ہونا چاہیے اور نہ اس کے دائمی غلبے کا خدشہ، جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے:

جو کوئی میرے ولی سے دشمنی رکھے، پس میرا اس کے خلاف اعلان جنگ ہے"۔ (صحیح بخاری، کتاب الرقاق)

ہمیں آزمائشوں پر صبر کی تلقین کرنی چاہیے اور اللہ کی قضا (فیصلے) پر ثابت قدم رہنا چاہیے۔ پریشانیوں سے ڈرانے کی بجائے خیر کی بشارتیں دینی چاہئیں اور طویل عرصے سے اللہ کی نصرت کے انتظار کرنے والوں کی ویسے ہی حوصلہ افزائی کرنی چاہیے جیسے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزمائشوں کی کثرت اور شدت سے گھبرانے پر صحابہؓ سے فرمایا:

"اور اللہ ضرور اس امر کو پورا کر کے رہے گا۔ لیکن تم جلدی کرتے ہو" (سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد)

بے شک اللہ کو اپنے بندوں سے جو یقین مطلوب ہے اس کی عملی مثال ام موسیٰ کا یقین ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا:

وَأَوْحَيْنَا إِلَى أُمِّ مُوسَى أَنْ أَرْضِعِيهِ فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِيْ الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِيْ إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (القصص:۷)

"ہم نے موسیٰ علیہ سلام کی کی ماں کو وحی کی کہ اسے دودھ پلاتی رہ اور جب تجھے اس کی نسبت کوئی خوف معلوم ہو تو اسی دریا میں بہا دینا اور کوئی ڈر خوف یا رنج غم نہ کرنا، ہم یقینا اسے تیری طرف لوٹانے والے ہیں اور اسے اپنے پیغمبروں میں بنانے والے ہیں"۔

تو انہوں نے بغیر کسی خوف و غم کے اپنے بیٹے کو دریا کے حوالے کر دیا حالانکہ فطرتاً دریا ایک شیر خوار بچے کے لیے بہت خطرناک ہے۔ پھر اللہ نے اس طرح نجات بخشی کہ اس بچے کو فرعون سے ملا دیا اور وہ ان کی کفالت سے ذرہ بھی خوف زدہ نہ ہوا، کیونکہ کوئی انسان بھی کسی شیر خوار بچے کی کفالت سے خوف زدہ نہیں ہوتا۔ پھر دیکھیے کہ فرعون اسی بچے کے ہاتھوں ہی ہلاک ہوا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے عجائب قدرت ایسے ہی ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی تین اقسام بیان کی ہیں جن میں کوئی خیر نہیں، ان میں سے ایک وہ شخص ہے جو اللہ کی رحمت سے مایوس ہے۔ اس لیے وہ قوم جو شک کے مرض میں مبتلا ہو گئی اور قنوطیت نے اسے گھیر لیا وہ کبھی بھی اس خیر تک نہیں پہنچ سکتی جو اللہ پر یقین اور بھروسہ رکھنے والی اقوام کو حاصل ہوتی ہے۔ بے شک ایمان بالقدر، اللہ پر اس یقین کی ایک شاخ ہے آخری کامیابی متقین کے لیے ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"بے شک ہر چیز کی ایک حقیقت ہے اور ایمان کی حقیقت تک انسان اس وقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ یہ نہ جان لے کہ جو چیز اسے ملنے والی تھی وہ اسے ہی ملی کسی اور کے پاس نہیں جا سکتی اور جو چیز اسے نہیں ملنی وہ کسی صورت اسے نہیں مل سکتی"۔ (صحیح الجامع)

مسئلہ یہ نہیں ہے کہ (نعوذ باللہ) اللہ نے اپنی نصرت کا وعدہ پورا نہیں کیا، بلکہ معاملہ یہ ہے کہ ہر کام کا وقت متعیّن اور مقرر ہے، جو کسی کے جلدی کرنے سے واقع نہیں ہو سکتا اور نہ

ہی کسی کی سستی کے باعث اس میں تاخیر ہوسکتی ہے۔اسی وجہ سے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ دعا فرماتے تھے:

”اے اللہ! مجھے اپنی قضا پر راضی کر دے، میرے لیے میری تقدیر کو بابرکت بنا دے، حتیٰ کہ میں اس چیز میں جلدی پسند نہ کروں جس میں تو نے تاخیر رکھی اور نہ تاخیر کو جلدی پر ترجیح دوں“۔(تہذیب مدارج السالکین)

اس لیے اگر امت پر کچھ عرصے کے لیے ضعف آجائے تو یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ یہ سب اللہ کی تقدیر سے ہے۔وہ اس بات پر قادر ہیں کہ کھوئی ہوئی عظمت کو لوٹا دیں اور قیادت کو دوبارہ ہمارے لیے مقرر کر دیں۔کیونکہ بلندی اور پستی کا آنا انسانیت کی فطرت میں سے ہے۔جیسا کہ حدیث میں ہے:

”مومن کی مثال گندم کے خوشے کی طرح ہے جو کبھی بلند ہوتا ہے اور کبھی جھک جاتا ہے“۔

اس میں اہم چیز یہ ہے کہ مومنین سربلند ضرور ہوں گے کیونکہ یہ ایک تکوینی سنت ہے۔اگر اسباب میسر ہوئے تو یہ دن یقینا آئے گا۔امتوں کے متعلق ہمیشہ سے اللہ کی یہی سنت رہی ہے۔حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ:

”میرے سامنے پیغمبروں کی امتیں لائی گئیں ان میں بعض پیغمبر ایسے تھے کہ ان کی امت کے لوگ دس سے بھی کم تھے اور بعض کے ساتھ ایک یا دو آدمی تھے،اور بعض کے ساتھ ایک بھی نہ تھا“۔(صحیح مسلم، کتاب الایمان)

لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ دعوت پھر بھی جاری رہی اور ہمیشہ جاری رہے گی چاہے اس کو قبول کرنے والے کم ہوں یا زیادہ۔انبیائے کرام علیہم السلام کامیاب و کامران ہیں اور یہ اُن لوگوں کی بدقسمتی ہے جو اُن پر ایمان نہ لا کر جہنم میں چلے گئے۔اسی طرح سے مجاہد سے بھی یہ سوال نہیں پوچھا جائے گا کہ اپنی تمام کوشش کے باوجود اسے فتح کیوں نہ حاصل ہوئی۔بلکہ قابلِ مذمت بات تو یہ ہے کہ اسباب سے فائدہ نہ اٹھایا جائے اور اللہ کی راہ میں صلاحیت لگانے میں بخل کیا جائے۔

جب شہدا کو اس بات کا خدشہ ہوا کہ ان کے پیچھے رہ جانے والے ساتھیوں میں یقین کی کمی آجائے گی یا وہ جہاد کے ثمرات سے مایوس ہو جائیں گے تو انہوں نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے عرض کیا:

”کون ہمارے بھائیوں تک یہ بات پہنچائے گا کہ ہم یہاں جنت میں زندہ ہیں، ہمیں یہاں رزق دیا جاتا ہے۔تاکہ وہ جہاد سے جی نہ چرائیں اور نہ ہی جنگ میں پیٹھ پھیریں۔تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے فرمایا: میں یہ بات پہنچاؤں گا“۔

رات لازماً کٹ جائے گی اور تاریکی کے بادل چھٹ جائیں گے۔لوگوں کے لیے نفع آور چیزیں زمین پر باقی رہیں گی اور اللہ کا فیصلہ پورا ہو کر رہے گا کہ آخر کامیابی اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے ہی ہے۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: صوبہ لغمان کا ۸۰ فیصد علاقہ امارت اسلامیہ کے مجاہدین کے زیر تسلط ہے

ہم علماء سے گزارش کرتے ہیں کہ وہ بیرونی غاصبوں اور ان کے مقامی کٹھ پتلی اہلکاروں کے مکروہ مقاصد اور سازشوں کے خطروں اور نتائج کو عوام پر واضح کریں۔اس کے ساتھ ساتھ داعش کے شرارتوں اور خباثتوں بھرے وجود سے بھی عوام کو آگاہ کریں۔

لغمان صوبے میں ہم نے علما اور قبائلی سرداروں کو جمع کیا۔ان کو داعش کی حقیقت سے آگاہ کیا اور مصدقہ ثبوتوں کی روشنی میں داعش کا اصل چہرہ دکھایا۔یوں ہم نے ان کی مکمل اور غیر مشروط حمایت حاصل کر لی اور صوبہ سے داعش کو پوری طرح بے دخل کر دیا۔

سوال: آپ اس برائی کو علاقہ میں دوبارہ جڑ پکڑنے سے روکنے کے لیے صوبہ لغمان کی عوام اور بالخصوص علما کو کیا پیغام دینا چاہیں گے؟

جواب: یہ ایک ایسا شریر بحران ہے جو نہ صرف بہادر اور آزادی کی خواہاں افغان عوام کے لیے بلکہ دنیا بھر کے امن پسندوں کے لیے خطرہ ہے۔ہمارے ملک میں کوئی بھی چیز اس خطرے سے محفوظ نہیں تھی۔ہمارے شہریوں کی جان، مال اور عزت سب داؤ پر لگے تھے۔شنوار اور کندہ گل میں لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ کس طرح انہوں نے ہر چیز کو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ہم ایک بار پھر امارت اسلامیہ کی قابل عزت قیادت، صوبہ کے قبائلی سرداران، عوام اور مجاہدین کو یہ یقین دلاتے ہیں کہ لغمان صوبے میں یہ برائی اپنے پیر نہیں جما پائے گی۔ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ ملک بھر سے یہ برائی جلد از جلد ختم ہو جائے۔

سوال: آخر میں کیا آپ امارت اسلامیہ کے تحت ہونے والے عوامی فلاحی کاموں جیسے تعلیمی اداروں، چھوٹے چھوٹے پل کی تعمیر اور کینالوں وغیرہ کے متعلق کچھ بتا سکتے ہیں؟

جواب: تعمیرِ نو کے تمام تر کام امارت اسلامیہ کے ایک کمیشن کے تحت ہو رہے ہیں اور ان کی حفاظت کے لیے ہم نے ہر طرح کے اقدام کیے ہوئے ہیں۔مذکورہ بالا تمام تر کام عوام کی فلاح و بہبود کے لیے انتہائی ضروری ہیں اور اس علاقہ میں تعمیر نو اور بحالی کی سرگرمیاں بنا کسی رکاوٹ کے جاری ہیں اور مستقبل میں بھی ہم عوام کی فلاح و بہبود کی تمام سرگرمیوں کی مدد اور تعاون جاری رکھیں گے، ان شاء اللہ۔

☆☆☆☆☆

سیرت طیبہ اور امت کی دنیا پرستی

شاہنواز فاروقی

آئینہ صرف انسان کے ظاہر کو منعکس کرتا ہے، مگر سیرتِ طیبہؐ وہ آئینہ ہے جو بیک وقت انسان کے ظاہر اور باطن دونوں کو آشکار کرتا ہے۔

اس تناظر میں دیکھا جائے تو ہم صرف سیرتِ طیبہؐ کے ذریعے یہ جان سکتے ہیں کہ ہم اصل میں کیا ہیں اور ہم کیا ہوگئے ہیں؟ صرف سیرتِ طیبہؐ کے ذریعے ہم جان سکتے ہیں کہ ہمارے عروج و زوال کا حقیقی مفہوم کیا ہے؟ صرف سیرتِ طیبہؐ کے ذریعے ہم جان سکتے ہیں کہ ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی کتنی روحانی یا کتنی غیر روحانی ہے؟

بلاشبہ مسلمانوں کی زندگی کا مرکز قرآن ہونا چاہیے، لیکن ہم سیرتِ طیبہؐ کے مطالعے کے بغیر قرآن کو بھی سمجھنے کی طرح نہیں سمجھ سکتے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن کتاب اللہ ہونے کے باوجود بھی صرف اصولوں کو بیان کرتا ہے۔ اس کے برعکس سیرتِ طیبہؐ بتاتی ہے کہ قرآن عمل کیسے بنتا ہے؟ قرآن ٹھوس تجربے میں کیسے ڈھلتا ہے، اور اصول چلتے پھرتے انسان میں کیسے تبدیل ہوتے ہیں۔ بدقسمتی سے مسلمانوں کی اکثریت تو قرآن کے معنی سے بھی آگاہ نہیں، لیکن قرآن پاک پڑھنے والوں کی بڑی تعداد بھی سیرت سے اس طرح آگاہ نہیں جس طرح اسے آگاہ ہونا چاہیے۔ فی زمانہ مسلمان سیرتِ طیبہؐ کے نمونۂ کامل سے اتنے دور ہیں کہ کہیں نہ کہیں ان کو لگتا ہے کہ سیرتِ طیبہؐ ''ماضی کا قصہ'' ہے۔ ہمارے ایک دوست نے ایک نجی محفل میں ہم سے کہا کہ ''سیرتِ طیبہ نمونہ تو ہے مگر عہدِ حاضر میں اس پر عمل ناممکن ہے''۔

ہمارے درمیان ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو ریاست مدینہ کو ماضی کا قصہ خیال کرتے ہیں۔ غور کیا جائے تو یہ خیالات پیدا ہی اس لیے ہوئے کہ ہم اسلام کی فکر اور اس پر عمل کی یکجائی کے تصور سے دور ہوگئے ہیں۔ حالات یہی رہے تو آج لوگوں کو سیرتِ طیبہؐ پر عمل دشوار نظر آرہا ہے، آنے والے وقت میں انہیں قرآن مجید ایسی کتاب نظر آئے گا جس کی آیات لوگوں کے لیے ایسی آسمانی باتوں کی طرح ہوں گی جن کا زمین سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ بہر حال اس حوالے سے اہم ترین سوال یہ ہے کہ عہدِ حاضر میں امت کو درپیش سب سے بڑا چیلنج کیا ہے؟

اس چیلنج کی نشاندہی کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تین احادیث کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ سیرتِ طیبہؐ کا مشہور واقعہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ کہیں تشریف لے جارہے تھے۔ راستے میں بکری کا بچہ مرا ہوا پڑا تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے قریب ٹھہر گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا: تم میں سے کون ہے جو اس بچے کو خریدنا چاہے گا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: ایک تو یہ بکری کا بچہ ہے، اس پر مرا ہوا بھی ہے، چنانچہ ہم تو اسے مفت بھی لینا پسند نہیں کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنا تو فرمایا:

''یاد رکھو اللہ کے نزدیک دنیا بکری کے اِس مرے ہوئے بچے سے زیادہ حقیر ہے''۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے دنیا اور آخرت کا موازنہ ایک مثال کے ذریعے بیان فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا، سمندر میں انگلی ڈال کر نکال لی جائے تو انگلی پر کتنا پانی لگے گا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دنیا میری چھنگلی انگلی پر لگے ہوئے چند قطروں کی طرح ہے اور آخرت اس سمندر کی طرح''۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور حدیث ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''ہر امت کا ایک فتنہ ہے، اور میری امت کا فتنہ مال ہے''۔

اب صورتِ حال یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کا فتنہ مال ہے، اور مال دنیا کا ایک حصہ ہے۔ خود دنیا کا حقیقی تصور یہ ہے کہ وہ بکری کے مرے ہوئے بچے سے زیادہ حقیر ہے۔ دنیا کی ضد یا دنیا کا **Opposite** آخرت ہے، اور آخرت سمندر ہے اور دنیا اس کے مقابلے پر چند قطروں کے برابر۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک دنیا بکری کے مرے ہوئے بچے سے زیادہ حقیر ہے، مگر امت کی عظیم ترین اکثریت کا حال یہ ہے کہ دنیا اس کی زندگی کا مرکز ہے اور دین مضافات۔ دین آرزو ہے اور دنیا جستجو۔ دین قول ہے اور دنیا عمل۔ دین تجرید ہے اور دنیا ٹھوس تجربہ۔ حقیقت یہ ہے کہ آخرت سمندر ہے اور دنیا کی حیثیت چند قطروں سے زیادہ نہیں، مگر امت کی عظیم ترین اکثریت کا یہ حال ہے کہ اُس کے لیے دنیا نقد ہے اور آخرت ادھار۔ دنیا اصل ہے اور آخرت محض ایک خیال۔ دنیا موجود ہے اور آخرت محض ایک ممکن۔ دین اور دنیا کا اصل تعلق یہ ہے کہ دین مسلمان کی ''محبت'' ہے اور دنیا مسلمان کی ''ضرورت''۔ مگر مسلمانوں کی اکثریت کے لیے دین محض ایک ''ضرورت'' ہے اور دنیا ''محبت''۔ مسلمانوں کے لیے دنیا قائد ہے اور دین مقلّد۔ دین تقریر ہے اور دنیا تدبیر۔ دین تصویر ہے اور دنیا تعمیر۔ دین جبر ہے اور دنیا آزادی۔ دین خواب ہے اور دنیا تعبیر۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو بکری کے مرے ہوئے بچے سے تشبیہ دے کر مسلمانوں میں دنیا کے لیے کراہیت پیدا کی، مگر ایک ارب ۶۰ کروڑ مسلمانوں میں کون ہے جو دنیا سے کراہیت محسوس کرتا ہو؟ اس کے برعکس ہمیں دنیا سے زیادہ بامعنی اور حسین و جمیل کوئی شے نہیں لگتی۔ چنانچہ ہم صبح سے شام تک صرف دنیا کے بارے میں سوچ رہے ہیں۔ صبح سے شام تک دنیا کو سمجھنے کے لیے کوشاں ہیں۔ صبح سے شام تک دنیا

کے زیادہ سے زیادہ قریب ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔ صبح سے شام تک دنیا کمانے میں لگے ہوئے ہیں۔ نتیجہ یہ کہ ہماری کامیابی کا پیمانہ دنیا ہے۔ ہماری ناکامی کا معیار دنیا ہے۔ ہماری خوشی دنیا سے وابستہ ہے۔ ہمارے سارے غم دنیا سے متعلق ہیں۔ ہم تعلیم حاصل کرتے ہیں تو دنیا کے لیے۔ ہم اپنی صلاحیتوں میں اضافہ کرتے ہیں تو دنیا کے لیے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد کا مسئلہ تھا آخرت، آخرت، آخرت! ہمارا اور ہمارے عہد کا مسئلہ ہے دنیا، دنیا اور صرف دنیا! بلاشبہ ہم نے اسلام تو ترک نہیں کر دیا ہے مگر دنیا کی محبت ہمارے قلوب اور اذہان پہ اس طرح طاری ہے کہ دنیا کی اہمیت بنیادی ہے اور دین کی اہمیت ثانوی۔ یہاں سے دین اور دنیا کے امتزاج کا تصور پیدا ہوا ہے۔

لوگ کہتے ہیں دین اور دنیا کا امتزاج ضروری ہے۔ بلاشبہ دین دنیا کی ضد نہیں ہے، لیکن دین اور دنیا میں حاکم اور محکوم کا رشتہ ہے۔ دین حاکم ہے اور دنیا محکوم۔ دین استاد ہے اور دنیا طالب علم۔ حاکم محکوم کو بتاتا ہے کہ اسے کیا کرنا چاہیے اور کیا نہیں کرنا چاہیے۔ استاد طالب علم کو بتاتا ہے کہ درست کیا ہے اور نادرست کیا ہے۔ مگر ہماری دنیا میں دنیا یا تو دین کی حاکم بن گئی ہے یا وہ اسے محکوم بنانے میں لگی ہوئی ہے۔ دوسری جانب دنیا کہہ رہی ہے کہ مجھے اپنی تعلیم کے لیے کسی استاد کی حاجت نہیں، میں اپنی استاد خود ہوں اور میں خود طے کر سکتی ہوں کہ اچھا کیا ہے، برا کیا ہے؟ کتنی عجیب بات ہے کہ دین ہمہ گیر ہے اور دنیا صرف ایک پہلو کی حامل ہے، مگر عہدِ حاضر میں دنیا کہہ رہی ہے کہ میں جامع ہوں، میں ہمہ گیر ہوں، اور دین زندگی کا محض ایک جزو ہے۔ چنانچہ مسلمان دین کو صرف عقائد، عبادات اور اخلاقیات تک محدود رکھیں اور ریاست و سیاست، معیشت و معاشرت اور آرٹ اور کلچر پر اسے اثر انداز نہ ہونے دیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے جس حصے کو امت کے لیے سب سے خطرناک قرار دیا ہے وہ مال ہے۔ اس وقت امت کی زندگی کے دو مراکز ہیں: مال اور طاقت۔ مال اور طاقت کا باہمی تعلق یہ ہے کہ مال سے طاقت بڑھتی ہے اور طاقت سے مال۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ جس طرح کافروں اور مشرکوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی مال مرکز اور طاقت مرکز بنی ہوئی ہے ٹھیک اسی طرح مسلمانوں کی عظیم ترین اکثریت کی زندگی بھی مال مرکز اور طاقت مرکز بنی ہوئی ہے۔ اس زندگی کے دائرے میں خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دین موجود تو ہیں مگر موثر یا **Functional** نہیں ہیں۔ موثر اگر ہے تو مال یا طاقت۔ زندگی کے اس دائرے میں اگر خدا، رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دین موثر نہیں ہیں تو تقویٰ یا علم کی کیا اوقات ہو گی؟ اس تناظر میں دیکھا جائے تو امت کی زندگی مال اور طاقت کے پیدا کردہ کلچر سے اَٹی ہوئی ہے۔

مال کے حوالے سے امت کے دو طبقات ہیں۔ ایک طبقہ جو مال دار ہے، اُس کے لیے مال کی کثرت فتنہ بن گئی ہے۔ یہ طبقہ عیش پرستی میں ڈوبا ہوا ہے۔ اس طبقے کا نعرہ ہے:

بابر بہ عیش کوش کہ عالم دوبارہ نیست

انسان عیش پرست ہو جاتا ہے تو وہ دین کیا دنیا کے بھی قابل نہیں رہتا۔ چنانچہ امت کے مالدار طبقے کے پاس نہ علم ہے نہ مہارت۔ اُس کے پاس دنیا کو بدلنے کا کوئی خواب نہیں۔ مال کے فتنے کا دوسرا مظہر وہ طبقہ ہے جو مال کی قلت میں مبتلا ہے۔ اس طبقے کے لیے مال کی قلت فتنہ بن گئی ہے۔ چنانچہ یہ طبقہ مال کی خواہش میں زندگی بسر کر رہا ہے۔ یہ طبقہ بالائی طبقات کی مذمت بھی کرتا ہے مگر انہی کی طرح بننے کی تمنا بھی رکھتا ہے۔ چنانچہ یہ طبقہ معاشی اعتبار سے بالائی طبقات کے ساتھ ایک طرح کی **Love Hate Relationship** استوار کیے ہوئے ہے۔ اس تعلق میں نفرت مصنوعی ہے اور محبت حقیقی۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث شریف میں امت کے اس زمانے کا ذکر فرمایا ہے جب امت دنیا کی محبت اور موت کی نفرت میں مبتلا ہو جائے گی۔ ہمارا زمانہ ایسا ہی زمانہ ہے۔ دنیا کی محبت اور موت سے نفرت یا اس سے کراہیت میں ایک ربطِ باہمی پایا جاتا ہے۔ انسان کے دل میں دنیا کی محبت جتنی بڑھتی جاتی ہے موت کی کراہیت میں اتنا ہی اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اسی طرح موت کی کراہیت یا اس سے نفرت جتنی بڑھتی ہے اتنا ہی دنیا کی محبت میں ترقی ہوتی چلی جاتی ہے۔ یہ حقیقت راز نہیں کہ جس دل میں دنیا کی محبت ہوتی ہے اُس دل میں خدا موجود نہیں ہو سکتا۔ اس لیے کہ خدا غیر کو سخت ناپسند کرتا ہے اور دنیا حقیقی معنوں میں خدا کی غیر ہے۔ خدا کے بارے میں ایک بنیادی بات یہ ہے کہ جب دل میں خدا آجاتا ہے تو پھر دنیا کے ایک ریزے کے لیے بھی جگہ نہیں بچتی۔ دنیا کا مزاج توسیع پسندانہ ہے۔ دنیا دل میں آتی ہے تو ایک ذرے کے برابر آتی ہے، مگر دیکھتے ہی دیکھتے وہ پورے دل پر قابض ہو جاتی ہے اور کسی دوسری چیز کے لیے دل میں جگہ باقی نہیں بچتی۔ خدا کے لیے بھی نہیں۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو دنیا بھی اپنے غیر کو سخت ناپسند کرتی ہے، اور دنیا کا غیر کہیں دین ہے، کہیں خدا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت۔

امت کا المیہ یہ ہے کہ دنیا پرستی میں صرف عوام ہی مبتلا نہیں بلکہ خواص، یہاں تک کہ خواص الخواص بھی دنیا پرستی کی لعنت میں گرفتار ہیں۔ فرق یہ ہے کہ خواص اور خواص الخواص کہیں مال کی محبت میں مبتلا ہیں، کہیں طاقت کے اسیر ہیں، کہیں انہیں عہدہ و منصب درکار ہے، اور کہیں وہ شہرت کی تمنا میں مرے جا رہے ہیں۔ مسلم دنیا کے حکمران اس حوالے سے امت کا بدترین طبقہ ہیں۔ نہ عملاً ان کا کوئی خدا ہے، نہ عملاً ان کا کوئی رسول ہے، نہ ان کا کوئی دین ہے، نہ ان کی تہذیب اور تاریخ ہے، یہاں تک کہ ان کی کوئی قوم بھی نہیں۔ وہ قوم کا لفظ استعمال ضرور کرتے ہیں مگر ان کا تصورِ قوم یہ ہے کہ عام افراد

ان کے غلام، ان کے ہاری، بونے اور بالشتیے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنے زمانے میں طبقۂ علماء کو مخاطب کرتے ہوئے ایک خط لکھا تھا۔ اس خط میں انہوں نے علمائے وقت کو ''احمقو'' کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ اگر آج شاہ ولی اللہؒ پھر آجائیں تو وہ نہ جانے آج کے علما کی عظیم اکثریت کو کیا کہہ کر مخاطب کریں گے؟

صحافت کبھی ایک مشن تھی مگر اب کاروبار بن گئی ہے۔ طوائفیں اپنا جسم بیچتی ہیں، اور عہدِ حاضر کے میڈیا ٹائی کونز اور صحافیوں کی اکثریت اپنی روح، اپنا ضمیر اور اپنی آزادی فروخت کرتی ہے۔ چنانچہ کہیں صحافت بادشاہوں کے جوتے چاٹ رہی ہے، کہیں جرنیلوں کی باندی بنی ہوئی ہے، کہیں طاقت ور سول حکمرانوں اور سیاسی جماعتوں کی رکھیل بنی ہوئی ہے۔ اصلاح کرنے والوں کا یہ حال ہو تو اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ معاشرے کا کیا حال ہوگا! دانش وروں، شاعروں، ادیبوں اور اساتذہ کا حال بھی خستہ ہے۔ ان طبقات میں بھی دنیا پرستی انتہا کو چھو رہی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ان طبقات کی تکریم ختم ہو کر رہ گئی ہے۔ تکریم نہ ڈنڈے کے زور سے حاصل کی جاسکتی ہے اور نہ اسے پیسے سے خریدا جاسکتا ہے۔ تکریم کردار سے پیدا ہوتی ہے، اور ہماری تہذیب میں کردار ہمیشہ خدا پرستی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور دین کی الفت اور فہم سے پیدا ہوا ہے۔

دنیا اور اُس کی محبت ہر دور میں ایک مسئلہ رہی ہے، مگر ہمارے زمانے تک آتے آتے دنیا ہاتھی سے ڈائناسار بن گئی ہے۔ اس کی ایک وجہ ہے۔ ایک زمانے تک دنیا صرف چند مخصوص طبقات کے لیے تھی، مگر صنعتی انقلاب اور جدید معیشت و تجارت کے ماڈل نے دنیا کو ہر کسی کے لیے قابلِ حصول بنادیا ہے۔ چنانچہ دنیا اور اس کی محبت چھوت کی ایک بیماری بن گئی ہے اور پورا عالم اس کے نرغے میں آگیا ہے۔ اس صورتِ حال کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ دنیا کی محبت ایک فلسفہ بن گئی ہے۔ اس فلسفے کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک دن ایک ''مذہبی دانش ور'' ہم سے کہنے لگے کہ اسلام دنیا کا حریف تھوڑی ہے۔ یہ کہہ کر انہوں نے ربنا اٰتنا فی الدنیا سنا ڈالی۔ کہنے لگے: ''اس دعا میں دنیا کے حسنات کا ذکر بھی ہے اور آخرت کے حسنات کا ذکر بھی''۔ ان کو یہ بات معلوم نہیں تھی کہ دنیا کے حسنات میں مال و دولت شامل ہوتے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین یقیناً مال و دولت کو پسند فرماتے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت ایسی تھی کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سونے کے محل میں بھی رہتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانیت پر اس سے کوئی فرق نہ پڑتا۔ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال و اسباب کی جانب دیکھنا تک گوارا نہ کیا۔ ایک مرحلے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہیں تو احد پہاڑ کو سونے کا بنادیں؟ مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مجھے یہ پسند ہے کہ میں ایک دن پیٹ بھر کھانا کھاؤں اور تیرا شکر کروں۔ دوسرے دن شکم خالی رہے اور میں صبر کروں''۔

اس سے معلوم ہوا کہ دنیا کے حسنات میں سے ایک شکر ہے اور دوسرا صبر۔ دنیا کے حسنات میں ایک فقر ہے، ایک قناعت۔ دنیا کے حسنات میں سے ایک علم ہے اور ایک حلم۔ حضرت عمرؓ کے دور میں یروشلم فتح ہوا تو اہلیانِ شہر نے کہا کہ ہم شہر کی کنجی خلیفۂ وقت کو پیش کریں گے۔ حضرت عمرؓ طویل مسافت طے کرکے القدس کے قریب پہنچے تو آپؓ کے ایلچی نے ایک مقام پر آپؓ کا استقبال کیا۔ اُس نے دیکھا کہ آپؓ کے کپڑے طویل سفر سے گرد آلود ہوگئے ہیں۔ ایلچی نے کہا: اہل یروشلم نفاست پسند ہیں، آپ لباس بدل لیں تو اچھا ہے۔ یہ ایک معمولی بات اور معمولی مطالبہ تھا۔ اور بظاہر درست بھی۔ مگر حضرت عمرؓ نے کہا:

''ہماری عزت اسلام کی وجہ سے ہے لباس کی وجہ سے نہیں''۔

بعد ازاں اسلامی سلطنت مزید وسیع ہوگئی تو ایک روز حضرت عائشہؓ نے حضرت عمرؓ کو یاد فرمایا۔ آپؓ حاضر ہوئے تو کہا: اب مسلمانوں کے پاس مال و اسباب آگیا ہے، آپ سے مختلف ممالک کے سفراء اور حکومتوں کے نمائندے ملنے آتے ہیں، اگر آپ بہتر لباس زیب تن کرلیا کریں تو اچھا ہو۔ سامنے حضرت عائشہؓ تھیں اس لیے حضرت عمرؓ نے جواب میں توقف کیا مگر پھر کہا تو صرف یہ:

''میں اپنے دونوں رفیقوں یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ کے طریقے کو نہیں چھوڑ سکتا''۔

اس تناظر میں دیکھا جائے تو امت کا بڑا حصہ سیرتِ طیبہؐ کے نمونے کا باغی بنا کھڑا ہے۔ یہ عہدِ حاضر میں امت کے زوال کا سب سے بڑا مظہر ہے۔ اس لیے کہ مسلمان اگر دنیا پرستی میں مبتلا رہیں گے تو ان کے دل جہنم بنے رہیں گے، اور جہنم خدا سے دوری کی علامت ہے۔ کاشف غائر کا شعر ہے

دل جہنم سے کم نہیں غائرؔ
دل میں دنیا ہے بے پناہ بھری

سوال یہ ہے کہ جن دلوں میں خدا نہیں ہے بلکہ دنیا بھری ہوئی ہے ان دلوں پر خدا کیوں رحم فرمائے گا؟ اور کیوں ان کی مدد کرے گا؟ سوال تو یہ بھی ہے کہ کیا مسلمان خدا کی مدد کے بغیر دنیا میں کبھی کامیاب ہوئے ہیں؟ اقبال نے جوابِ شکوہ میں خدا کی زبان سے کہلوایا ہے۔

کی محمدؐ سے وفا تُو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اس شعر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے وفا کا مفہوم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے سوا کچھ نہیں۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونے کی پیروی کرتے ہوئے دنیا سے بے نیاز نہیں ہوں گے تو نہ ہمارا روحانی ارتقا ہو گا، نہ اخلاقی ارتقا ہو گا، نہ ہمارے نفس کا تزکیہ ہو سکے گا اور نہ ہم کتاب وحکمت کے علم سے آراستہ ہو سکیں گے۔ اصول ہے: جیسی انسان کی روح، جیسا انسان کا قلب اور جیسا انسان کا نفس ہوتا ہے، انسان کا علم اور کردار بھی ویسا ہی ہوتا ہے۔ جیسا انسان کا علم اور کردار ہوتا ہے ویسی ہی اس کی تقدیر ہوتی ہے۔ یہ اصول صرف فرد پر نہیں قوموں، ملّتوں اور امتوں پر بھی منطبق ہوتے ہیں۔

اِس وقت سیرتِ طیبہ سے ہمارے تعلق کی نوعیت کیا ہے، اسے سمجھنے کے لیے پاکستان میں ملعونہ آسیہ کے کیس کو سمجھ لینا کافی ہے۔ ملعونہ آسیہ کا جرم ثابت ہے۔ اس نے واقعتاً توہینِ رسالتؐ کی تھی۔ یہ بات اسٹیبلشمنٹ کو بھی معلوم ہے، سپریم کورٹ بھی اس سے آگاہ ہے، عمران خان بھی اس پر مطلع ہے۔ مگر امریکہ اور یورپی یونین کا دباؤ تھا کہ اگر پاکستان نے آسیہ کو رہا نہ کیا تو پاکستان کو جی ایس پی پلس کی سہولت نہیں دی جائے گی۔ یعنی پاکستان کی ٹیکسٹائل کی مصنوعات پر یورپ محصولات عائد کردے گا اور پاکستان کو اربوں ڈالر کے خسارے کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس صورتِ حال سے بچنے کے لیے پاکستان کی فوجی، سیاسی اور عدالتی قیادت نے آسیہ کو رہا کر دیا۔ اس رہائی کا امریکہ، یورپ اور اقوام متحدہ نے خیر مقدم کیا۔ ملعونہ آسیہ کے وکیل نے یورپ میں نیوز کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ اسے یورپی ممالک اور اقوام متحدہ نے ملک چھوڑنے پر مجبور کیا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ اسے حبس بے جا میں رکھا گیا۔ آسیہ کے شوہر نے امریکہ کے صدر اور برطانیہ وکینیڈا کے وزرائے اعظم سے مدد کی اپیل کی۔ ہالینڈ کے نائب وزیر اعظم نے کہا کہ اس کا ملک آسیہ کو تحفظ مہیا کرے گا۔ ان خبروں میں ہر طرف امریکہ اور یورپ موجود ہے، اور کون نہیں جانتا کہ امریکہ اور یورپ صرف اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں کی مدد کرتے ہیں۔ لیکن آسیہ کی رہائی کے فیصلے کے بعد دو مزید اہم خبریں اخبارات کی زینت بنیں۔

ایک خبر یہ آئی کہ جنرل باجوہ کے گھر محفلِ میلاد کا انعقاد کیا گیا۔ ہماری تہذیب میں میلاد کی محفل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے اظہار کی علامت ہے۔ اس طرح جنرل باجوہ نے اپنے گھر پر میلاد کی محفل برپا کر کے اپنے عاشقِ رسولؐ ہونے کا اظہار کیا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا جنرل باجوہ نے اپنے طویل کیریئر میں اس سے قبل کبھی اپنے گھر پر میلاد کی محفل برپا کی؟ جنرل باجوہ کی تاریخ اس سلسلے میں خاموش دکھائی دے رہی ہے۔ چنانچہ جنرل باجوہ کے یہاں محفل میلاد پر ایک حربے یا **Tactic** کا گمان ہو رہا ہے۔ حربے کی نفسیات یہ ہے کہ آپ ہوتے کچھ ہیں اور بتاتے کچھ اور ہیں۔ یعنی **Appearance** کچھ اور ہوتی ہے اور **Reality** کچھ اور۔ یہاں **Appearance** یہ ہے کہ جنرل باجوہ نے محفل میلاد کا انعقاد کرایا ہے۔ **Reality** یہ ہے کہ ملک میں توہینِ رسالت کی ایک مجرمہ کو رہا کیا گیا ہے۔ عام تاثر اور تاریخ یہ ہے کہ ہماری اعلیٰ عدالتیں ہمیشہ اہم مقدمات کے فیصلے اسٹیبشلمنٹ کے زیر اثر کرتی ہیں۔ ایک خبر عمران خان کے حوالے سے بھی آئی ہے۔ روزنامہ ایکسپریس کراچی کی خبر کے مطابق آسیہ کی رہائی کے بعد عمران خان اور ان کی حکومت نے بین الاقوامی سطح کی سیرت کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ کیا ہے۔ کمال ہے! ایک جانب عمران خان کے عہد میں توہینِ رسالت کی مجرمہ امریکہ اور یورپ کے دباؤ پر رہا ہو رہی ہے، اور دوسری جانب عمران عشقِ رسولؐ میں ڈوبے جا رہا ہے۔ یہاں بھی عمران خان کی سیرت کانفرنس **Appearance** ہے اور ملعونہ آسیہ کی رہائی عمران خان کی اصل حقیقت، ان کی اصل **Reality**۔

چیف جسٹس ثاقب نثار نے بھی پہلی بار نہ صرف یہ کہ فیصلہ اردو میں لکھا بلکہ انہوں نے اپنے فیصلے کو قرآن و حدیث کے حوالوں سے بھی آراستہ کیا۔ ذرا چیف جسٹس صاحب بتائیں کہ انہوں نے پورے عدالتی کیریئر میں کبھی کوئی فیصلہ اردو میں لکھا؟ اور کب اپنے فیصلے کو قرآن و حدیث کے حوالوں سے سجایا؟ کیا چیف جسٹس صاحب کو قرآن و سنت صرف ملعونہ آسیہ کے مقدمے میں ہی یاد آئے؟ اسلامی جمہوریہ پاکستان کی عدالت کے تو ہر فیصلے کو قرآن و حدیث سے آراستہ ہونا چاہیے۔ تجزیہ کیا جائے تو یہاں بھی دل کا چور کلام کرتا نظر آتا ہے۔

تینوں مثالیں بھی یہی بتا رہی ہیں کہ ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا انکار تو نہیں کر سکتے مگر بہر حال ہماری انفرادی اور اجتماعی زندگی کا مرکز و محور دنیا اور اس کے مفادات ہیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت جنرل باجوہ، عمران خان اور جسٹس ثاقب نثار کو عزیز ہو گی، مگر ثانوی طور پر۔ ہماری دنیا محفوظ ہو جائے تو ہم اپنے گھر میں محفل میلاد برپا کر سکتے ہیں اور ملک میں بین الاقوامی سطح کی سیرت کانفرنس منعقد کر سکتے ہیں۔ بقول شاعر

شب کو مے خوب سی پی صبح کو توبہ کر لی
رند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی

آیئے کالم کے ابتدائی فقروں کو پھر دہراتے ہیں: آئینہ صرف انسان کے ظاہر کو منعکس کرتا ہے، مگر سیرتِ طیبہؐ وہ آئینہ ہے جو بیک وقت انسان کے ظاہر و باطن دونوں کو آشکار کرتا ہے۔

☆☆☆☆☆

”دنیا میں توحید کا کام تلوار کے ذریعے ہوتا ہے، کتابیں پڑھنے اور عقیدے سے متعلق عالم حاصل کرنے سے نہیں“۔

شیخ عبد اللہ عزام شہید رحمہ اللہ

لارڈ میکالے کا نظامِ تعلیم اور اس کے اثرات و نتائج!

پروفیسر محمد حسن ذوق

برصغیر پاک و ہند میں انگریزوں کی آمد نے جہاں نظامِ سیاست کے ساتھ ساتھ کم و بیش زندگی کا ہر شعبہ تہہ و بالا کر دیا تھا' وہاں تعلیم کے شعبہ کا متاثر ہونا ایک لازمی بات تھی' تاہم یہ کسی کو اندازہ نہیں تھا کہ نئی روشنی کے علمبردار اس موضوع پر بھی اپنی رعایا سے وہ بدترین انتقام لیں گے جس کی مثال صدیوں میں بھی نہیں ملے گی۔ بقول ڈاکٹر احسن اقبال:

> "انگریزوں کی پوری کوشش یہ تھی کہ ہندوستانی باشندے زیادہ سے زیادہ جاہل رہیں۔ ان کا خیال تھا کہ تعلیم حاصل کر کے یہ لوگ ہمارے اقتدار کے لئے خطرہ بن جائیں گے۔ اس لئے اگر تعلیم کا نظم کیا بھی تو وہ محض عیسائیت کے لئے' ورنہ اعلیٰ تعلیم کا ہندوستانی باشندوں کے لئے کوئی نظم نہ تھا"۔[1]

دراصل انگریز اس بات کو اچھی طرح سمجھتے تھے کہ اگر برصغیر میں مغربی طرز کے تعلیمی ادارے کھولے گئے تو اس سے عوام میں بیداری آئے گی اور جس طرح امریکہ وغیرہ میں جدید علوم کی درسگاہیں قائم ہو جانے کے بعد ہمیں امریکیوں کو آزادی دینی پڑ گئی تھی' اسی طرح برصغیر جو کہ سونے کی چڑیا سے کم نہیں ہے' اگر ہم نے یہاں پر جدید تعلیمی ادارے قائم کر دیئے تو ایک نہ ایک دن ہمیں یہاں سے لازماً بوریا بستر گول کرنا پڑے گا۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ یہاں کے لوگوں کو تعلیمی لحاظ سے پسماندہ رکھا جائے۔[2]

تاہم وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حکومت کو اپنی رائے بدلنی پڑی' چنانچہ وائسرائے ہند لارڈ منٹو نے اس مقصد کے لئے ایک طویل یادداشت کورٹ آف ڈائریکٹر ان کو بھیجی کہ علم کا روز بروز زوال ہو رہا ہے اور ہندوؤں اور مسلمانوں کی مذہبی تعلیم نہ ہونے کی وجہ سے دروغ حلفی اور جعل سازی کے جرائم بڑھ رہے ہیں' اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ تعلیم و تربیت پر زیادہ سے زیادہ روپیہ خرچ کیا جائے اور کالج وغیرہ کھولے جائیں۔ آخر بڑی تگ و دو کے بعد ہندوستانیوں کو تعلیم دینے کے لئے ایک کمیٹی قائم ہوئی' جس کی سفارش پر تعلیم دینے کے لئے ایک لاکھ روپیہ کی سالانہ گرانٹ منظور کی گئی۔ تاہم اس قانون کا سب سے زیادہ فائدہ چارلس گرانٹ کی طرح عیسائی مبلغین کو پہنچا جو برصغیر کو بحیثیت مجموعی عیسائی بنانے کی آرزو رکھتے تھے۔ اس طرح حکومتی سرپرستی میں کئی تعلیمی ادارے قائم ہوئے جہاں انگریزی کی آڑ میں عیسائیت کی تعلیم دی جاتی تھی۔ مثلاً کلکتہ کا اینگلو انڈین کالج (۱۸-۱۸۱۷ء)' بنارس کا جے نرائن کالج (۱۸۲۱ء)[3] اور آگرہ کالج (۱۸۲۳ء) وغیرہ وغیرہ۔

۱۸۳۳ء میں جب اتفاق سے یہی چارلس گرانٹ ایسٹ انڈیا کمپنی کے بورڈ آف کنٹرول کے صدر منتخب ہوا تو برطانوی دارالعوام میں ہندوستان کی مذہبی اور اخلاقی ترقی کے متعلق اس کی تجویز کثرت رائے سے منظور ہو گئی۔ اس طرح برصغیر میں پادریوں کی آمد اور عیسائیت کی نشر و اشاعت کے لئے گویا وہ پورا پھاٹک ہی کھل گیا، جس کی پہلے صرف ایک کھڑکی کھلی تھی۔[4]

ان پادری حضرات نے اہل ہند کے مذاہب خاص کر دین اسلام پر تابڑ توڑ حملے کر کے پورے ملک کو فرقہ وارانہ مناظروں کی آگ میں جھونک دیا' جس کے نتیجے میں مولانا محمد قاسم نانوتوی' مولانا رحمت اللہ کیرانوی' مولانا منصور علی خان اور ڈاکٹر وزیر خان کی طرح علمائے حق نے میدان میں آ کر اہل باطل کا مقابلہ کیا اور اسلام کی حقانیت پر عیسائیوں اور ہندوؤں سے فیصلہ کن مناظرے کر کے دنیا کو وہ علمی سرمایہ فراہم کیا جو اپنی مثال آپ ہے اور ہماری ملی تاریخ کا جلی عنوان ہے۔[5]

دوسری طرف یہ استعماری تعصب اس وقت مزید نمایاں ہو کر سامنے آیا جب ہندوستانیوں کے لئے ذریعۂ تعلیم کا مسئلہ طے کیا جانے لگا اور برصغیر کے مستقبل کے متعلق اس اہم موضوع پر دو مختلف نظریات کے حامل افراد سامنے آئے۔ ایک وہ جو انگریزی زبان کو

---

[1] اقبال حسن خان' "شیخ الہند مولانا محمود حسن' حیات اور علمی کارنامے" علی گڑھ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۱۹۷۳ء ص:۳۹۔

[2] منگلوری' طفیل احمد' سید' "مسلمانوں کا روشن مستقبل" حماد الکتبی شیش محل روڈ لاہور (س ن) ص:۱۶۲-۱۶۴۔

[3] ایضاً ص:۱۶۸-۱۶۹۔

[4] ایضاً ص:۱۷۰۔

[5] الف: رضوی' سید محبوب' "مکمل تاریخ دارالعلوم دیوبند" میر محمد کتب خانہ مرکز علم وادب آرام باغ کراچی جلد ا' ص:۱۱۷-۱۲۰۔
ب۔ الحسنی' سید محمد' "سیرت مولانا محمد علی مونگیری" مجلس نشریات اسلام کراچی (س ن) ص:۴۵-۶۹۔

ذریعہ تعلیم بنا کر ایک ایسا نظام تعلیم رائج کرنا چاہتا تھا جس کی جڑیں اس ملک کے عوام میں نہیں تھی اور دوسرا وہ جو مشرقی علوم کو برقرار رکھ کر اس میں مغربی سائنس کی پیوندکاری کے حق میں تھا۔ مؤخر الذکر گروہ کے پرجوش حامی پرنسپ صاحب سیکریٹری ایشاٹک سوسائٹی تھا جو ایک معتدل سوچ رکھنے والی شخصیت تھا' جب کہ اول الذکر گروہ کے سرخیل لارڈ میکالے (T.B Macaulay) تھا جو نہ صرف یہ کہ انگریزی علوم کے زبردست حامی اور مؤید تھا بلکہ اس حوالے سے خاصے متعصب بھی تھا اور مشرقی علوم وفنون کو انتہائی حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تا۔

اس کی اس متعصبانہ ذہنیت کا اندازہ ان اقتباسات سے لگایا جاسکتا ہے جو اس نے ایک یادداشت کی شکل میں ۳/فروری ۱۸۳۵ء کو بیرک پور (کلکتہ) کے مقام پر گورنر جنرل ہند لارڈ ولیم بینٹنک کو پیش کی' جس پر مباحثہ کے لئے جنرل کمیٹی برائے پبلک انسٹرکشن کا اجلاس ۷/مارچ ۱۸۳۵ء کو منعقد ہوا۔ وہ کہتا ہے:

"ہمارے پاس ایک رقم (ایک لاکھ روپیہ) ہے، جسے گورنمنٹ کے حسب ہدایت اس ملک کے لوگوں کی ذہنی تعلیم و تربیت پر صرف کیا جاتا ہے' یہ ایک سادہ سا سوال ہے کہ اس کا مفید ترین مصرف کیا ہے؟ کمیٹی کے پچاس فیصد اراکین مصر ہیں کہ یہ زبان انگریزی ہے' باقی نصف اراکین نے اس مقصد کے لئے کوئی ایسا شخص نہیں پایا ہے جو اس حقیقت سے انکار کر سکے کہ یورپ کی کسی اچھی لائبریری کی الماری میں ایک تختے پر رکھی ہوئی کتابیں ہندوستان اور عرب کے مجموعی علمی سرمایہ پر بھاری ہیں۔ پھر مغربی تخلیقات ادب کی منفرد عظمت کے کماحقہ معترف تو کمیٹی کے وہ اراکین بھی ہیں جو مشرقی زبانوں میں تعلیم کے منصوبے کی حمایت میں گرم گفتار ہیں"۔

"ہمیں ایک ایسی قوم کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کرنا ہے جسے فی الحال اپنی مادری زبان میں تعلیم نہیں دی جاسکتی۔ ہمیں انہیں لازماً کسی غیر ملکی زبان میں تعلیم دینا ہوگی، اس میں ہماری اپنی مادری زبان کے استحقاق کا اعادہ تحصیل حاصل ہے' ہماری زبان تو یورپ بھر کی زبانوں میں ممتاز حیثیت کی حامل ہے ، یہ زبان قوت متخیلہ کے گراں بہا خزانوں کی امین ہے۔ انگریزی زبان سے جسے بھی واقفیت ہے اسے اس وسیع فکری اثاثے تک ہمہ وقت رسائی حاصل ہے جسے روئے زمین کی دانش ور ترین قوموں نے باہم مل کر تخلیق کیا ہے اور گزشتہ نوے سال سے بکمال خوبی محفوظ کیا ہے۔ یہ بات پورے اعتماد سے کہی جاسکتی ہے کہ اس زبان میں موجود ادب اس تمام سرمایہ ادبیات سے کہیں گراں تر ہے جو آج سے تین سو سال پہلے دنیا کی تمام زبانوں میں مجموعی طور پر مہیا تھا"۔[6]

"اب ہمارے سامنے ایک سیدھا سادا سوال ہے کہ جب ہمیں انگریزی زبان پڑھنے کا اختیار ہے تو پھر بھی ہم ان زبانوں کی تدریس کی ذمہ داری قبول کریں گے جن کے بارے میں یہ امر مسلمہ ہے کہ ان میں سے کسی موضوع پر بھی کوئی کتاب اس معیار کی نہیں ہوگی کہ اس کا ہماری کتابوں سے موازنہ کیا جاسکے' آیا جب ہم یورپین سائنس کی تدریس کا انتظام کر سکتے ہیں تو کیا ہم ان علوم کی بھی تعلیم دیں جن کے بارے عمومی اعتراف ہے کہ جہاں ان علوم میں اور ہمارے علوم میں فرق ہے تو اس صورت میں ان علوم ہی کا پایہ ثقاہت پست ہوتا ہے اور پھر یہ بھی کہ آیا جب ہم پختہ فکر' فلسفہ اور مستند تاریخ کی سرپرستی کر سکتے ہیں تو پھر بھی ہم سرکاری خرچ پر ان طبی اصولوں کی تدریس کا ذمہ لیں جنہیں پڑھانے میں ایک انگریز سلوتری بھی خفت محسوس کرے...ایسا علم فلکیات پڑھائیں جن کا انگریزی اقامتی اداروں کی چھوٹی چھوٹی بچیاں بھی مذاق اڑائیں"۔[7]

"بچے جو گاؤں کے مدرسے میں استاد سے حروف تہجی یا تھوڑی بہت ریاضی سیکھتے ہیں' انہیں استاد کو بھی کچھ نہیں ادا کرنا پڑتا' استاد کو پڑھانے کی تنخواہ ملتی ہے تو پھر جو لوگ سنسکرت اور عربی پڑھتے ہیں' انہیں مالی اعانت دینے کا کیا جواز ہے؟"۔

"عربی کالج اور سنسکرت کالج پر ہم جو خرچ کر رہے ہیں' یہ غلط کاروں کی پرورش و تربیت کے لئے بے دریغ کی جانے والی اعانت ہے' اس مصرف سے ہم ایسی عافیت گاہیں تعمیر کر رہے ہیں جن میں نہ صرف بے یارو

---

[6] بخاری' سید شبیر' "میکالے اور برصغیر کا نظام تعلیم" آئینہ ادب چوک مینار' انارکلی لاہور ۱۹۸۶ء ص: ۳۰-۳۳۔

[7] ایضاً ص: ۳۳-۳۴۔

مدد گار، بے ٹھکانہ لوگ پناہ لیتے ہیں، بلکہ ان میں تعصبات اور ذاتی مفادات کے مارے وہ تنگ نظر لوگ بھی پل رہے ہیں جو اپنے ذاتی فائدوں اور گروہی عصبیتوں کے سبب تعلیمی اصلاح کی ہر تجویز کے خلاف ہرزہ دراہوں گے، اگر میری سفارش کردہ تبدیلی کے خلاف ہندوستانیوں میں احتجاج ہوا تو اس کا سبب ہمارا اپنا نظام اور طریق کار ہو گا۔ علم مخالفت بلند کرنے والوں کے قائدین وہ لوگ ہوں گے جنھوں نے ہمارے وظائف پر پرورش پائی ہو گی"۔[8]

"عربی اور سنسکرت کی اہمیت کے سلسلے میں ایک اور دلیل بھی دی جاتی ہے جو اس سے بھی زیادہ کمزور اور غیر مستحکم ہے، بیان کیا جاتا ہے کہ عربی اور سنسکرت وہ زبانیں ہیں جن میں کروڑوں انسانوں کی مقدس کتابیں محفوظ ہیں اور اس لئے یہ زبانیں خصوصی حوصلہ افزائی کی مستحق ہیں یقیناً حکومت برطانیہ کا فرض ہے کہ وہ ہندوستان کے تمام مذہبی مسائل میں روا دار اور غیر جانبدار رہے، لیکن ایک ایسے ادب کی تحصیل کی حوصلہ افزائی کرتے چلے جانا جو مسلمہ طور پر معمولی قدر وقیمت کا حامل ہے اور محض اس لئے کہ وہ ادب اہم ترین موضوعات پر غلط ترین معلومات ذہن نشین کراتا ہے، ایک ایسا رویہ ہے جس کی موافقت نہ تو عقل کرتی ہے نہ اخلاق...جو لوگ ہندوستانیوں کو حلقہ بگوش مسیحیت کرنے کے کام میں مصروف ہیں، ہم ان کی سرکاری طور پر ہمت افزائی سے اجتناب کرتے رہے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ آئندہ بھی مجتنب رہیں گے۔ جب عیسائیت کے بارے میں ہمارا یہ رویہ ہے تو کیا مناسب اور درست ہو گا کہ ہم سرکاری خزانے سے رشوت دے کر لوگوں کو اس امر پر مستعد کریں کہ وہ اپنی جوان نسل کی زندگیاں یہ جاننے میں برباد کر دیں کہ گدھے کو چھونے کے بعد وہ اپنے آپ کو کس طرح پاک کر سکتے ہیں یا وید کے کن اشلوکوں کو پڑھنے سے ایک بکرا مار دینے کا کفارہ ادا ہو جاتا ہے"۔[9]

[8] ایضاً ص: ۳۷-۴۰۔

[9] ایضاً ص: ۴۲-۴۳۔

"میرا خیال ہے کہ ایک بات واضح ہے کہ ہم پارلیمنٹ ایکٹ ۱۸۱۳ء کے پابند نہیں ہیں، نہ ہی کسی ایسے معاہدے کے جو ہم نے اس خصوص میں صراحتاً کیا ہو یا کنایتاً اور یہ کہ ہم زیر بحث رقوم کو اپنی صوابدید کے مطابق استعمال کرنے میں آزاد ہیں اور یہ کہ ہمیں اس فنڈ کو اس علم کے حصول میں صرف کرنا چاہئے جو بہترین طور پر شایان مطالعہ ہو اور یہ کہ انگریزی زبان، عربی اور سنسکرت کے مقابلے میں مطالعہ کے لئے موزوں تر ہے اور یہ کہ خود ہندوستانی لوگ انگریزی زبان سیکھنے کے خواہش مند ہیں، انہیں عربی اور سنسکرت سیکھنے کے لئے کوئی طلب نہیں اور یہ کہ نہ تو قانونی زبان کی حیثیت سے اور نہ مذہبی زبان کے لحاظ سے سنسکرت یا عربی زبان کو ہماری خصوصی ہمت افزائی کا کوئی استحقاق ہے"۔[10]

"میں اس نظام ناکارہ کو جڑ سے اکھاڑ دینا چاہتا ہوں جسے ہم نے ابھی تک سینے سے چمٹا رکھا ہے، میں فی الفور عربی اور سنسکرت کی کتابوں کی طباعت روک دوں گا۔ میں کلکتہ کے مدرسہ اور سنسکرت کالج کو ختم کر دوں گا۔ بنارس برہمنی تعلیم کا بڑا مرکز ہے اور دلی عربی تعلیم کا، اگر ہم ان دونوں ہی کو جاری رکھیں تو السنہ الشرقیہ کے فروغ کے لئے کافی ہو گا بلکہ میرے خیال میں کافی سے زیادہ ہے، اگر بنارس اور دلی کے کالجوں کو برقرار رکھنا ہے تو میری کم سے کم یہ سفارش ہو گی کہ ان میں داخلہ لینے والے کسی طالب علم کو وظیفہ نہ دیا جائے۔[11]

وہ اس نظریہ تعلیم کا خلاصہ بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"فی الوقت ہماری بہترین کوششیں ایک ایسا طبقہ معرض وجود میں لانے کے لئے وقف ہونی چاہئیں جو ہم میں اور ان کروڑوں انسانوں کے مابین جن پر ہم حکومت کر رہے ہیں، ترجمانی کا فریضہ سرانجام دے۔ یہ طبقہ ایسے افراد پر مشتمل ہو جو رنگ و نسل کے لحاظ سے تو ہندوستانی ہو لیکن ذوق، ذہن، اخلاق اور فہم و فراست کے اعتبار سے انگریز ہو"۔[12]

[1010] ۱۰-ایضاً ص: ۴۴-۴۵۔

[11] ایضاً ص: ۴۶۔

[12] ایضاً ص: ۴۵۔

تاریخ کا یہ عجیب المیہ ہے کہ آخر میں جب اس تجویز پر رائے شماری کا مرحلہ آیا تو اتفاق سے اس کے حامی اور مخالف اراکین کی تعداد برابر برابر تھی اور کوئی فیصلہ نہیں ہو پا رہا تھا' تب لارڈ میکالے نے ہی اس تجویز کے حق میں اپنا ووٹ ڈال کر بزعم خویش برصغیر میں انگریزی زبان کے اجراء کا راستہ ہمیشہ کے لئے ہموار کر دیا۔[13]

ثمرات و نتائج:

بالعموم ملک کے روشن خیال طبقہ کی طرف سے اس فیصلہ کی تعریف میں بڑے گن گائے جاتے ہیں کہ موصوف نے اس فیصلہ کے ذریعے دراصل ہندوستان کو آزادی کا پروانہ عطا کیا تھا یعنی اس نظام نے علی گڑھ تحریک کو جنم دیا اور علی گڑھ تحریک نے پاکستان کو جنم دیا۔ بقول صلاح الدین احمد:

> "آج ہم اس مملکت میں ایک باوقار اور آزاد زندگی اس طرح بسر کر رہے ہیں' گویا یہ ہمارا پیدائشی حق ہے۔ لیکن یاد رکھئے کہ اگر سرسید قومی وحدت اور قومی ہستی کی وہ بنیاد استوار نہ کرتے جس پر تحریک علی گڑھ کی عظیم الشان عمارت تعمیر ہوئی اور قومی احساس اور روشن خیالی کی وہ شمع روشن نہ کرتے جو آج سے کم وبیش پون صدی پیشتر انہوں نے روشن کی اور ہمیں ملا کے پنجے اور ذہنی استبداد سے نجات دلا کر زندگی کے صحیح انداز سے روشناس نہ کراتے تو آج ظلمستان ہند میں اسی طرح ٹھوکریں کھاتے پھرتے جس طرح نیم وحشی قبائل وسطی ہند کے جنگلوں میں اب بھی کرتے ہیں"۔[14]

حالانکہ یہ بات بدیہی طور پر غلط ہی نہیں' گمراہ کن بھی ہے۔ بلاشبہ قیام پاکستان کے حوالے سے علی گڑھ کی خدمات سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے اور یہ بھی درست ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام' مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کے توسط سے علی گڑھ سے جاملتا ہے' لیکن کیا محض اس وجہ سے علماء ہند اور ان ہزاروں مسلمانوں کی جدوجہد آزادی سے بیک جنبش قلم انکار کر دیا جائے جو مسلم لیگ کے شریک سفر نہ تھے یا بالفاظ دیگر تحریک علی گڑھ سے وابستہ نہ تھے' جس نے بقول ان کے مسلمانان ہند کو ملا کے پنجے اور ذہنی استبداد سے نجات دلا کر زندگی کی صحیح اقدار سے روشناس کرایا۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کی تاریخ نہ تو عدل وانصاف پر مبنی قرار دی جاسکتی ہے اور نہ ہی تحقیقی نکتہ نگاہ سے اس کی تائید کی جاسکتی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ آزادی کی اس تحریک میں ہندو و مسلم سب اقوام نے مل کر حصہ لیا تھا جس میں مسلمانوں کی قربانیاں برصغیر کے باقی مذاہب کے لوگوں سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ پھر مسلمانوں میں بھی علماء ہند کی جدوجہد آزادی کی ایک طویل تاریخ ہے جس کی دلخراش داستانیں کالاپانی (خلیج بنگال) سے لے کر مالٹا (بحیرہ روم) تک کے قید خانوں سے مرتب کی جاسکتی ہیں۔ جب کہ بدقسمتی سے مسلم لیگ کا دامنِ تاریخ اس قسم کی قربانیوں سے تقریباً خالی ہے۔ رہی موصوف کی یہ بات کہ " سرسید کی تحریک نے ہمیں ملا کے پنجے اور ذہنی استبداد سے نجات دلا کر زندگی کی صحیح اقدار سے روشناس کرایا' ورنہ ہم لوگ ظلمستان ہند میں اسی طرح ٹھوکریں کھاتے پھرتے جس طرح نیم وحشی قبائل وسطی ہند کے جنگلوں میں اب بھی کرتے ہیں"۔ تو اس کا جواب صرف یہی دیا جاسکتا ہے کہ امت کے سواد اعظم نے سلف صالحین کا دامن پکڑتے ہوئے سرسید کی مذہبی تعبیرات کو قطعاً رد کر دیا ہے۔ جو بقول مولانا ابو الکلام آزاد:

> "یہ منزل مذہب کی طرف لے جانے والی نہیں' بلکہ مذہب سے انکار کی ایک نرم اور ملائم صورت ہے"۔[15]

اب اگر کوئی روشن خیال سلف سے روگردانی کرتے ہوئے سرسید کی ان تعبیرات کو اپنانا چاہتا ہے تو اسے مبارک ہو۔ اس فیصلہ کی وجہ سے برصغیر کا فارسی خواں طبقہ جو زیادہ تر مسلمان تھا' پس منظر میں چلا گیا اور انگریزی کے نئے مقام کی وجہ سے ایک قسم کا ناخواندہ شمار ہونے لگا، جب کہ ہندوؤں نے اپنے آپ کو نئے حالات کے مطابق ڈھالنے کے لئے زبردست جدوجہد کی، جس کا اثر سرکاری ملازمتوں کے حصول پر بھی پڑا، جیسا کہ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر نے اپریل ۱۸۷۱ء میں صرف بنگال میں سرکاری ملازمتوں کی تقسیم کا جو نقشہ پیش کیا ہے' نہایت ہی مایوس کن ہے۔ واضح رہے کہ یہ فہرست صرف ان گزیٹیڈ ملازمتوں کی ہے جن پر ہندو' مسلمان اور انگریز سب فائز ہوسکتے ہیں۔ اس کے مطابق کل ۲۱۱۱ آسامیوں میں یورپیین کی تعداد ۱۳۳۸' ہندو ۶۸۱ اور مسلمان فقط ۹۲ ہیں۔[16]

---

[13] مسلمانوں کا روشن مستقبل ص: ۱۷۰-۱۷۱

[14] حالی' الطاف حسین' مولانا "حیات جاوید" آئینہ ادب چوک مینار انارکلی لاہور' ۱۹۶۶ء سرسید احمد خان پر ایک نظر ص: ۴۶-۴۷

[15] ملیح آبادی' عبد الرزاق' "ذکر آزاد" مکتبہ جمال اردو بازار لاہور ۲۰۰۶ء ص: ۱۵۲۔

[16] ہنٹر' ڈبلیو ڈبلیو' آئی سی ایس بنگال' "ہمارے ہندوستانی مسلمان" مترجم ڈاکٹر صادق حسین دفتر اقبال اکیڈیمی ظفر منزل تاج پورہ لاہور ۱۹۴۴ء ص: ۲۳۴-۲۳۵۔

ہائی کورٹ کے وکلاء کی فہرست جن کا درجہ بیرسٹروں سے ذرا کم ہے اور بھی زیادہ عبرتناک ہے اور یہ وہ شعبہ تھا جو تمام کا تمام مسلمانوں کے ہاتھ میں تھا۔ ۱۸۵۱ء تک کل دو سو چالیس ہندوستانی داخل کئے گئے جن میں فقط ایک ہی مسلمان تھا۔[17]

ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر مزید لکھتا ہے کہ:

"حقیقت یہ ہے کہ ہمارا طریقہ تعلیم جس نے ہندوؤں کو ان کی صدیوں کی نیند سے جگایا اور ان کے قاہل عوام میں قومیت کے شریفانہ جذبات پیدا کر دیئے ہیں، مسلمانوں کی روایات کے بالکل خلاف اور ان کی ضروریات کے بالکل غیر مطابق ہے، بلکہ ان کے مذہب کی تحقیر ہے، ہندو اسلامی حکومت میں بھی اپنی قسمت پر ایسے ہی مطمئن تھے جیسے کہ اب ہماری حکومت میں۔ آج کل ترجیح صرف اس شخص کو دی جاتی ہے جو انگریزی زبان جانتا ہو اور ہندو انگریزی خوب سیکھتے ہیں، اس سے پہلے ترجیح اس شخص کو دی جاتی تھی جو فارسی زبان جانتا تھا"۔[18]

سرسید احمد خان نے برصغیر پاک وہند میں لارڈ میکالے کے نظام تعلیم کو جس دلجمعی اور اخلاص سے متعارف کرانے کی کوشش کی، تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے، جیسا کہ آپ لارڈ میکالے صاحب کی تعریف میں رطب اللسان ہیں:

"ہم صاف صاف کہنا چاہتے ہیں کہ ہم کو مشرقی علوم کی ترقی کے پھندے میں پھنسانا ہندوستانیوں کے ساتھ نیکی کرنا نہیں ہے، بلکہ دھوکہ میں ڈالنا ہے۔ ہم لارڈ میکالے کو دعا دیتے ہیں کہ خدا اس کو بہشت نصیب کرے کہ اس نے اس دھوکہ کی ٹٹی کو اٹھا دیا تھا"۔[19]

علی گڑھ کالج کے مقاصد تعلیم اس ادارے کی افتتاحی تقریب کے موقع پر کچھ یوں بیان کئے گئے ہیں:

"ہم کو اس بات کی امید ہوتی ہے کہ ہندوستان اور انگلستان کے درمیان جو اتحاد ہوا ہے وہ مدت دراز تک قائم رہے گا۔ پس اپنے ہم وطنوں کے دلوں پر ان باتوں کا روشن کرنا اور ان کو اس پر تعلیم دینا کہ وہ ان برکتوں کی قدر شناسی کر سکیں اور زمانہ سلف کے دھوکہ دینے والے خیالات کو باطل کرنا کہ جو ہماری ترقی کے مانع ہوتے ہیں...اور ہندوستان کے مسلمانوں کو سلطنت انگریزی کے لائق وکارآمد رعایا بنانا اور ان کی طبیعتوں میں اس قسم کی خیر خواہی پیدا کرنا جو ایک غیر سلطنت کی غلامانہ اطاعت سے نہیں، بلکہ عمدہ گورنمنٹ کی اصلی قدر شناسی سے پیدا ہوتی ہے"۔[20]

بدقسمتی سے آج کی طرح اس دور میں بھی مسلمانوں کی تنزلی کا واحد علاج انگریزی کے حصول میں سمجھ لیا گیا تھا۔ بقول شیخ اکرام:

"مسلمانوں کے مصائب اگر تمام تر اقتصادی ہوتے تب بھی ان کا حل آسان نہ تھا لیکن اس زمانے میں انہیں جو نئے مسائل پیش آرہے تھے، وہ زندگی کے ہر شعبے سے متعلق تھے۔ اقتصادی اور ذہنی پستی کی اصلاح کے لئے ضروری تھا کہ مسلمان انگریزی تعلیم حاصل کریں اور وہ اس سے بدکتے تھے"۔[21]

اور مشکلات کا یہ ہفت خوان سرسید احمد خان نے سر کیا جس میں حکومت برطانیہ نے دامے درمے سخنے ان کی مکمل مدد کی۔ لارڈ ناتھ بروک وائسرائے و گورنر جنرل ہند نے اپنی جیب سے دس ہزار روپے دینے کا وعدہ کیا، سر ولیم میور نے (یوپی کے گورنر جس نے ذات اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر رکیک حملے کئے تھے) ایک ہزار دیا اور دوسرے انگریز افسروں نے بھی مدد کی، اس طرح بالآخر ۸/ جنوری ۱۸۷۷ء کو لارڈ لٹن کے ہاتھوں ایم اے او کالج علی گڑھ کا افتتاح ہوا۔[22]

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

[17] ایضاً ص: ۲۳۸-۲۳۹۔

[18] ایضاً ص: ۲۴۵۔

[19] حیات جاوید ص: ۴۰۲۔

[20] ۲۰- زبیری، محمد امین، مولوی، "تذکرہ سرسید" پبلشر زیونائیٹڈ انار کلی لاہور (س ن) ص: ۶۴-۶۵۔

[21] اکرام، شیخ محمد، "موج کوثر" ادارۂ ثقافت اسلامیہ لاہور ۱۹۹۲ء ص: ۷۷

[22] ایضاً ص: ۸۸-۱۹

برصغیر پاک وہند میں اسلام اور سیکولرازم کی کشمکش

قاری ابو عمارہ

یہ عین ممکن ہے کہ انکارِ وحی و معجزات یورپ کے ان فرنگیوں سے ہی حاصل کیے گئے ہوں۔ لیکن یہ ثابت ہوتا ہے کہ ریشنلزم (عقل پرستی) جس کو خود یورپی ایگناسٹک بدعقلی قرار دیتے ہیں یہیں سے ہندوستان میں داخل ہوئی۔ یہ یورپ کا وہ دور تھا جب کیتھولک مذہبی مظالم سے تنگ آئے لوگوں نے عقل پرستی کے نام پر مذہب کی بنیادوں پر حملے شروع کیے ہوئے تھے۔ اور ان غضبناک افکار کو فلسفہ کا نام دے دیا گیا حالانکہ یہ صرف کمزور اعصاب والوں کی جنونی ہفوات تھیں جن کو آج ریشنلزم کے نام سے پیش کیا جاتا ہے۔ (والٹیر نے اس ریشنلزم پر جو سوالات اٹھائے ہیں ان کا جواب آج تک کوئی ریشنلسٹ نہیں دے سکا)۔

ہون کی رسم پہلے ہی دختران رجگان ہند کی بدولت محلات شاہی میں رواج پا چکی تھی۔ پارسیوں کے اثر سے اس میں آتش کدہ کو مستقل کر دینے کا اقدام بھی کر لیا گیا جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔ یہ اجزاء تو پارسیوں اور نصرانیوں سے لیے گئے تھے مگر جس مذہب کا اس نئے دین پر سب سے زیادہ اثر پڑا وہ وہی تھا جو ہندوستان کی غالب اکثریت کا دین تھا یعنی ہندومت۔ یوں تو دربار میں اس کے علماء موجود ہی رہتے تھے جیسا کہ ملا صاحب کا بیان ہے

> "بادشاہ کو لڑکپن سے ہی بھاٹوں، برہمنوں اور اسی طرح کی دوسری ہندی قوموں کی جانب میلان تھا"۔

پھر سونے پر سہاگہ یہ کہ

> "ہندوستان کے جن راجواڑوں کی عورتوں اور راجکماریوں کو بادشاہ اپنے تصرف میں لا چکا تھا ان کو بھی مزاج میں دخل حاصل ہو گیا"۔

پھر کالپی کا ایک برہمن جس کا نام براہمد اس تھا بادشاہ کے مزاج میں بہت دخیل ہو گیا۔ یہ شخص پہلے کب رائے (ملک الشعرا) اور بعد میں بیر بل بہادر کے نام سے مشہور ہوا۔ اسی کی سفارش سے ایک بڑا فلسفی برہمن جس کا نام دیوی تھا بادشاہ کا قرب حاصل کرنے میں اس قدر کامیاب ہوا کہ بادشاہ قریب قریب ہر رات کو اس سے ملاقات کر کے قدیم ہندی فلسفہ کی معلومات حاصل کرتا تھا۔ اس برہمن کے لیے ایک جھولا تیار کیا گیا تھا جس میں یہ بیٹھ جاتا اور اس کو اوپر کھینچ کر اکبر کی قیامگاہ تک پہنچایا جاتا۔ ملا صاحب فرماتے ہیں:

> "ایک زمانہ تک اس برہمن کو چارپائی پر بٹھا کر اوپر کھینچ لیا جاتا اور اس معلق حالت میں بادشاہ اس سے ہندوستانی قصے اور اسرار، نیز بتوں، آفتاب اور آگ کو پوجنے کے طریقے، ستاروں کی تعظیم کے آداب، قدیم ہندو شخصیات جیسے برہما، مہا دیو، بشن، کشن، مہا مائی وغیرہ کے احترام کی صورتیں سنتا اور پھر ان کی جانب مائل ہوتا اور ان کو قبول کرتا"۔

اسی طرح ایک اور شخص پر گو تھم جو برہمن ہی تھا بھی بادشاہ کے پاس اکثر حاضری دیتا اور اس قسم کی معلومات بادشاہ اس سے بھی حاصل کرتا تھا۔ ان سب کا نتیجہ یہ ہوا کہ دین اکبری میں انہی لوگوں کے رسوم وعقائد کو جگہ ملی۔

اس سب تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ مغل سلطنت اگرچہ مسلمان کہلاتی تھی مگر اس کو چار فتنوں نے گھیر رکھا تھا۔

1. علمائے سوء کا فتنہ۔
2. اکبر کی اپنی شوریدہ مزاجی کا فتنہ۔
3. عیسائی اور ہندو۔
4. روافض۔

لیکن فتنوں کی گنتی یہاں ختم نہیں ہوتی بلکہ ایک فتنہ ایسا پیدا ہوا کہ جس نے اس سارے معاملے کا رخ ہی بدل دیا۔

یہ فتنہ دوسرے الف یا دوسرے ہزار یے کا فتنہ تھا۔ اس کے متعلق ایسی روایات پیدا کی گئیں کہ یہ بجائے خود ایک مستقل فتنہ بن گیا۔ ملا صاحب کا بیان ہے:

> "بادشاہ نے یہ خیال پکایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی کل مدت ایک ہزار سال تھی جو اس کے وقت میں آکر مکمل ہو گئی۔ بادشاہ کے دل میں موجود منصوبوں کی راہ میں اس خیال کے بعد کوئی رکاوٹ موجود نہیں رہ گئی تھی۔ جن علماء اور مذہبی شخصیات سے کچھ مزاحمت کی توقع ہو سکتی تھی وہ دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ لہٰذا فراغت کے ساتھ دل کھول کر احکام و ارکانِ اسلام کو باطل ثابت کرنے میں لگ گئے اور نت نئے ضوابط و قواعد کا وجود عمل میں آنے لگا"۔

یہ وہ الف ثانی کا نظریہ تھا جس کی وجہ سے اکبر کا نیا سکہ بھی سکہ الفی کہلایا۔ اور سکے کے جاری کرنے کی وجہ بھی یہ تھی کہ اس دین کی زیادہ سے زیادہ تشہیر کی جا سکے۔ ملا صاحب لکھتے ہیں:

> "سکوں میں ہزار سال کی تاریخ لکھنے کا حکم دیا گیا۔ اشرفیوں اور تنکوں میں الف کی تاریخ لکھائی گئی اس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی مدت پوری ہونے پر اشارہ کرنا مقصود تھا"۔

اس معاملے میں ایسی سختی کی گئی کہ ماقبل کے تمام سکے منسوخ کر دیے گئے اور صرف اسی سکے کو قانونی حیثیت دی گئی۔ اس کے علاوہ تاریخ الفی کے نام سے ایک کتاب بھی لکھوائی گئی۔ ملا صاحب کا بیان ہے:

"اسی سال حکم ہوا کہ اب چونکہ ہجرت کو ہزار سال پورے ہو گئے ہیں اور لوگ ہر جگہ سنہ ہجری ہی لکھتے ہیں اس لیے مناسب ہے کہ ان تمام سلاطین کی تاریخ لکھی جائے جو ابتدا سے اب تک اسلام میں گزرے ہیں اور جو سب حالات پر حاوی اور قدیم تاریخوں کی ناسخ ہو۔ یہ بھی حکم ہوا کہ سنوں میں ہجرت کی بجائے رحلت کا لفظ لکھیں اور اس کا نام الفی رکھیں"۔

قرین قیاس تو یہ ہے کہ یہ نظریہ اکبر کے اپنے دماغ کی ایجاد نہیں تھا بلکہ یہ انہی شوریدہ دماغوں کی کارستانی تھی جنھوں نے چند مولویوں سے دشمنی نکالنے کے لیے اسلام کو ہی نشانہ بنالیا تھا (یعنی ملا مبارک ناگوری اور ان کے بیٹے ابوالفضل اور فیضی)۔ ملا صاحب کا بیان یہ ہے کہ اس نظریہ کی تائید میں دلائل کا ایک انبار جمع کر دیا گیا تھا۔ وہ لکھتے ہیں:

"اسی سال چند رذیل ادنیٰ درجہ کے لوگ جو عالم نما جاہل تھے انہوں نے باطل دلیلوں کے ساتھ اس دعوے کا پشتہ باندھ دیا کہ اس زمانے میں حضرت والا ہی وہ صاحب زماں ہیں جو ہندو مسلم کے بہتر فرقوں کا اختلاف اٹھادیں گے (حالانکہ جس حدیث میں بہتر فرقوں کا ذکر ہے اس میں امت کا لفظ بھی ہے)"۔

ہندو مسلم اختلاف کو مٹا دینا جب نظریہ الف ثانی کا سنگ بنیاد ہو اور اسلامی عقائد و اعمال کے علاوہ ہر مذہب کے اعمال و عقائد صاحبِ زماں کو بھلے معلوم ہوں تو کون اس وارفتگی کا فائدہ اٹھانے سے چوکے گا۔ چنانچہ ملا صاحب لکھتے ہیں کہ

"ہندوستان کے قدیم دانشمندوں کے نام سے اس زمانہ کے برہمن اشعار اور پیشینگوئیاں بادشاہ کی خدمت میں پیش کرتے تھے جن کا مضمون یہ ہوتا تھا کہ جہان کا فتح کرنے والا ایک بادشاہ ہندوستان میں پیدا ہو گا جو برہمنوں کی بڑی عزت کرے گا اور گائے کی حفاظت کرے گا۔ وہ عالم کی نگرانی انصاف کے ساتھ کرے گا۔ پرانے کاغذوں پر ان خرافات کو لکھ کر بادشاہ کو دکھایا جاتا اور بادشاہ ان کو صحیح خیال کرتا"۔

ایک صاحب حاجی ابراہیم سرہندی تھے جو گجرات کی صدارت پر فائز تھے انہوں نے گجرات سے چند تحفے بادشاہ کی خدمت میں بھیجے ان میں ایک یہ بھی تھا کہ

"شیخ ابن عربی کی کتابوں سے ایک عبارت مشکل الفاظ میں نقل کی جس کا مطلب یہ تھا کہ صاحب زماں داڑھی منڈا ہو گا اور اس کے تصرف میں بہت سی عورتیں ہوں گی اسی طرح چند صفات جو بادشاہ میں تھے اس میں درج تھیں"۔

لیکن برہمنوں کی طرح ان کی پیش نہ چلی ملا صاحب لکھتے ہیں:

"اس عبارت میں جو جعلسازی کی گئی تھی وہ ظاہر ہے"۔

ایک اور صاحب مولٰنائے خواجہ شیرازی تھے یہ حج کے لیے گئے تو وہاں کے علماء کے نام سے ایک رسالہ لائے جس میں درج تھا کہ

"صحیح حدیثوں میں دنیا کی کل مدت سات ہزار سال بتائی گئی ہے جو پوری ہو چکی ہے سو یہی وقت اس مہدی آخر الزماں کے ظہور کا ہے جس کا وعدہ کیا گیا ہے"۔

خود ان مولانائے خواجہ شیرازی نے اس بارے میں ایک رسالہ تصنیف کیا۔

اس تحریک میں سنی علماء ہی نہیں بلکہ شیعہ علماء بھی شامل تھے۔ چنانچہ ملا عالم شریف آملی جو اس دور کے مشہور شیعہ عالم تھے نے محمود بسخوانی کے حوالے سے بادشاہ کی خدمت میں ایک عرضداشت پیش کی جس میں درج تھا کہ

"۹۹۰ھ میں باطل کو مٹانے والا ایک شخص پیدا ہو گا۔ صاحبِ حق کے سارے اوصاف اکبر پر منطبق کر دیے جو جمل کے قاعدے سے بھی ۹۹۰ ہوتے تھے"۔

اسی پر بس نہیں بلکہ ناصر خسرو کی دو رباعیاں بھی دلیل میں پیش کی گئیں جن سے اس نظریہ الف ثانی کی تائید ہوتی تھی۔

یہ قصہ تو بہت طویل ہے اور ملا صاحب نے تو اس کی بہت تفصیلات بیان کی ہیں۔ مختصر یہ کہ اکبر کے زمانہ میں دین پر ایک ہزار سال گزرنے کے اتفاق کو ایک ایسا واقعہ بنالیا گیا کہ جس پر الف ثانی کے نظریہ کی بنیادیں کھڑی کی گئیں اور مستقل طور پر طے کر دیا گیا کہ دین محمدی کی مدت پوری ہو چکی ہے۔ اور بالفرض پوری نہیں بھی ہوئی تب بھی ملا مبارک کے الفاظ ملا صاحب نے نقل کیے ہیں:

"بادشاہ کے سامنے بیربل سے مخاطب ہو کر کہا کہ جس طرح تمہارے مذہب میں بکثرت تحریفیں ہوئیں ہیں اسی طرح ہمارے مذہب میں بھی ہوئی اس لیے اس پر بھی اعتماد باقی نہیں رہا"۔

یہ ایک بات ہوئی دوسری یہ کہ

"ہجرت سے اب تک ایک ہزار سال کی مدت بھی پوری ہو چکی ہے"۔

یعنی ہر صورت میں ایک نئے دین کی ضرورت ہے۔ چنانچہ پہلے تو صرف ہندو مسلم اختلافات کو رفع کرنا مقصود تھا مگر اس پر نئی حاشیہ آرائی یہ ہوئی کہ

"تمام مذاہب میں عقل مند موجود ہیں اور پائے جاتے ہیں اسی طرح ریاضت و مجاہدہ، کشف و کرامات والے لوگ بھی دنیا کے تمام لوگوں میں موجود ہیں۔ اور حق تمام مذاہب میں پایا جاتا ہے پھر ایک ہی دین و ملت جو نیا پیدا ہوا ہے اور اس پر ہزار سال بھی نہیں گزرے اس میں حق کو منحصر

کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ایک کو حق ثابت کرنا اور دوسرے کو باطل ثابت کرنا کہاں سے جائز ہوا؟"

بہر حال یہ طے کر لیا گیا کہ نئے دین وملت کی بنیاد رکھ دی جائے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ اکبر کی تکذیب کی رفتار ابھی دامانِ نبوت تک پہنچی تھی الحاد ابھی اس سے دور تھا۔ الٰہ کا تصور ابھی اس کے دماغ میں موجود تھا سو اسی لیے اس جدید مذہب کا نام دینِ الٰہی رکھا گیا۔ اب چونکہ الٰہی مذہب وجود میں آ چکا تھا تو اس کے لیے وحی والہام کی بھی ضرورت تھی۔ چنانچہ ملا شیری جو اس دور کے مشہور شاعر ہیں اپنے ایک قصیدے میں اکبر کے دعویٰ نبوت کا ذکر کرتے ہیں۔

؎شورش مغزاست اگر در خاطر آرد جاہلی
کز خلائق مہر پیغمبر جدا خواہد شدن
بادشاہ امسال دعویٰ نبوت کردہ است
گر خواہد پس ازیں سالے خدا خواہد شدن

اگرچہ ملا صاحب نے اس بارے میں کوئی واضح بات نہیں لکھی لیکن ایک واقعہ وہ بیان کرتے ہیں جس سے ملا شیری کے بیان کی تائید ہوتی ہے۔

"اسی سال نندانہ (پنجاب) سے لوٹتے ہوئے بادشاہ کو شکار کا شوق ہوا۔ اور ہانکا کرنے کا فرمان جاری کر کے شکار میں مشغول ہوا کہ چار دن اسی تفریح میں گزار دیے۔ اسی شکار کے دوران اچانک ایک درخت کے نیچے بادشاہ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی اور ایک جذبہ عظیم وارد ہوا۔ حالت میں ایک غیر معمولی تبدیلی رونما ہوئی۔ یہ ایک ایسی کیفیت تھی جس کی تعبیر ناممکن تھی ہر شخص اپنے خیال کے مطابق الگ رائے قائم کرتا تھا"۔

ملا صاحب تو الغیب عند اللہ کہہ کر آگے نکل گئے لیکن خود ہی فرماتے ہیں کہ

"ہندوستان کے مشرقی علاقوں میں بادشاہ کی اس کیفیت کی خبر نے شہرت پا لی اور طرح طرح کی بیہودہ باتیں عوام کی زبانوں پر آ گئیں۔ اس درخت کو بادشاہ نے مقدس قرار دیا اور سر کے بال کٹوائے اور بہت سا سونا چاندی غریبوں میں تقسیم کیا"۔

کیا اکبر کو گیا کے ہولی ٹری کی خبر نہ تھی اور کیا اس کا یہ اقدام مہاتما بدھ کی نقل نہ تھا؟ ہاں ایسی کوئی صاف شہادت میسر نہیں ہے کہ جس سے اکبر کا دعوائے نبوت کرنا ثابت ہوتا ہو۔ لیکن ایک صاحب تاج العارفین کہلاتے تھے وہ "انسان کامل سے خلیفۃ الزماں (بادشاہ) کی ذات مراد لیتے تھے اور بسا اوقات بلا کم وکاست اس کو خدا بھی قرار دیتے تھے"۔ لیکن ظاہر ہے جب ہر ادنیٰ فقیر انا الحق کا نعرہ لگا سکتا ہو تو خدا بننے میں وہ لطف کہاں جو نبوت میں ہے۔

ملا صاحب کے بیان سے اکبر کے رجحانات پر کافی روشنی پڑ چکی ہے۔ اکبر کے مرید ان خاص یعنی ملا مبارک ناگوری اور ان کے صاحبزادگان ابوالفضل اور فیضی کی تحریریں بھی اس مذہب کی کافی حد تک پردہ کشائی کرتی ہیں۔ ابوالفضل نے آئین اکبری اور اکبر نامہ میں بھی ان تفصیلات کا اقرار کیا ہے۔ فرق یہ ہے کہ ملا صاحب ان سب کو خرابی اور فتنہ سمجھ کر بیان کرتے ہیں جبکہ ابوالفضل ان خرافات کو دین کا حصہ بنا کر پیش کرتا ہے مگر وہ بھی اکبر کو نبی نہیں کہتا۔ ان سب سے بڑھ کر جہانگیر کا روزنامچہ ہے جو نہ صرف ذاتی ڈائری ہے بلکہ واقعات کا بھی مجموعہ ہے۔ وہ جگہ جگہ اکبر کو مرشد حقیقی اور خدائے مجازی کے لقب دیتا ہے۔ وہ تزک میں لکھتا ہے:

"میرے والد اکثر اوقات ہر ایک دین کے ماہروں اور دانشمندوں سے صحبت رکھتے تھے بالخصوص پنڈتوں اور دانایانِ ہند سے۔ اور اس کے باوجود کہ اُمی تھے مگر ان مجالس کی کثرت اور دن رات دانشمندوں کی صحبت کی بنا پر ان کی گفتگو سے کوئی بھی شخص یہ معلوم نہیں کر سکتا تھا کہ وہ اُمی ہیں۔ نظم ونثر کی ان باریکیوں تک پہنچ جاتے تھے کہ ایک عام ذہن کا تصور بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا"۔

اس کے بعد وہ اکبر کی اس لامذہبی کی تاویل کرتا ہے:

"شیعہ کے لیے ایران اور سنی کے لیے توران، روم اور ہندوستان کے سوا کہیں جائے پناہ نہیں۔ مگر اس دولت بے نظیر (مغلیہ ہندوستان) میں ممالکِ دنیا کے طرز وآئین کے برخلاف مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے لیے یکساں طور پر امن اور پناہ مہیا ہے"۔

آگے لکھتا ہے:

"سنی شیعہ کے ساتھ ایک مسجد میں اور فرنگی یہودی کے ساتھ ایک کلیسا میں اپنی عبادت بجالاتے۔ آپ (اکبر) کا اصول صلحِ کُل تھا"۔

مزید تحریر ہے کہ:

ہر طائفہ اور ہر مذہب کے نیک اور بھلے آدمیوں کے ساتھ محبت رکھتے تھے اور بموجب ان کی فہم حالت کے ان کے ساتھ سلوک کرتے تھے"۔

یہاں سوال یہ ہے کہ اسلام سے بڑھ کر صلح کُل کون سا دین ہو سکتا ہے؟ جس میں مشرکین کے جھوٹے معبودوں کو بھی سخت الفاظ سے پکارنا منع کیا گیا ہے۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اکبر اور جہانگیر دونوں ہی علم وفضل سے کوئی واسطہ ہی نہیں رکھتے، وہ صلح کُل کا مطلب وہ لیتے ہیں جو اوپر ملا بدایونی صاحب کے بیان سے واضح ہوتا ہے یعنی اسلام کو چھوڑ کر باقی سب مذاہب کی ناز برداریاں کرنا اور ایک نئے ہی دین کو ایجاد کر لینا۔ اگرچہ جہانگیر

اپنے باپ کے نقش قدم پر نہیں چلا مگر وہ اکبر کی اس سیاسی پالیسی سے بہت متاثر ہے چنانچہ وہ خود بھی مرید کیا کرتا تھا۔

اکبر اور جہانگیر ایک بنیادی غلطی میں مبتلا ہوئے۔ ان کے نزدیک اسلام وہ ہے جو ان کو اچھا لگے اور ان کے سیاسی مفادات سے نہ ٹکرائے۔ اسی وجہ سے اکبر اصل دین اور احکامات کو پس پشت ڈال کر ایک نئے دین کی ترویج و تدوین یں لگ گیا تھا۔ اسلام اطاعت کا نام ہے اور یہاں حکم کو بجالان ہی دین کی بنیاد ہے سمعنا و اطعنا کے تحت۔ یہ درست ہے کہ حاکم یا مدبر کا کوئی بھی حکم مصلحت سے خالی نہیں ہوتا مگر محکوم کا پہلا کام یہ ہے کہ وہ اپنی عقل پر اعتماد کی بجائے حکم کو پورا کرنے پر توجہ رکھے۔ یہاں مسئلہ یہ تھا کہ چونکہ مذہب کی بنیاد عقل پر رکھی گئی تھی اور بادشاہ کے مزاج میں برہمنوں اور عیسائی راہبوں کا بھی دخل بن گیا تھا اوراسلام کے مدون کرنے والے عرب کے جاہل بدو قرار پاچکے تھے اس لیے عقل کے سامنے سب اسلامی احکامات کو پس پشت ڈال دیا گیا۔

مگر اس عقل کی پرستش کا بھی ایک واقعہ حاضر خدمت ہے۔ جہانگیر کی پیدائش کو اکبر شیخ سلیم چشتی کی دعا کا اثر سمجھتا تھا اور اس سلسلے میں وہ نہ صرف پاپیادہ اجمیر بھی گیا بلکہ شیخ کے پڑوس میں رہنے کی غرض سے اس نے اپنا دارالحکومت ہی فتح پور سیکری کو بنالیا۔ ایک بار اکبر نے شیخ سلیمؒ سے پوچھا کہ آپ کی وفات کب ہو گی شیخ نے جواب دیا کہ جب شہزادے کو کوئی شعر یاد ہو گیا تو اسی روز میری وفات ہو گی۔ اکبر نے انتہائی کوشش کر کے جہانگیر کو تعلیم سے دور رکھا اور اس بات کا خاص خیال رکھا جانے لگا کہ کوئی بھی جہانگیر کے سامنے شعر و شاعری کا تذکرہ بھی نہ کرے۔ مگر ایک پھول فروش عورت جو محل میں آتی جاتی تھی جہانگیر کو ایک شعر سکھا گئی۔ اسی روز شیخ سلیم چشتیؒ کی وفات ہو گئی۔ مگر اکبر کی عقل پرستی ملاحظہ ہو کہ جہانگیر کو جاہل رکھا تا کہ شیخ سلیم چشتی کو زندہ رکھا جا سکے۔ جہانگیر کی رسمی تعلیم بھی شیخ کی وفات کے بعد شروع ہوئی اور اس کی تحریر اپنی جگہ پر مگر علم و فضل سے اس کا کبھی کوئی واسطہ نہیں رہا۔

اس طرح کی عقل پرستی جو دکھائے کم ہے۔ یہ سب کوشش صرف اس لیے کی جا رہی تھی کہ آل تیمور کی سیادت کو ہندوستان پر باقی رکھا جائے اور اس کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا جائے۔ ظاہر ہے جب سیاسی اغراض ہی سب کچھ ہوں تو اسی طرح کے تماشے دیکھنے کو ملتے ہیں۔

منتخب التواریخ ۱۰۰۴ھ پر ختم ہو جاتی ہے جبکہ اکبر نے ۱۰۱۴ھ میں وفات پائی۔ ابو الفضل ۱۰۱۱ھ میں جہانگیر کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اس کی آئین اکبری اور اکبر نامہ بھی اس سے پہلے ہی مدون ہو چکے تھے۔ سو اکبر کے آخری دس سالوں کا ذکر کسی مورخ نے نہیں کیا۔ تزک بھی اس معاملے پر کوئی خاص روشنی نہیں ڈالتی۔ اکبر کے مذہبی خیالات بدلتے رہتے تھے جیسا کہ سطور بالا میں بیان کیا گیا ہے۔

تزکِ جہانگیری کا ایک ترجمہ میجر پرائس نے انگریزی میں کیا ہے۔ اس میں وہ کہتا ہے:

> "شہنشاہ اکبر نے مسلمانوں کے سب سے بڑے مولوی کے ہاتھ پر توبہ کی اور کلمہ پڑھ کر جنتی مسلمانوں کی طرح دنیا سے رخصت ہوا"۔

مگر سر سید احمد خاں نے جو اردو ترجمہ چھپوایا ہے اس میں ایسا کوئی فقرہ موجود نہیں ہے۔ قرین قیاس یہ ہے کہ اکبر کی "گریٹنس" کو مسلمانوں سے تسلیم کروانے کے لیے یہ رنگ آمیزی کی گئی ہے۔

اکبر کی وفات کا حال جہانگیر نے اپنی تزک میں بیان کیا ہے وہ لکھتا ہے:

> "امراء کو طلب کیا گیا اور سب حاضر ہوئے تو بادشاہ نے ان کی طرف منہ کر کے اپنا کہا سنا معاف کرایا اس کے بعد چند فارسی اشعار پڑھے اور میر اس صدر جہاں کو بلوایا وہ آئے اور آ کر کلمہ پڑھا اور سورہ یس اور دعائے عدیلہ پڑھی بادشاہ نے بھی کلمہ شہادت پڑھا اور جان جان آفریں کو سپرد کر دی"۔

مندرجہ بالا ماحول تو دربار اور امراء کا تھا۔ عوام پر اکبر کے اس طرز عمل سے کیا اثر پڑا اس کی تفصیل نہ صرف ملا صاحب بلکہ خود شیخ مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات سے دستیاب ہوتی ہے۔ اس فساد کی کچھ تفصیل پیش خدمت ہے ملاحظہ ہو۔

شیخ تحریر فرماتے ہیں:

> "کفار برملا اور بطریق غلبہ دارالاسلام میں احکامات کفر جاری کرتے ہیں۔ اور مسلمان اظہار اسلام سے عاجز ہیں۔ اگر کر بیٹھتے ہیں تو قتل کر دیے جاتے ہیں۔ واویلاہ واحزناہ وامصیبتاہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ محبوب رب العلمین ہیں کی تصدیق کرنے والے ذلیل و خوار ہیں اور آپ کا انکار کرنے والوں کی عزت کی جاتی ہے انہی کا اعتبار ہے اور مسلمان زخمی دلوں کے ساتھ ایک دوسرے سے اسلام کی تعزیت کرنے میں مصروف ہیں۔ اور کفار ان کا مذاق اڑا کر ان کے زخموں پر نمک پاشی کرتے ہیں"۔

جراحتِ مسلم پر نمک پاشی ملاحظہ ہو:

> "کفار بے خوف و خطر مساجد کو شہید کرتے ہیں اور ان کی جگہ مندر تعمیر کرتے ہیں۔ تھانیسر میں کرکھیت کے حوض میں ایک مسجد اور مقبرہ تھا ایک عزیز (مراد حاکم ہے) نے اس کو شہید کر کے ایک بڑی چوٹی کا شوالہ بنایا ہے۔ نیز کفار کھلم کھلا اپنے مراسم عبادت ادا کرتے ہیں اور مسلمان اس سے عاجز ہیں"۔

یہ عاجزی کہاں تک پہنچ چکی تھی ملاحظہ ہو:

”ہندو کاشی کے دن مرن برت رکھتے ہیں۔ اس دن اہتمام ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے کسی گھر میں کھانا نہ پکنے پائے۔ رمضان کے مہینے میں کھلے عام کھانا پکاتے اور فروخت کرتے ہیں۔ اہل اسلام کی کمزوری کے سبب کوئی منع نہیں کر سکتا افسوس صد افسوس“۔

علمائے سوء کی فتنہ انگیزی اس پر مستزاد تھی:

”سارا عالم بدعت کے اندھیروں میں ڈوبا ہوا ہے اور بدعت کے اندھیروں میں آرام لے رہا ہے۔ کسی کی مجال ہے کہ بدعت کی مخالفت میں دم مارے اور احیائے سنت کی بات کرے۔ اس زمانے کے اکثر علما بدعت کو فروغ دینے والے اور سنت کو مٹانے والے ہیں“۔

”ایک عزیز نے شیطان لعین کو خواب میں دیکھا کہ آرام سے بیٹھا ہے اور اغوا اور گمراہ کرنے سے دور ہو رہا ہے اس عزیز نے اس کا سبب دریافت کیا تو شیطان نے جواب دیا کہ اس زمانے کے علمائے سوء خود ہی میری مدد کر رہے ہیں انہوں نے مجھے اس کام سے فارغ کر دیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس زمانے میں دین سے دوری اور سستی اور بے آئینی دینی امور میں واقع ہے اس کا اصل سبب ان علمائے سوء کی نیتوں کا فتور اور اس کی نحوست ہے“۔[23]

”ارباب طریقت اور علمائے باطن دین کی پناہ گاہیں ہیں اور خانقاہیں دین کے مورچے ہیں۔ اسی لیے ان جلیل القدر ارباب باطن کو بارگاہِ ملت سے مرشد ولی اللہ قطب جیسے عظیم الشان القابات دیے جاتے ہیں۔ مگر بہت سے مغرور اور خود پرست یہ القابات تو حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن اہلیت ان میں نہیں ہوتی اور ان کی نفس پرستی اور عیاشی اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ وہ ان القابات کی مناسبت سے ریاضتیں اور مجاہدے کر سکیں۔ سچے اللہ والے عوام سے بے نیاز ہوتے ہیں مگر اس قسم کے دھوکے باز چونکہ ذاتی مقاصد کو پورا کرنا چاہتے ہیں اس لیے وہ عوام کو گرویدہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور عوام اپنی جہالت کی وجہ سے اکثر اسی قسم کے ہوا پرستوں کے چنگل میں پھنس جاتے ہیں اور سچے اللہ والوں تک رسائی کا موقع کم ہی لوگوں کو نصیب ہوتا ہے۔ اس قسم کے دھوکے باز فقیر اور سیاسی اغراض کے لیے ایک نیا دین ایجاد کرنے والے اکبر جیسے مذہبی بازی گر لوگوں کا مطمع نظر ایک ہی ہوتا ہے۔ اس لیے ایک کی جدوجہد دوسرے کی ترقی میں معاون ہوتی ہے۔ اس قسم کے تن آسان نفس پرستوں کے لیے شریعت ایک زنجیر اور رکاوٹ ہوتی ہے جو انہیں من پسند کی طرف نہیں جانے دیتی۔ جب آسانی اور من مانی کے دوسرے راستے بھی موجود ہوں تو پھر ان رکاوٹوں کو کیوں برداشت کیا جائے۔ جب آسانی اور آزادی سے مطلب حاصل کیا جا سکتا ہے تو شریعت کی دارو گیر میں خود کو کیوں جھونکا جائے۔ لہٰذا فیصلہ یہ ہوا کہ

”شریعت اور ہے اور طریقت اور ہے[24]۔ خدا تک پہنچنے کے لیے سنت کی ضرورت نہیں اور پابند شریعت حقیقت کو نہیں جانتا“۔

ان کے ہاتھ مولانا روم کا ایک مصرعہ بھی لگ گیا

؎ من استخواں پیش سگاں انداختم

اب علمائے شریعت سے زیادہ بھونکنے والا کون ہو سکتا ہے جو ہر بات میں شریعت اور سنت کا راگ آلاپنے لگتے ہیں۔ یہی لوگ اس جعل سازی کا بھانڈا پھوڑ سکتے تھے اور ان کے عزائم اور ارادوں کی راہ میں رکاوٹ بن سکتے تھے۔ بسا اوقات یہ نمائشی جبہ و دستار اور تسبیح و ذکر کو نظر انداز کر کے دل میں چھپی ہوئی مورتیوں کو بھی بے نقاب کر دیتے تھے۔ لہٰذا ہڈی پر جھگڑنے والے یقینی طور پر یہی علمائے شریعت تھے۔ منصور نے کہہ دیا انا الحق۔ بایزید بسطامی کی زبان سے نکل گیا لوائی ارفع من لوائی محمد یا سبحانی یا احمد۔ جام نے کہہ دیا ما می کنیم۔ لہٰذا ثابت ہو گیا شریعت اور ہے اور طریقت اور۔ حالانکہ اس سب کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ مکاشفات اور مشاہدات کے دوران جو نظر میں آیا اس کو اپنی زبان سے ادا کرنے کے لیے اس طرح کے الفاظ زبان سے نکل گئے ورنہ یہ ممکن ہی نہیں تھا کہ یہ الفاظ اپنی اصل پر ہوں اور ان میں سے کوئی ایک بھی زندہ رہ سکے جبکہ حکمرانی بھی شریعت کی ہو۔ مگر ان کی شطحیات سے ایسے لوگوں نے بہت فائدہ اٹھایا اور آج بھی اٹھا رہے ہیں جن کی نظر میں یہی خدا پرستی ہے“۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

[23] شیخ کا یہ مکتوب بہت زیادہ قابل غور ہے۔ آج کے حالات کو دیکھیں تو شیخ کی تمام باتیں یوں لگتا ہے کہ آج ہی کہی گئی ہیں

[24] زمینی حقائق کو خطرہ بنا کر پیش کرنا اور شرعی احکام کے مقابلے میں ان کی آڑ لینا ہر زمانے میں ہی ایک مقبول دھوکا رہا ہے۔ یہ تمام پیراگراف در اصل شیخ کے مکتوب کا خلاصہ اور اس کی تلخیص ہے جو آج بھی اتنی ہی درست ہے جتنی شیخ کے زمانے میں تھی۔

لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

ابو حمزہ الغریب

جس طرح انسانی جسم میں ریڑھ کی ہڈی کا مقام ہوتا ہے ٹھیک ویسے ہی مقام نوجوان معاشرے میں رکھتا ہے۔ جوانی اللہ کی ایک عظیم نعمت ہے، اگر اس نعمت کو صحیح طرح سے استعمال کیا جائے تو ایک قوم بڑی آسانی سے عروج کی سیڑھیوں کو چڑھ سکتی ہے اور اگر یہی گوہر بے راہ روی کا شکار ہو جائے تو پھر اس بات میں کوئی دورائے نہیں کہ اُس قوم کا سفینہ ساحل پر ڈوب جائے گا۔

اسلامی تاریخ ایسے غیور اور پروقار نوجوانوں سے بھری پڑی ہے جب جب نوجوانوں کی صلاحیت رضائے الٰہی اور دینِ اسلام کے لیے استعمال کی گئی تو انہوں نے دنیا کا رُخ موڑ کر رکھ دیا۔ شرک کے اندھیروں میں توحید کی شمع کو روشن کر دکھایا، عرب کے ریگستان سے نکل کر روما کی سلطنت کو الٹ دیا، فارس کی کھولی اور پرانی تہذیب پر اسلام کی صفافت کو غالب کر دیا۔ وہ نوجوانوں ہی کی ایمانی بیداری تھی کہ مراکش سے الجزائر تک حی علی الصلوۃ کی صدا فضاؤں میں گونجتی ہوئی سنائی دی۔ کبھی طارق بن زیادہ کی شمال میں اندلس کو فتح کرتا ایک نوجوان دکھائی دیا تو اِدھر صرف ۱۷ سال کی عمر میں مظلوم بہنوں کی پکار پر لبیک کہتا ہوا ہند کی زمین پر محمد بن قاسم ،راجہ داہر کے لشکر کو سبق سکھانے کے لیے گامزن ہوا۔

؎ عقابی روح جب بیدار ہوئی ہے نوجوانوں میں
نظر آتی ہے اُن کا اپنی منزل آسمانوں میں

اور یہ بات برحق ہے کہ اگر یہ نوجوان مقصد کو بھلا دے، اپنی دینی ذمہ داری سے راہِ فرار اختیار کرنے کی کوشش کرنے لگے، اپنے سلف سے رشتہ توڑ کر ذلیل، فحش اور بددین لوگوں کی مصاحبت اختیار کرلے، قرآن کی تلاوت کی بجائے موسیقی سننے کا عادی بن جائے، اپنا نصب العین جنت کی بجائے زمین پر حقیر سی مادی کامیابی کو بنالے، تو یقین جانیں اُس قوم کا شیرازہ منتشر ہو ہو جاتا ہے اور وہ زوال پذیر ہو جاتی ہے۔ معاشرے بدحال ہو جاتے ہیں، محسن بھی عدو کی صفوں میں نظر آتے ہیں اور دشمن قوم ان کی روشن تاریخ کو تبدیل کرنے میں لگ جاتی ہے۔ ظالم اُن پر مسلط ہو جاتے ہیں اور ذلت اُن کا مستقبل بن جاتی ہے۔

؎ تھے تو وہ آباء تمہارے ہی مگر تم کیا ہو؟
ہاتھ پر ہاتھ دھرے منتظر فردا ہو

اب وقت آگیا ہے کہ اسلام جو انسانی زندگی کے ہر پہلو کی فلاح وبہبود کے لیے اصول مرتب کرتا ہے، اُس کی نصرت کے حامل نوجوانوں کی اصلاح نبوی طریقے کے مطابق کی جائے، اُن کو اُن کی ذمہ داری یاد دلائی جائے، اُن میں پائی جانے والی خامیوں سے اُن کو دور کیا جائے، محسنِ انسانیت رحمتِ کامل محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کا رشتہ جوڑا جائے، مسلم معاشرے کی تشکیل کے لیے اُن کو تیار کیا جائے۔ اُن کا رشتہ پھر سے اسلام سے جوڑا جائے، جن کی ایمانی بیداری، غیرت مندی اور شجاعت کا حال یہ تھا کہ انہوں نے چند ہی عرصہ میں روم و فارس جیسی حکومتوں کو پاش پاش کر ڈالا، جن کے قدموں تلے قیصر و کسریٰ کے کنگن پڑے نظر آئے۔

قرآن اور نوجوان:

قرآن جو انسانیت کے لیے ہدایت بن کر نازل ہوا، اس میں اللہ رب العزت نے نوجوانی کی اہمیت بتاتے ہوئے نوجوانوں کی رہبری کی، آیئے قرآن کی کچھ ہدایت جو خصوصی طور پر نوجوانوں کے لیے ہے، اُس پر نظر ڈالیں:

شرک سے اجتناب:

يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ(لقمان:۱۳)

"اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا، بے شک شرک سب سے بڑا ظلم ہے"۔

اس میں لقمان علیہ السلام اپنے بیٹے کو شرک سے بچنے کی نصیحت کر رہے ہیں۔ نوجوان جو توحید کا حامل ہے اُس کو زیبا نہیں دیتا کہ وہ شرک جیسے سنگین گناہ کا مجرم بنے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے لیے رول ماڈل ہیں:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَ الْيَوْمَ الْاٰخِرَ(الاحزاب:۲۱)

یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عمدہ نمونہ موجود ہے ،ہر اُس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن کو یاد رکھتا ہے"۔

آج نوجوانانِ اسلام نے ہر شعبے میں اپنے لیے ایک نمونہ تیار کر رکھا ہے، جس کی وہ مشابہت کرتا ہے، جب کہ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اُن کے لیے صرف اور صرف اللہ کے

رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی رول ماڈل بنتے۔ جس ذات کے بارے میں اللہ گواہی دے اور جس کے ذکر اللہ اللہ بلند فرمائے، اُس سے اچھا اور کامل رول ماڈل کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا۔

اللہ کی ذات اصل رازدار:

يٰبُنَيَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِيْ صَخْرَةٍ اَوْ فِي السَّمٰوٰتِ اَوْ فِي الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ (لقمان:١٦)

"اے میرے بیٹے اگر کوئی چیز رائی کے دانے کے برابر ہو، پھر وہ بھی چاہے کسی چٹان میں ہو یا آسمان میں ہو یا زمین میں ہو، اُسے اللہ تعالیٰ ضرور لائے گا، اللہ تعالیٰ بڑا باریک بین اور خبر دار ہے"۔

نوجوانوں کو اس بات کو بخوبی سمجھنا چاہیے کہ اللہ اُس کی ہر چیز پر نظر رکھے ہوئے ہے اور باخبر ہے اور اُس کا حقیقی رازدار ہے۔

نماز قائم کرنا:

يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ

"اے میرے بیٹے! نماز قائم کرو"۔

نوجوانوں کو چاہیے کہ اپنی ہر مشکل وہ نماز سے حل کریں، اپنے مالک سے وہ ہر روز کم سے کم پانچ مرتبہ گفتگو کریں۔

؎ الٰہی نسل اسلامی بڑھ کر قوم ہو جائے
یہ قوم اک دن پابند صلوٰۃ وصوم ہو جائے

امر بالمعروف ونہی عن المنکر:

وَ اْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَ انْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ

"اور بھلائی کا حکم کرتے رہو اور برائی سے روکتے رہو"۔

بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا اہلِ عزیمت کا کام ہے۔ جس پر ایک اچھے معاشرے کی بقا کا انحصار ہے۔ اس کا ایک نوجوان کو شروع سے ہی خوگر بننا چاہیے۔

صبر کا خوگر:

وَ اصْبِرْ عَلٰي مَآ اَصَابَكَ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ

"اور جو مصیبت تم پر آجائے، صبر کرنا، بے شک یہ بڑی عظمت کے کاموں میں سے ہے"۔

صبر مومن کا ایسا ہتھیار ہے جس کے بغیر وہ اپنی زندگی کی دشوار گھاٹیوں کو پار نہیں کر سکتا۔

نوجوان اور پیغام رسول صلی اللہ علیہ وسلم:

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دعوتی سفر شروع کیا تو مصائب ومشکلات کا ایک طویل دور بھی شروع ہوا۔ لیکن مشکلات نے نہ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حوصلے کو پست کیا، نہ ہی اُن کے ہاتھوں پر ایمان لانے والے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اسلام کو اس روئے زمین پر نافذ کرنے کی جدوجہد کو کم کیا۔ یہ جدوجہد کرنے والے چند غیور نوجوان صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام اور عمر بھی دیکھتے چلئے تاکہ نوجوان اس میں اپنا رول ماڈل تلاش کر سکیں:

۱۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	۸سال
۲۔ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ	۱۱سال
۳۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	۱۷سال
۴۔ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	۱۸سال
۵۔ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ	۲۰سال

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چند احادیث جو اپنی نظر کے سامنے رکھتے چلیں جس سے آپ کو جوانی اور نوجوان طبقے کی اہمیت کا احساس ہو گا۔

"قیامت کے دن کوئی شخص ٹس سے مس نہیں ہو سکے گا جب تک چار سوالوں کا جواب نہ دے لے۔ اپنی زندگی کہاں اور کیسے گزاری؟ اپنی جوانی کہاں اور کیسے ختم کی؟ اپنی دولت کہاں اور کیسے کمائی اور کہاں خرچ کی؟ اور اپنے علم سے کیا کیا فائدہ حاصل کیا"(طبرانی)۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ سے روایت ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جو نان نفقے کی صلاحیت رکھتا ہو وہ نکاح کرلے، نکاح نگاہوں کو نیچے کرنے والا اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے والا ہے۔ اور جو اس کی صلاحیت نہی رکھتا ہو وہ روزہ رکھے کیونکہ روزہ شہوت کو توڑنے والا ہے"(بخاری)۔

؎ جلالِ آتش وبرق وسحاب پیدا کر
اجل بھی کانپ اٹھے وہ شباب پیدا کر
تو انقلاب کی آمد کا انتظار نہ کر
جو ہو سکے تو ابھی انقلاب پیدا کر

☆☆☆☆☆

پاکستان میں حالات کی مختصر تصویر کشی

حسنین اوکاڑوی

سی ڈی اے وفاقی وزیر اعظم سواتی کے فارم سے تجاوزات ہٹانے میں ناکام:

وفاقی وزیر جو چند روز قبل ایک غریب خاندان کے خلاف اپنی طاقت کا بھرپور مظاہرہ کر چکا ہے، جب ایک لڑکے کی گائے اس کے فارم میں گھس گئی تھی۔ صرف مار پیٹ سے کلیجہ ٹھنڈا نہ ہونے پر خاندان کو حوالات میں بند کروایا۔ اطلاعات ہیں کہ وفاقی ترقیاتی ادارے سی ڈی اے کی جانب سے موصوف کو فارم سے تجاوزات ہٹانے کے لیے دو مرتبہ نوٹس بھیجے گئے ہیں جنہیں وفاقی وزیر کسی خاطر میں نہیں لائے۔ اعظم سواتی نے فارم ہاؤس کے پچھلی طرف دس کنال زمین پر خاردار تار لگوائیں جبکہ دائیں طرف سی ڈی اے کے قوانین کے خلاف نہ صرف گیٹ نصب کروایا بلکہ سرکاری زمین پر قبضہ کرکے ڈیرہ بھی بنایا جہاں سواتی کے گارڈ رہتے ہیں۔ فارم ہاؤس کے باہر سے بیس فٹ کچی سڑک نکال کر ڈیرے کے لیے راستہ بنایا گیا۔ سی ڈی اے کی جانب سے بتایا گیا کہ سواتی کو پندرہ دن کی مہلت دی گئی تھی کہ اگر تجاوزات ختم نہ کی گئیں تو سرکاری زمین کو واگزار کروانے کے لیے آپریشن کیا جائے گا واضح رہے کہ اس قبل ۲۰۱۴ء میں بھی نوٹس دیے جاتے رہے ہیں لیکن اب تک آپریشن نہ ہونے کا مطلب یہی ہے کہ تجاوزات غریب کی ہوں تو اس کو گرانے مسمار کرنے کے لیے ریاست خوب طاقتور نظر آتی ہے لیکن جب معاملہ طاقتور اور اثر و رسوخ والے افراد کا ہو تو ریاست کسی معذور کی مانند بے بس نظر آتی ہے۔

ایمپریس مارکیٹ کے بعد لائٹ ہاؤس کی دکانیں مسمار:

منہدم ہونے والی ۷۰۰ دکانوں کے مالکان، میئر کراچی وسیم اختر کو بددعائیں دیتے رہے۔ اخباری نمائندے کو ایک دکان دار محمد یاسین نے بتایا کہ سانحہ عاشورہ (۲۰۱۰ء) میں بھی ان کی دکان جل گئی تھی۔ ان کی ۵۰ سال کی محنت پر پانی پھر گیا تھا۔ بعد ازاں قرض لے کر رضائی اور کمبل کا کام شروع کیا تھا، جسے توڑ دیا گیا۔ اس ایک دکان سے ۳۸ افراد کی روزی روٹی وابستہ تھی، جبکہ قرضہ بھی اتار رہے تھے۔ ایمپریس مارکیٹ کی دکانوں کو مسمار کرنے کے دوران کہا جاتا رہا کہ لائٹ ہاؤس اور دیگر مارکیٹوں کا بھی نمبر آئے گا۔ تاہم کوئی نوٹس نہیں دیا گیا کہ کس دن آپریشن ہوگا۔ پیر کو صبح اس نے دکان کھولی ہی تھی کہ بھاری مشینری آگئی۔ کے ایم سی کے افسران اور سٹی وارڈن اس طرح مارکیٹ پر جھپٹے کہ جیسے جنگ کرنے آئے ہیں۔ افسران نے صرف آدھے گھنٹے کا وقت دیا تھا۔ لائٹ ہاؤس کے ایک دکاندار آصف عثمانی کا کہنا تھا کہ ۱۹۵۷ء میں اس کے دادا محمد یامین نے دکان لی تھی اور والد کامل عثمانی کے بعد اب اس نے اور بھائی شاہد عثمانی نے یہاں جیکٹوں کا کام شروع کیا تھا۔ وہ بیرون ملک سے پرانی جیکٹس منگواتے تھے۔ ایک دکاندار نور محمد کا کہنا تھا کہ اس کی دکان چار بھائیوں نے مشترکہ سرمایہ لگا کر کھولی تھی۔ لگ بھگ ۴۵ لاکھ روپے لگایا تھا۔ چاروں بھائی جہاں کے ایم سی کو کرایہ ادا کرتے تھے، وہاں قرضہ بھی اتارتے تھے۔ اب ان پر یہ آفت ٹوٹ پڑی ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ حکم فٹ پاتھ اور سڑکیں کلیئر کرانے کا تھا، اس میں کے ایم سی مارکیٹیں کہاں سے آگئیں۔ ۵۰ سالہ کاروبار کو اچانک ختم کر دیا گیا۔ ان کی زندگی بھر کی پونجی برباد کر دی۔ یہ دکانوں کا ملبہ جو دیکھنے میں کچرا لگ رہا ہے، اس میں دکانداروں کے خون اور پسینے کی کمائی شامل ہے۔ اس کا کہنا تھا کہ تاجروں کو گولی مارو اور اس کے بعد ان کا معاشی قتل عام کرو۔ اب یہ بیوی بچوں کو لے کر کدھر جائیں گے۔ تاجر رہنما حکیم شاہ کا کہنا تھا کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ صرف آدھے گھنٹے کی مہلت دی گئی۔ ان کے رشتے داروں کی لائٹ ہاؤس میں ۳ دکانیں تھیں۔ بڑی مشکل سے ان میں سے کچھ سامان نکالا اور باقی کو مشینری نے ملبے کا ڈھیر بنا دیا۔ جامع کلاتھ مارکیٹ کی دکان نمبر ۷۷ کے مالک سید اخلاص حسین خود دکان خالی کرا کے شٹر نکلوا رہے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ ان کی بریانی کی دکان ۵۰ سال سے قائم ہے اور ۲۰۰۲ء میں یہ دکانیں لیز کرکے کرایہ پر دی گئی تھیں۔ ان کا اس جگہ لاکھوں روپے کا کاروبار چل رہا تھا۔ ان کی فیملی کے ساتھ ۵ ملازمین کے خاندان کی روٹی روزی نکل رہی تھی۔ جامع کلاتھ مارکیٹ میں منگل کی صبح صبح ہیوی مشینری لا کر کھڑی کر دی گئی اور دکانداروں کو کہا گیا کہ ایک گھنٹہ دیتے ہیں۔ اس سے قبل ایمپریس مارکیٹ کے اطراف آپریشن میں بھی انسداد تجاوزات اور اسٹیٹ محکموں کے بھتہ خور عملے نے بڑے پیمانے پر کیے گئے آپریشن کے دوران صدر کا علاقہ کھنڈر بنا دیا۔ نشان زد ۱۰۱۲ دکانیں مسمار کرنے کے ساتھ آس پاس کی مزید ۵۰۰ دکانیں و گودام بھی ٹھکانے دیے گئے۔ ایمپریس مارکیٹ کے اطراف عمر فاروق مارکیٹ اور جہانگیر پارک سے متصل تعمیر شدہ دکانوں کو مسمار کر دیا گیا، تاہم میئر کراچی نے اپنے ماتحت محکموں انسداد تجاوزات اور اسٹیٹ کے ان کرپٹ افسران کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی، جو برسوں سے ان دکانوں سے بھتے کی مد میں کروڑوں روپے وصول کر چکے ہیں۔ کے ایم سی کے انسداد تجاوزات مہم کے دوران صدر کے قلب میں واقع کراچی کی معروف ایمپریس مارکیٹ اور اس سے ملحقہ عمر فاروق مارکیٹ، پرندہ مارکیٹ، کپڑا مارکیٹ، مرغی و سبزی مارکیٹ سمیت جہانگیر پارک کے اطراف قائم ۱۵ سو دکانیں اور درجنوں گودام مسمار دیے گئے۔

امریکہ سے بگاڑنی نہیں چاہیے: سابق وفاقی وزیر ہمایوں اختر

ایکسپریس نیوز کے پروگرام میں سابق وفاقی وزیر ہمایوں اختر نے عمران خان کی جانب سے ٹرمپ کا جواب دینے کی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا کہ ٹرمپ کا انداز جارحانہ تھا لہٰذا (مجبورا) عمران خان کا بیان بھی جارحانہ تھا۔ بیانات تو آتے رہتے ہیں لیکن ہمیں امریکہ سے بگاڑنی نہیں چاہیے کیونکہ امریکہ کے پاس آئی ایم ایف کی ویٹو پاور ہے۔ مزید یہ بھی کہا کہ پاکستان کی فوج خطے میں طاقتور ترین فوج ہے جس کے بغیر امریکہ کچھ نہیں کر سکتا۔ (یعنی کرائے کی فوج ہے جناب خدمات بہر حال امریکہ کو حاصل کرنی ہی ہوگی)۔ یہ بیان

کسی سیاسی شخصیت کا ہے یا اصلا ملٹری لیڈر شپ کا اس کے لیے اگر ہمایوں اختر کے بیک گراونڈ پر نظر ڈال لیں تو تصویر واضح ہو جائے گی۔ ہمایوں اختر جو مشرف حکومت میں تجارت کا وفاقی وزیر بنا، سابق آئی ایس آئی سربراہ جنرل اختر عبدالرحمن کا بیٹا ہے۔ ہمایوں اختر کا بھائی سینٹر ہارون اختر ۱۸-۲۰۱۵ وزیر اعظم کے ریونیو شعبے کا مشیر تھا۔ دونوں بھائی بہت سی بڑی تجارتی کمپنیوں کے بھی مالک ہیں جن میں تاندلیاں والا شوگر ملز، سپیریئر ٹیکسٹائل مل، پیپسی کمپنی کی فرنچائز اختر بیوریجز وغیرہ شامل ہیں۔

جعلی ادویات کی ترسیل:

سندھ کے صوبائی ڈرگ ڈیپارٹمنٹ سے حاصل ہونے والی دستاویزات سے معلوم ہوا ہے کہ لانڈھی، کورنگی، ملیر اور بن قاسم سمیت کراچی شہر کے دیگر مضافاتی علاقوں میں ۱۳ کمپنیاں اور ۷۰ سے زائد ڈیلر، ریٹیلر اور سپلائرز مضر صحت اور جعلی ادویات کے دھندے میں ملوث ہیں۔ شہروں میں پڑھے لکھے افراد عموماً معروف اور مستند دوائیں ہی خریدنے کو ترجیح دیتے ہیں لیکن مضافاتی علاقے جہاں ناخواندہ اور سادہ لوح افراد کو میڈیکل سٹور مالکان آسانی سے معروف دواؤں کی نقل خریدنے پر یہ کہہ کر راضی کر لیتے ہیں کہ فارمولا ایک ہی ہے۔ یہ دوائیں ۷۰ سے ۸۰ فیصد کم نرخ پر ملتی ہیں۔ اس طرح یہ مافیا ان جعلی ادویات کے ذریعے یومیہ کروڑوں روپے بٹور لیتی ہے۔ کمپنی، میڈیکل سٹور، ڈیلرز کے ساتھ ساتھ دوا لکھنے والے ڈاکٹر حضرات سمیت ہر شخص کو اس کا حصہ ملتا ہے۔ میڈیکل سٹوروں پر اینٹی بائیوٹک ادویات سے لے کر معمولی سر درد، بخار اور نزلہ زکام سمیت ہر اس دوا کی نقل سپلائی کی جارہی ہے جو کہ معروف ہیں اور عام طور پر ڈاکٹر یہی دوائیں تجویز کرتے ہیں۔ پھر یہ بھی ہے کہ ڈاکٹروں کے پرائیویٹ کلینک کے ساتھ ہی میڈیکل سٹور ہوتے ہیں ڈاکٹر وہی دوا تجویز کرتے ہیں جو اس سٹور پر موجود ہو۔ متعلقہ حکام خانہ پری کی نیت سے چند ایک سٹور پر چھاپے لگاتے ہیں اور جعلی اور گھٹیا معیار کی دوائیں ضبط کرتے ہیں تشہیر کے لیے کسی نیوز چینل والے کو بھی ساتھ لے لیا جاتا ہے اس طرح یہ تاثر دیا جاتا ہے کہ محکمہ جعلی ادویات کے خلاف سخت کریک ڈاؤن کر رہا ہے جبکہ حقیقتاً ایسا نہیں ہوتا۔ یہ چھاپے بھی بسا اوقات انہی پر لگائے جاتے ہیں جو بھتہ اور رشوت دینے میں سستی کریں۔

پاکستان میں فارماسیوٹیکل کمپنیاں بالخصوص ملٹی نیشنل کمپنیاں دوائیوں کی تیاری میں استعمال ہونے والے خام مال کو بیرون ممالک سے امپورٹ کر رہی ہیں۔ گزشتہ حکومتوں کے کئی ادوار میں یہ دعوے بھی کیے گئے کہ نئی پالیسی بنائی جائے گی تا کہ کمپنیاں خام مال مقامی سطح پر ہی تیار کر سکیں مگر اس سلسلے میں خاطر خواہ اقدامات نہ کیے جانے کے سبب کمپنیاں بیرون ممالک سے ہی خام مال منگوا رہی ہیں۔ گزشتہ سالوں میں چین سے امپورٹ کیے جانے والے دوائیوں کے خام مال میں بڑی تیزی سے اضافہ ہوا ہے جس کی بنیادی وجہ چینی مصنوعات کا کم قیمت ہونا ہے۔ لیکن یہ خام مال کس معیار کا ہے اس کی جانچ کے ادارے نہ ہی دوائیوں کے خام مال یا دوسری لاتعداد کھانے پینے کی پیکڈ مصنوعات کی کوالٹی کی جانچ کرنے میں کوئی کردار ادا کرتے نظر آتے ہیں جبکہ امریکہ یورپ سمیت کئی ممالک میں چائینیز کمپنیوں کے بڑے بڑے سکینڈل سامنے آئے جس کے سبب چینی کمپنیاں مجبور ہیں کہ ان ممالک میں مصنوعات بیچتے وقت مصنوعات کی کوالٹی کا خیال رکھیں۔ ۲۰۱۷ء میں چائینیز کمپنی چینگسن بائیو ٹیکنالوجی ڈیپیتھیریا کا بہت بڑا اسکینڈل سامنے آیا تھا جس میں یہ ثابت ہوا تھا کہ کمپنی نے ویکسین کو معیاری ثابت کرنے کے لیے دستاویزات میں ردوبدل کیا۔ دو لاکھ پچاس ہزار غیر معیاری ویکسین کو فروخت کیا گیا بعد میں تحقیق سے یہ بات بھی سامنے آئی کہ کمپنی کی دوسری ویکسینز جو دودھ پیتے شیر خوار بچوں کو لگائی جاتی ہیں کے معاملے میں بھی دستاویزات میں ردوبدل کی گئی اور گھٹیا کوالٹی کی ویکسین چین کی لوکل مارکیٹ میں سپلائی کی گئی۔ یہ تو ایک کیس ہے اور کن کن طریقوں سے مصنوعات کی پیداواری لاگت کم کرنے کے لیے کیا کیا حربے چینی کمپنیاں استعمال کر رہی ہیں اس کا ہمیں وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا۔ چینی قوم کی اخلاقیات کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ حمل ضائع کروانے والے جوڑے بچے کو ریسٹورنٹس میں بیچ دیتے ہیں جہاں اس نومولود بچے کا سوپ بنا کر مہنگے داموں فروخت کیا جاتا ہے۔ چند سال قبل ایک اور سکینڈل مغربی اخبارات کی زینت بنا کہ چینی کمپنیاں انسانی لاشوں سے حاصل کردہ گوشت کو افریقی ممالک میں فروخت کر رہے ہیں۔

ڈیم کے بعد چیف جسٹس کی آبادی کنٹرول مہم:

موصوف شاید پاکستان کی عدلیہ کے وہ واحد چیف جسٹس ہیں جو ملٹری لیڈر شپ کی مانند ہر جگہ پر معاملے میں ٹانگ اڑانے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔ وہ ملعون و گستاخ شخص جسے آسیہ کیس میں آسیہ کے حق میں فیصلہ دینے کے بعد منہ چھپانے کی جگہ نہیں ملنی چاہئے تھی اب بھی ہر جگہ گھومتا پھر رہا ہے۔ حالیہ بیان میں اس شخص نے کہا ہے کہ آبادی کنٹرول مہم چلاؤں گا اور اس کا آغاز اپنے گھر سے کروں گا۔ چاروں صوبوں میں اس مہم کے لیے ٹاسک فورس بنائی گئی ہے۔ ریاست کو ''اسلامی ریاست'' کی سند دینے والوں سے سوال ہے کہ آئین پاکستان کے اس جملے کہ ریاست کا کوئی قانون قرآن و سنت کے مخالف نہیں ہو گا کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے جب آپ کی نام نہاد سپریم عدالت کے چیف جسٹس کی جانب سے قرآن و حدیث کا استہزاء کرتی تحریک شروع کرنے کا اعلان ہوتا ہے۔ ریاست، جس کے پاس غامدی اور اس قبیل کے کئی بہروپیے خدمتگار موجود ہیں جو اس فعل کو درست ثابت کرنے کے لیے قرآن کی آیتوں اور حدیثوں کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں۔ سوائے چند ایک شخصیات کے مذہبی سیاسی جماعتوں کی جانب سے بھی اس ضمن میں کوئی جاندار ردعمل دیکھنے میں نہیں آیا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ہم اس معاشرے میں **de-sensitize** بے حس ہو چکے ہیں کہ آئے روز ان دشمنان دیں کی جانب سے ایک نیا وار کیا جاتا ہے اور مدمقابل وہ اشخاص جو اس نظام میں اپنی موجودگی کے

جواز کو ایسے حملوں سے دفاع کرنا بتاتے ہیں وہ بھی مستقلاً خاموش اور لاتعلق دکھائی دیتے ہیں اور کیوں نہ ہوں کہ اب ان کی توانائیاں اور جدوجہد خود کو محب وطن اور عسکریت پسندی کا مخالف ثابت کرنے میں صرف ہوتی ہیں۔ مہذب، تعلیم یافتہ اور ترقی پسند کہلوانے والے ان جہلا اور اسلام آنے سے قبل عرب معاشرے کے جہلاء میں کوئی فرق ہے کیا؟ کہ وہ اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل کر دیتے تھے انفرادی طور پر اور یہ دورِ حاضر کے جہلاء جو اجتماعی سطح پر اس غلیظ، غیر انسانی فعل کو ملک گیر تحریک کی صورت میں رائج کروانا چاہتے ہیں۔ قرآن کریم ایسے جاہلوں کو تنبیہ کرتا ہے

وَ لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ اِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا (بنی اسرائیل:۳۱)

”اور نہ مار ڈالو اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے ہم روزی دیتے ہیں ان کو اور تم کو بیشک ان کا مارنا بڑی خطا ہے“۔

کیا ہی اچھا ہوتا کہ وہ مبلغ اسلام جنہیں اس مہم سے متعلقہ تقریب میں مدعو کیا گیا وہ ڈھکے چھپے الفاظ میں کسی نصیحت کی بجائے صاف اور واضح الفاظ میں قرآن کریم کا یہ حکم بیان فرماتے۔ بھلا وہ حکمران اور منصف کے بھیس میں چھپے درندے ان مبہم باتوں سے خیر کی طرف آئیں گے جب وہ قرآن کی واضح آیات کا انکار کرتے ہوئے سینہ ٹھوک کر کھڑے ہوتے ہیں تو ڈھکی چھپی باتوں کو کس خاطر میں لائیں گے اور جب آپ ان کے عدل کو احادیث چسپاں کر کے سند عطا کریں گے۔ ان کے جھوٹے دعوے کہ پاکستان کو مدینہ کی طرز پر فلاحی ریاست بنایا جا رہا ہے کو درست قرار دیں گے اور ایک ایسے موقع پر جب کچھ دن قبل ہی اس ملعون جج نے مغربی ممالک اور سول و فوجی حکمرانوں کی خوشنودی کے لیے گستاخ ملعونہ آسیہ کے حق میں فیصلہ دیا۔ اور جس فیصلے کے متعلق عمران خان کہتا ہے کہ ہم اس فیصلے کے ساتھ کھڑے ہیں اور اگر ایسا نہ کیا تو ملک نہ بچے گا۔ آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ ایسی دین دشمن شخصیات کی تعریف کر کے عقائد و نظریات کی جنگ میں آپ نے کس کا ساتھ دیا کس کو مضبوط کیا۔

پچاس لاکھ گھروں کی تعمیر کے لیے حکومت کو فنانسر نہ مل سکا:

وفاقی حکومت کو ۵۰ لاکھ گھر تعمیر کرنے کے لیے تاحال کوئی بڑا فنانسر نہیں مل سکا اور حکومت نے ابھی تک کوئی ٹھوس کام بھی نہیں کیا اس لیے منصوبے میں مزید تاخیر ہونے کا امکان ہے۔ اخباری ذرائع کا کہنا ہے کہ حکومت نے ۹۰ دنوں میں ہاؤسنگ اتھارٹی بھی بنانے کا اعلان کیا تھا اس پر بھی عمل درآمد نہیں ہو سکا۔ وفاقی حکومت نے صوبائی حکومتوں سے بھی اس ضمن میں رابطہ نہیں کیا۔ حکومت کسی بڑے فنانسر کی تلاش میں ہے جو کہ ابھی تک نہیں ملا۔ اس سے قبل اس پروجیکٹ کے حوالے سے عمران خان کے قریبی دوست اور برطانیہ میں پراپرٹی بزنس سے منسلک معروف شخصیت بھارتی انیل مسرت کا نام بھی بار بار سامنے آتا رہا لیکن یوں دکھائی دیتا ہے کہ ایک عام ہاؤسنگ سکیم کے مالک اور تجربہ کار لینڈ مافیا کی مانند اس منصوبے میں بھی کسی قسم کی انویسٹمنٹ کی بجائے خالصتاً عوام کے پیسوں کو استعمال کرتے ہوئے منافع خوری مطلوب ہے۔ اب اگر یہ منصوبہ ایسی ذہنیت رکھنے والے افراد کے ہاتھوں شروع ہو گا اور وہ ہی اس پروجیکٹ کے نگران ہوں گے تو پھر اس منصوبے سے کسی خیر کی توقع رکھنا خام خیالی ہے۔ وزارت ہاؤسنگ ذرائع کا کہنا ہے کہ وزیر اعظم عمران خان کی ہدایت پر وزارت نے اتھارٹی بنانے بارے اپنا ابتدائی ہوم ورک تو مکمل کیا ہے البتہ ابھی اس معاملے میں حتمی طور پر کام مکمل نہیں کیا جا سکا۔ ہاؤسنگ اتھارٹی میں ماہرین کو بھی شامل کیا جائے گا اور اس اتھارٹی کے ذریعے ہی منصوبے کے آغاز اور اس پر کام کی رفتار سمیت دیگر امور طے کیے جائیں گے۔ وزارت کے بعض ذرائع نے بتایا ہے کہ وزیر اعظم عمران خان نے دوست ممالک سے بھی سستے مکانات کی تعمیر بارے فنانسر اور دیگر حوالوں سے بات چیت کی ہے۔ ۱۷ افراد پر مشتمل ٹاسک فورس بنائی جائے گی جو اتھارٹی کی کارکردگی کو مانیٹر کرے گی اور اس کی رپورٹ وزیر اعظم کو دے گی۔ ان لینڈ بنک کا قیام بھی لائے جانے کا بھی امکان ہے۔ جس میں صوبائی اور بلدیاتی حکومتوں کو شامل کیا جائیگا۔ حکومت سپریم کورٹ کی جانب سے کچی آبادیوں کے کیس میں ماہرین اور دیگر اداروں کی طرف سے جمع کرائی گئی رپورٹس اور دیگر تفصیلات کا بھی جائزہ لے رہی ہے جس کے تحت ہاؤسنگ اسکیم کے لیے ملک بھر میں کچی آبادیوں سے متعلق ڈیٹا جمع کرنا شروع کر دیا جائے گا، ایک ماڈل کے تحت کچی آبادی والوں کو مالکانہ حقوق دیں گے اور بڑی عمارتیں بنا کر انہیں سہولتیں فراہم کریں گے۔ ابتدائی سروے کے ذریعے لوگوں سے رائے طلب کریں گے اور پھر اس کی تعمیر کا آغاز کیا جائے گا۔

پچاس لاکھ گھروں کی تعمیر کب شروع ہو سکے گی یہ تو وقت ہی بتائے گا ہاں البتہ تجاوزات کے نام پر جس طرح دکانوں کو مسمار کرنے کے ساتھ ساتھ کچی آبادیوں کے خلاف بھی تیزی سے آپریشن جاری ہے یہ بہت مشکل نظر آتا ہے کہ ان ہی افراد کو مالکانہ حقوق کے ساتھ کم قیمت پر مکان مل سکیں۔

پنجاب کی سیاست میں اختیارات کی رسہ کشی:

تحریک انصاف کے رہنما جہانگیر ترین اور اسپیکر پنجاب اسمبلی چوہدری پرویز الٰہی کے درمیان ملاقات کی ویڈیو لیک ہونے سے پی ٹی آئی کے اندر گروپ بندی اور اختلافات کھل کر سامنے آگئے ہیں۔ مذکورہ ملاقات میں مسلم لیگ ”ق“ کے رکن قومی اسمبلی طارق بشیر چیمہ، جہانگیر ترین سے گورنر پنجاب چوہدری سرور کی شکایت لگاتے ہوئے کہہ رہے ہیں کہ ”چوہدری سرور کو کنٹرول کریں۔ یہ وزیر اعلیٰ پنجاب کو چلنے نہیں دیں گے“۔ جبکہ اس موقع پر چوہدری پرویز الٰہی بھی طارق بشیر چیمہ کی ہاں میں ہاں ملا رہے ہیں۔ ویڈیو لیک ہونے کے بعد اسپیکر پنجاب اسمبلی کو ہنگامی پریس کانفرنس کرنی پڑی اور وزیر اعظم عمران

خان نے بھی اس کا نوٹس لیا۔ تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ وزیر اعلیٰ عثمان بزدار کے حلف اٹھائے جانے کے بعد پی ٹی آئی میں گروپ بندی ہوئی ہے۔ بیوروکریسی کنفیوژ ہے کہ وہ کس کے احکامات تسلیم کرے اور کس کی ہدایت نہ مانے۔ عمران خان صوبے کے اہم معاملات کو اپنے مشیر نعیم الحق کے ذریعے چلا رہے ہیں۔ دوسری جانب محکمہ پولیس اور بیوروکریسی کے اندر حالیہ اکھاڑ پچھاڑ میں سرور گروپ نے کلیدی کردار ادا کیا۔ اس کے نتیجے میں گورنر پنجاب اور اسپیکر پنجاب اسمبلی کے درمیان سرد جنگ کا آغاز ہوا ہے۔ رسہ کشی کا سلسلہ جاری رہا تو یہ معاشی بحران میں ہچکولے کھاتی تحریک انصاف کی حکومت کو ٹف ٹائم دے گا اور مستقبل میں پنجاب کی سیاست میں تبدیلی آسکتی ہے

ہیکرز نے ۹ پاکستانی بینکوں کے ۸٦۴۸ ڈیبٹ کارڈ چوری کر لیے:

پاکستانی بینکوں سے صارفین کے اکاؤنٹس کا ڈیٹا چُرانے والوں کے خلاف تحقیقات کا باقاعدہ آغاز کر دیا گیا ہے۔ پاکستان کی انٹرنیٹ بینکنگ کی تاریخ کا یہ سب سے بڑا اسکینڈل ہے۔ اکتوبر کے وسط میں پاکستانی بینک صارفین کو ان کے اکاؤنٹس سے رقوم کی منتقلی کے نوٹیفکیشن موصول ہونا شروع ہوئے، جبکہ بینک اسلامی کی جانب سے ایف آئی اے کو دی گئی رپورٹ میں بتایا گیا کہ مالیاتی ادارے کو ۲۷ اکتوبر کی صبح ۲٦ لاکھ روپے کی غیر معمولی ٹرانزیکشنز کا علم ہوا اور اس نے بین الاقوامی ادائیگیوں کا سسٹم بند کر دیا، اس کے بعد دوسرے بینکوں نے بھی سیکورٹی الرٹ جاری کیا اور ڈیبٹ اور کریڈٹ کارڈز کے ذریعے آن لائن ادائیگیوں کو مکمل طور پر یا جزوی طور پر بند کر دیا۔

تحقیقاتی اداروں کی رپورٹ کے مطابق ۲٦ اکتوبر کو ڈارک ویب پر فروخت کے لیے ڈالے گئے ڈیٹا میں پاکستان کے ۹ بینکوں کے مجموعی طور پر ۸ ہزار ۸٦۴ ڈیبٹ کارڈز کی تفصیلات درج تھیں، تاہم بینکوں کی انتظامیہ نے معاملہ علم میں آنے کے باجود ایف آئی اے سے رجوع کرنے کے بجائے خاموشی اختیار کر لی اور اپنے طور پر اس کو حل کرنے کے لیے ۳۰ اکتوبر سے قبل مشاورتی اجلاس کیا گیا اور اسی اجلاس میں بینکوں کی انتظامیہ نے کریڈٹ کارڈز اور ڈیبٹ کارڈز رکھنے والے صارفین کے لیے انٹرنیشنل ادائیگیوں پر اوپری حد لگانے کے آپشن پر غور کیا۔

ابتدا میں ہیکنگ کا شکار ہونے والے بینک ایف آئی اے سے تحقیقات کرانے کے لیے رضامند نہیں تھے اور اپنی ساکھ بچانے کے لیے اس مسئلے کو اپنے طور پر حل کرنے کے لیے اسٹیٹ بینک حکام کے ساتھ معاملہ طے کرنے پر مصر تھے۔ لیکن جب ملک کے مختلف نجی بینکوں کے ۱۵۰۰ سے زائد کھاتے داروں نے ایف آئی اے دفاتر میں شکایات جمع کروائیں جس میں انہوں نے اپنے اکائونٹس سے کریڈٹ کارڈز اور ڈیبٹ کارڈز کے ذریعے رقوم ٹرانسفر ہونے پر تحقیقات کا مطالبہ کرنا شروع کیا اور اس حوالے سے خبریں میڈیا پر آنا شروع ہوئیں تو اسٹیٹ بینک کے اعلیٰ حکام نے بینکوں کو ایف آئی اے میں تحقیقات کے لیے باقاعدہ رجوع کرنے کی ہدایات کی، کیونکہ ہیکرز کا نشانہ بننے والے متاثرین کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی۔

اخباری ذرائع کے بقول ملک بھر میں یک دم سامنے آنے والے اس غیر معمولی کیس کے حوالے سے بینکوں کی نمائندہ تنظیم پاکستان بینکنگ ایسوسی ایشن نے مشاورت کے بعد ”بینکنگ سائبر سیکورٹی فورم“ قائم کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ پرائیویٹ سائبر سیکورٹی ایکسپرٹس اور آئی ٹی کے ماہرین کو ملازمتوں پر رکھ کر آن لائن بینکنگ سسٹم کو محفوظ بنایا جاسکے۔ بینکنگ ایسوسی ایشن کی جانب سے اسٹیٹ بینک انتظامیہ کو یہ بھی باور کرایا گیا کہ ایف آئی اے سائبر کرائم کے ماہرین ”بین الاقوامی ہیکنگ“ میں ملوث ملزمان کا سراغ لگانے کی صلاحیت نہیں رکھتے ہیں اور شاید ٹھیک ہی کہتے ہیں بھلا جن سیکورٹی کے اداروں کو صرف اور صرف اسلام پسندوں کی انٹرنیٹ پر ایکٹویٹی کو مانیٹر اور ٹریک کر کے ان تک پہنچنے کی تربیت دی گئی ہو اور یہی ان کی کُل مصروفیت ہو وہاں ایسے ہیکرز کے لیے تو دعوت عام ہے کہ آؤ اور لوٹ کر چلے جاؤ کوئی دیکھنے اور پوچھنے والا نہیں۔

ایبٹ آباد آپریشن کے متعلق دفتر خارجہ کا بیان، گھر کا بھیدی لنکا ڈھائے:

دفاعی تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ دفتر خارجہ کے اس بیان نے کہ 'اسامہ کی تلاش میں پاکستان کی انٹیلی جنس ایجنسیوں نے مدد کی تھی ریاست کے سابقہ موقف کو پوری دنیا کے سامنے خود ہی جھوٹا ثابت کر دیا'۔ ۲ مئی ۲۰۱۱ء کو ایبٹ آباد میں امریکہ نے جو حملہ کیا تھا، اس پر اس وقت سیکریٹری خارجہ سلمان بشیر نے اسے پاکستان کی خودمختاری پر حملہ قرار دیا تھا۔ دفتر خارجہ کی حالیہ قلابازی پر جب ناقدین کی جانب سے اس حوالے سے سوالات اٹھے کہ اگر یہ سب کچھ کرنا جائز تھا تو ڈاکٹر شکیل آفریدی کا کیا جرم تھا؟ تو اس پر دفتر خارجہ کی جانب سے جو جواب دیا گیا، کہ ہمارا تعاون ریاستی تھا اور ڈاکٹر شکیل آفریدی کا تعاون انفرادی تھا۔ سبحان اللہ یعنی جو کام کوئی انفرادی سطح پر کرے تو غداری اور وہی کام کوئی ریاست کی نمائندگی کرتے ہوئے انجام دے تو قابل تعریف۔ ترجمان دفتر خارجہ کی جانب سے فخریہ یہ بھی کہا گیا کہ پاک امریکہ انٹیلی جنس تعاون کی تاریخ چالیس سال پرانی ہے اور پاکستان نے نیٹو ممالک سے بڑھ کر ساٹھ ہزار انسانی جانوں کی قربانی اس جنگ میں پیش کی ہیں اور اربوں ڈالر کا نقصان برداشت کیا ہے۔ امریکی سازوسامان کی نقل و حرکت کی وجہ سے پاکستان کی شاہراہیں تباہ ہو گئیں۔ امریکی جنگ میں اپنی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ بھی انکشاف کیا گیا کہ پاکستان نے کراچی کا پرانا ایئرپورٹ جو جناح ٹرمینل کے ساتھ ہے 'کو امریکیوں کے حوالے کیا۔ عسکری تجزیہ نگار سینئر جنرل (ر) عبدالقیوم نے اخباری نمائندے سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ انفرادی طور پر جن لوگوں نے اسامہ کے بارے میں معلومات دی تھیں، دفتر خارجہ نے ان سے فائدہ اٹھایا، ان میں ڈاکٹر شکیل آفریدی اور پاکستان سے غداری کرنے والا بریگیڈیئر بھی شامل ہے۔ پاکستان نے القاعدہ کے جنگجوؤں کی تلاش میں

امریکہ کی مدد کی تھی اور اسامہ (رحمہ اللہ) کے حوالے سے کویتی باشندے کی کال انٹرسیپٹ کی تھی، لیکن امریکہ نے پاکستان کو اعتماد میں لیے بغیر از خود کارروائی کر ڈالی، جس سے پاکستان کی خود مختاری کو ٹھیس پہنچی تھی۔ دفترِ خارجہ ابھی تک امریکہ کی خوشنودی والے بیانات کی ذہنیت سے باہر نہیں آیا ہے۔ اُس وقت بھی پہلے دفترِ خارجہ نے اس آپریشن کی تعریف کی تھی اور بعد میں سیکریٹری خارجہ سلمان بشیر نے اس واقعے کو پاکستان کی خود مختاری پر حملہ قرار دیا تھا۔ اب دفترِ خارجہ کا انداز نہایت معذرت خواہانہ ہے، ایسا لگتا ہے کہ گڑگڑا کر یہ بتایا جارہا ہے کہ ہم نے آپ کے لئے یہ خدمات انجام دی ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس وقت کے صدر آصف زرداری، وزیرِ اعظم یوسف رضا گیلانی اور امریکہ میں پاکستان کے سفیر حسین حقانی کو اس آپریشن کا بخوبی علم تھا۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو امریکی اخبارات میں آپریشن کی کامیابی کے حوالے سے اسی دن صدر آصف زرداری کا مضمون شائع نہ ہوتا جو نہایت اعلیٰ درجے کی انگریزی میں تحریر کیا گیا تھا۔

مقاصد کے لیے یوٹرن لینا عظیم قیادت کی پہچان ہے - عمران خان

وزیرِ اعظم ایک روزہ سرکاری دورے پر متحدہ عرب امارات میں تھا جب اپنے ٹوئٹر بیان میں اُس نے کہا کہ مقاصد کے حصول کے لیے یوٹرن لینا عظیم قیادت کی پہچان ہے جبکہ ناجائز طریقے سے حاصل رقم کو بچانے کے لیے جھوٹ بولنا بے ایمان کی پہچان ہے۔ ایک لمحے کو خیال آیا کہ شاید کوئی جعلی اکاؤنٹ ہے جس سے یہ بیان طنزیہ طور پر شئیر کیا گیا ہے لیکن جب مختلف اخبارات کی شہہ سرخیوں میں بھی یہ بیان دیکھا تو یقین آ گیا۔ وزیرِ اعظم نے مزید کہا کہ ہٹلر اور نپولین نے یوٹرن نہ لے کر شکست کھائی۔ پہلے صرف قرض نہ لینے کا معاملہ تھا تو اس پر تحریک انصاف کی جانب سے کہا گیا کہ وہ سیاسی بیان تھا لیکن اب جب پے در پے ہر وعدے اور بیان کے متضاد عملدرآمد ہو رہا ہے تو قمیض جھاڑ کر صاف صاف کہہ رہے کہ یوٹرن لینا یعنی اپنی بات سے پھر جانا عظیم قیادت کی نشانی ہے۔

یہود جن میں بدعہدی کی خصلت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی کے متعلق قرآن کریم میں ارشاد ہے:

اَلَّذِیْنَ عٰہَدْتَّ مِنْہُمْ ثُمَّ یَنْقُضُوْنَ عَہْدَہُمْ فِیْ کُلِّ مَرَّۃٍ وَّ ہُمْ لَا یَتَّقُوْنَ (الانفال:۵۶)

”جن سے تو نے معاہدہ کیا ہے ان میں سے پھر وہ توڑتے ہیں اپنا عہد ہر بار اور وہ ڈر نہیں رکھتے“۔

”یعنی جو لوگ ہمیشہ کے لیے کفر اور بے ایمانی پر تل گئے اور انجام سے بالکل بے خوف ہو کر غداری اور بدعہدی کے خوگر ہو رہے ہیں، وہ خدا کے نزدیک بدترین جانور ہیں۔ فرعونیوں کا حال بدعہدی اور غداری میں یہی تھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں یہود بنی قریظہ وغیرہ کی یہ ہی خصلت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عہد کر لیتے کہ ہم مشرکین مکہ کو مدد نہ دیں گے، پھر ان کی امداد کرتے اور کہہ دیتے کہ ہم کو عہد یاد نہ رہا تھا۔ بار بار ایسا ہی کرتے تھے“ (تفسیر عثمانی)

کئی احادیث میں بھی بدعہدی سے بچنے اور وعدہ پورا کرنے کی تلقین موجود ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اولین و آخرین کو جمع کرے گا (اور سب کے سامنے) ہر اس شخص کے لیے ایک جھنڈا اگاڑا جائے گا جو بدعہدی کرنے والے ہیں اور کہا جائے گا: یہ فلاں بن فلاں کی بدعہدی (کا نشان) ہے“۔ (صحیح مسلم، باب تحریم الغدر، حدیث نمبر ۴۵۲۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”منافق کی تین نشانیاں ہیں جب بات کرے تو جھوٹ بولتا ہے، اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے اور جب کسی سے وعدہ کرے تو اسے پورا نہیں کرتا“۔ (صحیح بخاری، باب من امر بانجاز الوعد حدیث نمبر ۲۶۸۲)

وزیرِ اعظم کی ہمشیرہ کی دبئی میں موجود جائیداد ریگولرائز ہو گئی:

اطلاعات کے مطابق زیرِ اعظم کی ہمشیرہ علیمہ خان نے دبئی میں موجود اپنی نصف جائیداد ایف بی آر کے حوالے کر دی، علیمہ خانم نے بیرون ملک جائیداد کا ۲۵ فیصد بطور ٹیکس اور ۲۵ فیصد بطور جرمانہ ایف بی آر کو ادا کر دیا۔ علیمہ خان نے دبئی میں بنائی گئی جائیداد ڈکلیئر نہیں کی تھی اسی باعث ایف بی آر کی جانب سے انہیں نوٹس جاری کیا گیا تھا۔ علیمہ خان نے دبئی میں پراپرٹی کے معاملے میں ایف آئی اے لاہور کو جواب جمع کروا دیا تھا۔ تحریری جواب میں اپنی دبئی کی پراپرٹی خریدنے کے ذرائع بتائے تھے۔ علیمہ خانم نے اپنے جواب میں کہا ہے کہ انہوں نے دبئی کی پراپرٹی بیرون ملک بزنس ڈیلنگ سے خریدی تھی تاہم انہوں نے جواب میں بزنس ڈیلنگ کی وضاحت نہیں کی تھی۔

یاد رہے کہ گذشتہ ماہ ایف آئی اے نے سیاسی تعلقات رکھنے والے ۴۴افراد کی فہرست سپریم کورٹ میں جمع کروائی جن کی متحدہ عرب امارات میں جائیدادیں ہیں۔ ایف آئی اے کی فہرست منی لانڈرنگ کیس کے حوالے سے تفتیش کا حصہ ہے جو چیف جسٹس کی سربراہی میں 3 رکنی بینچ کے پاس جمع کروائی گئی۔ اس فہرست کے مطابق وزیرِ اعظم کی ہمشیرہ علیمہ خان کے علاوہ سابق وزیر مخدوم امین فہیم کی اہلیہ رضوانہ امین کے نام ۴، پی ٹی آئی رہنما ممتاز احمد مسلم کے نام ۱۸ اور عدنان سمیع خان کی والدہ نورین سمیع خان کے نام ۳، مشرف کے سابق سیکرٹری طارق عزیز کی بیٹیاں بھی دبئی میں جائیداد کی مالک ہیں۔

☆☆☆☆☆

کلمۂ حق

محترمہ عامرہ احسان

افغانستان میں طالبان حملوں میں ۳/ امریکی فوجی غزنی میں مارے گئے اور ۴/ زخمی ہو گئے۔ اس واقعے پر وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی نے رنج والم میں ڈوب کر ایسا جذباتی بیان جاری کیا، جو امریکہ، نیٹو کے بڑوں نے بھی نہ کیا۔ شدید مذمت کرتے ہوئے انہوں نے تہ دل سے اظہارِ ہمدردی اور تعزیت کی ہے پوری قوم اور حکومت پاکستان کی جانب سے۔ یہ احساسات امریکیوں کے خاندانوں اور دوستوں تک پہنچائے گئے کہ ہم زخمیوں کی جلد صحت یابی کے لیے دعا گو ہیں۔ غم کی اس گھڑی میں ہم امریکی حکومت اور ان کے عوام کے ساتھ اظہارِ یک جہتی کرتے / شانہ بہ شانہ کھڑے ہیں! (دی نیوز ۲۷ نومبر) فدویت کی کوئی انتہا تو ہو! چاپلوسی کرتے ہم ٹرمپ کی توہین آمیز ٹوئیٹس جس کے آخر میں اس نے ہمیں **Fools** لکھا تھا، کیا ثابت کر دکھانا ضروری تھا؟ وزیر خارجہ کا المیہ یہ ہوا۔

دل تو میرا اداس ہے ناصرؔ
شہر کیوں سائیں سائیں کرتا ہے

کے مصداق، انہوں نے امریکی مرنے پر اپنے رنج والم کو پوری قوم کے سر تھوپ ڈالا! اگرچہ اقبال نے کہا تھا۔

کافر کی موت پہ بھی لرزتا ہو جس کا دل
کہتا ہے کون اسے کہ مسلماں کی موت مر

سلالہ پر ہمارے فوجی مار کر امریکہ نے جس ڈھٹائی اور بے حسی کا مظاہرہ کیا تھا وہ ہم بھولے تو نہیں! یہ امریکی کس پُرسے کے مستحق ہیں؟ پاکستانی قوم کے لیے ایسا پیغام، قومی وقار کے منافی ہے۔ امتحان تو یہ ہوا کہ دو ہی دن میں امریکہ نے لشکر گاہ پر حملہ کر کے (ہلمند صوبہ) ۳۰ افغان (مسلمان!) شہری شہید کر دیئے۔ جس میں ۱۶ بچے بھی شامل ہیں اور ابھی ملبے تلے بھی دبے ہیں۔ گزشتہ ایک دہائی کی نسبت اس سال امریکی فضائی حملوں میں سب سے زیادہ افغان شہری مارے گئے ہیں۔ شاہ محمود قریشی کی رگ ہمدردی یہاں کیوں نہ پھڑکی؟ مسلمانوں کے قاتلوں کے مر جانے پر ریاستِ مدینہ رو دے؟ حالانکہ شہریوں کی ہلاکت پر تو اقوام متحدہ اور ماضی کی افغان حکومتیں بھی احتجاج کرتی رہی ہیں۔ ہم کیوں نہ بولے؟ عوام کی طرف سے ایسے بیانات جاری نہ کیا کریں۔ ہمیں تو مرنا اور دوبارہ جی کر اٹھنا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں مطلع فرما چکے ہیں کہ آخرت میں تم اس کے ساتھ اٹھو گے، ہو گے جس سے تم محبت رکھو گے۔ ٹرمپیوں اور نیٹو کے ساتھ اٹھنا؟ پناہ بخدا! مولانا نور الحق قادری سے پوچھ لیا کریں، ریاست مدینہ کے اوامر دنواہی۔

ادھر ہم سکھوں سے محبت میں مرے جا رہے ہیں۔ المیہ یہ بھی تو ہے کہ ہماری کرکٹ ٹیم نما سیاسی قیادت تاریخ پر بھی کما حقہٗ عبور نہیں رکھتی۔ سکھوں کو صرف سکھوں بارے گھڑے گئے لطائف کے حوالے ہی سے جانتے ہیں یہی مبلغ علم ہے۔ اتنا بڑا فیصلہ بلا ویزہ، اپنی جان کے درپے بھارت کے ساتھ کھولنے کا صرف ایک کر کٹر بھارتی وزیر سے ملاقات پر سرگوشیوں اور فرمائشوں پر بالا بالا طے ہو گیا؟ معاملہ صرف سکھوں کا نہیں۔ بھارت اور ہمارے مابین کشیدہ تعلقات، کنٹرول لائن کی مسلسل خلاف ورزیوں، دریاؤں کے پانیوں اور مقبوضہ کشمیر میں ہماری شہ رگ پر جبر وظلم کی اندھیر نگری مچانے جیسے بنیادی حل طلب تنازعات کا معاملہ ہے۔ ہماری طرف سے اتنی بھاری یک طرفہ نوازش پر بھی متکبر بھارت کے نتھنوں سے بچھو ہی جھڑ رہے ہیں۔ شکر گزاری کی بجائے، پوری ڈھٹائی سے ان کی وزیر خارجہ نے نہ صرف آنے سے انکار کیا بلکہ بھارتی وزیر بارے (جو آ گئے) فرمایا کہ وہ اپنی ذاتی حیثیت میں آئے ہیں۔ سارک کانفرنس میں شرکت کی دعوت مسترد کی۔ نیز یہ بھی کہ راہداری کھلنے کا مطلب دو طرفہ مذاکرات کا آغاز نہیں۔ اِدھر آپ یکطرفہ خیر سگالیاں (ہمیشہ کی طرح) لٹا رہے ہیں۔ اُدھر ایودھیا میں انتہا پسند ہندو ریلے بابری مسجد کی جگہ رام مندر کی تعمیر کے لیے نعرہ زن ہیں۔ دوسری جانب کشمیری اپنی زخمی آنکھیں اور لہولہان نوجوان سنبھال رہے اور جنازے اٹھا رہے ہیں۔ یہ بھی نہ بھولیں کہ ماضی کے خالصتان کے نقشوں میں یہ گردوارے موجود ہیں۔ ان کی حقیقی وفاداری ہندوستان سے ہے آپ سے نہیں۔ رنجیت سنگھ کا دور حکومت تاریخ سے نکال کر پڑھ لیں۔ نیز پاکستان بنتے وقت ہمارے مشرقی پنجاب سے ہجرت کر کے آنے والے خاندانوں پر کیا بیتی۔ آج تو پوری دنیا کی فضا مسلم دشمن ہے لہٰذا پھونک پھونک کر چلنے کی ضرورت ہے۔ چینی سفارتخانے پر حملہ اور اس میں 'را' کا کردار حالیہ چرکا ہے۔ کتنی بار ایک سوراخ سے ڈسے جانے کا ارادہ ہے؟ فارن پالیسی، ایسے منصوبے، گہری سوچ بچار تدبر تحمل کے متقاضی ہوتے ہیں۔ ایک راہداری (سی پیک) سے عہدہ برآ ہونے نہیں پا رہے ایک اور پٹارا نیا اچانک کھول کر بیٹھ گئے ہیں۔ نہ اُگلے بن پڑے نہ نگلے۔ ہم تو پہلے بھی سکھ یاتریوں کا بھرپور خیر مقدم کرتے، انہیں ہر طرح کی سہولتیں فراہم کرتے رہے ہیں۔ اس گوردوارے پر بھی کروڑوں روپیہ ٹیکس دہندگان کا، اس کی آرائش دیکھ بھال پر لگایا جا چکا ہے۔ یہ تو بھارت ہے جہاں ہمارے زائرین رلتے ہیں۔

یہ خدشہ بھی بے جا نہیں کہ یہ اچانک بہ عجلت فیصلہ گورداسپور میں 'قادیان' واقع ہونے کی بنا پر ہے۔ اس پر قادیانیوں میں بھی مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ یہ نئی نویلی حکومت اسی طرح دیکھی جا رہی ہے جیسے نو بیاہتا دلہن کے طور طریقے دیکھے جاتے ہیں۔ تشویش کیوں نہ ہو کہ عاطف میاں، آسیہ، اسرائیلی طیاروں کے بعد اچانک یہ سکھ فیصلہ بھی سامنے آ گیا؟ نظریاتی حوالے سے 'ریاست مدینہ' کے مجذوبانہ نعرے بیچ میں لگاتے رہنے سے آنکھوں میں دھول جھونکنا ممکن نہیں۔ بعد المشرقین ہے دعوؤں اور تکلیف دہ حقائق میں! سو یہ نعرہ لپیٹ دیجیے یا تاریخ پڑھ لیں اور موازنہ کر دیکھیں۔ (بقیہ صفحہ ۷۲ پر)

انوار و نقیب کا پاکستان

طارق حبیب

فلائٹ میں سوار چند مسافروں کو وہ چہرہ جانا پہچانا لگا۔ اس لیے بار بار اس کی جانب دیکھ کر پہچاننے کی کوشش کر رہے تھے۔ یہ قومی ایئر لائن کی فلائٹ نمبر ۴۵۱ تھی، جو موسم کی خرابی کے باعث ۱۸ کی بجائے ۱۹ اکتوبر کو سکردو جانے کے لیے نئے پاکستان کے پرانے دارالخلافہ کی فضا میں بلند ہوئی تھی۔ اس فلائٹ میں سابق و موجودہ پارلیمنٹیرینز بھی تھے۔ ان کی نظریں دائیں جانب کی نشستوں پر مرکوز تھیں، جہاں ایک شخص کم عمر دوشیزہ کے ساتھ براجمان تھا اور اس کے اطراف کی دو سیٹوں پر بھی چاک و چوبند جوان بیٹھے تھے۔ جب یہ شخص مکمل پروٹوکول کے ساتھ جہاز میں سوار ہوا تو سواریوں کا اس کی جانب متوجہ ہونا قدرتی امر تھا۔ پرانے پاکستان کی رسومات نئے پاکستان میں بھی جاری تھیں۔ اسی لیے لوگوں نے دیکھ کر نظر انداز کر دیا، مگر نئے پاکستان کے عوامی نمائندے اس کے فلائٹ میں داخلے کے انداز سے صرف نظر نہ کر سکے۔ انہوں نے جب غور کیا تو انہیں اس شخص کو پہچاننے میں دقت نہ ہوئی۔ یہ کراچی کے معروف انکاؤنٹر سپیشلسٹ سابق ایس ایس پی راؤ انوار صاحب تھے۔

سکردو کے پہاڑوں میں طلوع و غروب کے نظاروں کی تصاویر بناتے، ان عوامی نمائندوں کا راؤ صاحب سے سامنا شنگر فورٹ کے ریزورٹس پر ہوا، جہاں راؤ صاحب انہی محترمہ کے ساتھ براجمان تھے، جبکہ ان کے اطراف کی تین میزوں پر مستعد جوان بیٹھے ہوئے تھے، جو بظاہر موسم سے لطف اندوز ہونے کی اداکاری کرنے کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ راؤ انوار کا دوسری بار ان عوامی نمائندوں سے سامنا شنگریلا کے مقام پر ہوا۔ شنگریلا بہت خوبصورت مقام ہے اور اس کے معنی جنت ہیں۔ راؤ انوار بھی نئے پاکستان کا بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی الگ جنت بنائے بیٹھے تھے۔ راؤ انوار ہمیشہ ایک متنازعہ شخصیت رہے، رواں سال کے آغاز تک صرف کراچی کی حد تک جانے اور پہچانے جاتے تھے، مگر ایک خوبرو نوجوان نقیب اللہ محسود کے جعلی مقابلے میں قتل نے انہیں ملک بھر میں متعارف کرا دیا۔

ٹی وی سکرینوں پر دکھائی جانے والی ایک ویران علاقے میں اوندھی پڑی نقیب اللہ محسود کی لاش نے عوام کو جھنجھوڑ دیا۔ نقیب اللہ محسود کو مقابلے میں مارنے کے بعد پریس کانفرنس میں اسے دہشت گرد قرار دینا راؤ انوار کو مہنگا پڑ گیا تھا۔ ملک بھر میں ہلچل مچ گئی اور مشکوک پولیس مقابلوں کے خلاف عوام سڑکوں پر نکل آئے۔ اعلیٰ عدالت نے بھی نقیب اللہ محسود کے قتل کا نوٹس لے لیا تھا۔

راؤ انوار جو رواں سال کے آغاز تک گزشتہ سات سال میں ۷۴۵ مقابلوں میں ۴۴۴ مبینہ نوجوان دہشت گردوں کو مختلف الزامات کے تحت مبینہ پولیس مقابلوں میں مار چکے تھے، مگر کسی بھی ادارے کی جانب سے ان کے مشکوک مقابلوں پر اعتراض نہیں کیا گیا تھا۔ نقیب اللہ محسود کا قتل راؤ صاحب کو مہنگا پڑ گیا اور وہ اس مقابلے کے بعد غائب ہو گئے۔ ۲۳ جنوری کو اسلام آباد ایئر پورٹ پر نظر آئے مگر دبئی فرار ہونے کی کوشش میں ناکامی کے بعد پھر روپوش ہو گئے یا کرا دیے گئے۔ عدالتی احکامات پر قانون نافذ کرنے والے ادارے اپنی—آنیاں جانیاں دکھاتے رہے، تاہم راؤ انوار اور ان کے ساتھیوں کو ٹریس کرنے میں ناکام رہے۔ عدالت نے احکامات نظر انداز کئے جانے کی وجہ سے ایک موقع پر راؤ انوار کو مفرور بھی قرار دے دیا تھا۔ اس دوران ان کے حوالے سے ملک کی اہم شخصیات کے پاس روپوش ہونے کی خبریں گردش کرتی رہیں۔

قریباً دو ماہ کی روپوشی کے بعد ۲۱ مارچ کو سابق ایس ایس پی براہ راست سپریم کورٹ پہنچ گئے اور اہم شخصیات کے لیے استعمال ہونے والے خصوصی راستے کا استعمال کرتے ہوئے معزز جج صاحبان کے سامنے پیش ہوئے۔ ان کی پیشی کے بعد نقیب اللہ محسود قتل کیس کے مقدمے کی باقاعدہ سماعت شروع ہو گئی۔

راؤ انوار کے ماضی پر نظر ڈالیں تو پتا لگے گا کہ رواں سال کے آغاز پر راؤ انوار کا نام پہلی بار میڈیا کی زینت نہیں بنا۔ اس کی تاریخ بہت پرانی ہے اور اپنے پولیس کیریئر میں مختلف مواقعوں پر راؤ انوار تنازعات کے باعث میڈیا کی شہ سرخیوں میں رہے ہیں۔

پولیس فورس میں موجود راؤ انوار صاحب کے قریبی ساتھی بتاتے ہیں کہ وہ ۱۹۸۱ء میں ڈی ایس پی ہاربر کے پاس بطور کلرک بھرتی ہوئے تھے، تاہم اگلے ہی سال ۱۹۸۲ء میں ان کی بطور اے ایس آئی تعیناتی ہوگئی تھی۔

راؤ انوار نے اپنی کیریئر کے ابتدائی دنوں میں ہی حکومتی حلقوں میں اثر رسوخ حاصل کر لیا تھا اور مبینہ طور ملکہ ترنم نور جہاں نے اس حوالے سے راؤ صاحب کی مدد کی تھی، اسی طرح راؤ انوار صاحب نے پیپلز سٹوڈنٹس فیڈریشن کے کچھ لڑکوں کو گرفتار کیا اور پیپلز پارٹی کی جانب سے ان کی رہائی کی کوششوں کے دوران راؤ انوار محترمہ بینظیر بھٹو کے منظور نظر ہوگئے۔

یہی وہ دور تھا، جب حکومت میں شامل اہم شخصیات کے ساتھ راؤ انوار کے رابطے قائم ہوئے، جس کے بعد ان کی ترقی کا سفر مزید تیز ہوگیا۔ پیپلز پارٹی کے دور حکومت میں ایم کیو ایم کے خلاف آپریشن شروع ہوا تو پیپلز پارٹی کی اعلیٰ قیادت کے کہنے پر اس وقت کے وزیر داخلہ نصیر اللہ بابر نے راؤ انوار پر خصوصی نظر کرم کی۔ راؤ انوار کے اربابِ اختیار سے مضبوط روابط کا اندازہ اِس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ مبینہ مقابلوں سے ترقیاں پانے کے باوجود سندھ پولیس کا یہ افسر ملک بھر میں تعیناتیاں حاصل کرتا رہا۔

ملتان ہو یا سیٹیلائٹ ٹاؤن کوئٹہ، راؤ انوار کرسی پر بیٹھے دکھائی دیتے رہے۔ ملیر میں تعیناتی کے حوالے سے بھی سندھ پولیس کے اندرونی حلقوں میں یہ کہا جاتا ہے کہ ان کی تعیناتی سابق صدر آصف علی زرداری سے قربت کا نتیجہ تھی۔ گزشتہ ۱۰ سال سے ملیر تعیناتی کے دوران متعدد بار اُن پر جعلی مقابلوں، زمینوں پر قبضوں، بھتہ خوری، ریتی بجری کی چوری جیسے الزامات لگ چکے ہیں۔

راؤ انوار کو ۴ مرتبہ ان کے عہدوں سے ہٹایا گیا، مگر چند دن بعد راؤ انوار دوبارہ تعیناتی حاصل کرکے اپنے عہدے پر موجود ہوتے تھے، جس سے یہ قیاس حقیقت معلوم ہوتا ہے کہ کوئی ادارہ بھی راؤ انوار کے خلاف تحقیقات کرانے کی پوزیشن میں نہیں۔ یہ چہرہ ہے نئے پاکستان کا۔ راؤ انوار کے پاکستان کا۔

دوسری جانب نقیب کا پاکستان ہے۔

نقیب کا پاکستان کہ جہاں اسے بے گناہ قتل کر دیا گیا۔ نقیب کے قتل کے بعد اس کے بوڑھے والد کو امید تھی کہ نئے پاکستان میں جس کی بنیاد ہی انصاف سے اٹھائی گئی ہے، اسے انصاف ضرور ملے گا، مگر نئے پاکستان کے قیام کے بعد راؤ انوار کی ضمانتیں منظور ہوئیں تو ابتدائی طور پر نقیب محسود کے اہل خانہ کو دھچکا لگا، مگر ان کا اپنی عدالتوں پر یقین تاحال قائم ہے۔ نقیب کے والد کی زندگی اپنے بیٹے کو انصاف دلوانے کے لیے عدالت اور نقیب کے بچوں کی کفالت کے لیے بھاگ دوڑ کرتے گزر رہی ہے۔ وہ آج بھی نقیب اللہ محسود کا مقدمہ پوری ہمت و استقامت سے لڑ رہے ہیں۔ ۷ اگست کو انہوں نے سندھ ہائی کورٹ میں درخواست کے ذریعے انسداد دہشت گردی کی عدالت نمبر ۲ کے جج پر عدم اعتماد ظاہر کیا تھا، جس کے دو ماہ بعد ۵ نومبر کو ہائی کورٹ نے نقیب اللہ محسود کا کیس انسداد دہشت گردی کی عدالت نمبر ۳ منتقل کر دیا ہے۔

نقیب اللہ محسود کے والد ایک ملاقات میں کہنے لگے کہ عمر کے اس حصے میں جہاں باپ اپنے جوان بیٹوں کے سہارے بڑھاپا سکون سے گزارنے کی امید رکھتا ہے، میں اپنے جوان بیٹے کے قاتلوں کو سزا دلوانے کے لیے در در کی ٹھوکریں کھا رہا ہوں۔ کئی موقعوں پر میری ہمت جواب دے جاتی ہے، مگر جب گھر جاتا ہوں اور نقیب کے معصوم بچوں کے چہرے دیکھتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ انہیں انصاف ضرور دلواؤں گا۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ بے گناہ مارے جانے والا جنت میں جائے گا اور نقیب اللہ محسود انشاء اللہ جنت میں ہی ہوگا۔

دیکھنا یہ ہے کہ نیا پاکستان کس کا بنتا ہے: راؤ انوار کا یا نقیب کا؟

☆☆☆☆☆

"نرم و گداز بستروں پر سونے والے، مرمریں فرشوں پر چلنے والے، اور امریکی گولہ بارود کی گھن گرج سے بہت دور پُر عیش زندگی گزارنے والوں کو کیا معلوم کہ پوری ملت کے سب بڑے دفاعی مورچوں میں صبح و شام گزارنے والوں پر کیا بیتی! دس ہزار سے زائد تو صرف وہ ہیں جو آج بگرام، پل چرخی اور دیگر زندانوں میں بند ہیں۔ کوئی ہے جو اپنے قیمتی وقت میں سے کچھ حصہ نکال کر اس ماں کا تصور ہی کرے جس کے پانچ جوان بیٹے اس جنگ کا ایندھن بنے' ان مہاجر بچوں کا سوچے جن کا باپ یورپی نیٹو سے لڑتا لڑتا شہید ہوگیا لیکن یتیموں کا کوئی پرسانِ حال نہیں"۔

انجینئر احسن عزیز شہید رحمہ اللہ

اسرائیل کو تسلیم کرنے کی جلدی کیوں؟

راجہ محمد منصور

قومِ یہود نے بھی کیا عجب خصلت پائی ہے کہ جہاں بھی گئے، اپنی عیاری، مکاری، انسانیت دشمنی اور دجل وفریب کی داستاں چھوڑ آئے۔ تاریخ شاہد ہے کہ انہیں جب بھی کہیں سکون سے بیٹھنے کی ذرا سی بھی جگہ نصیب ہوئی، ان کی رگِ شیطنت پھڑک اٹھی اور انہوں نے اپنے محسنین کی ہی جڑیں کاٹنی شروع کر دیں۔ بغداد میں انہیں برابر کے حقوق حاصل تھے۔ انہوں نے اسلام کے بنیادی عقائد میں تھگلی لگا کر اسے جڑ سے اکھیڑنا چاہا، لیکن جب دیکھا کہ عبداللہ کے دُرِ یتیم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والے اس دینِ مبین کا محافظ خود خدائے بزرگ وبرتر ہے تو انہوں نے اپنی سازشی سرگرمیوں کا نشانہ اپنے محسنین یعنی عباسی خلفاء کو بنالیا اور بالآخر ہلاکو خان کے ہاتھوں بغداد کی اینٹ سے اینٹ ٹکرا کر ہی دم لیا۔ روم نے انہیں پناہ دی تو اس عظیم سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اس پر عیسائیت کی چھاپ لگا دی۔ ہسپانیہ میں انہیں اس قدر عروج حاصل ہوا کہ ان کے پیروکار مقتدر عہدوں تک پہنچے، بلکہ انہیں وزیرِ اعظم تک کے منصب سے نوازا گیا، لیکن انہوں نے ہسپانیہ سے اسلام کو برطرف کر کے مسلمانوں کا قتلِ عام کرایا۔ فرانس میں انقلاب برپا کرا کے اپنے لیے شہری حقوق اور بادشاہت کے لیے تختہ دار حاصل کیا۔ روس نے انہیں اپنے ہاں پناہ دی تو انہوں نے زارِ روس اور اس کے خاندان کے لیے موت کا پروانہ جاری کرا دیا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ قوم ہر دور میں راندۂ درگاہ رہی۔

مشہور امریکی مصنف اینڈریو کیر نگٹن ہچکاک کی بیسٹ سیلر کتاب The Synagogue Of Satan کے دیباچہ میں ٹیکس مارس لکھتا ہے:

> ”اس کرۂ ارض پر ہونے والی خوں ریزی کا ذمہ دار صرف اور صرف ایک گروہ ہے۔ اس شیطانی گروہ کی تعداد قلیل ہے لیکن اس کی مثال آکٹوپس کی طرح ہے، جس نے اپنے بے شمار پنجوں سے ساری انسانیت کو جکڑ رکھا ہے۔ امریکہ اور پورا محکمہ داخلہ وخارجہ ان کے تابع فرمان رہنے پر مجبور ہیں۔ جس شیطانی گروہ کا میں حوالہ دے رہا ہوں آج کی دنیا اس کی ڈگڈگی پر بندر کی طرح ناچ رہی ہے“۔

اس دیباچے میں پروفیسر جیمز پیٹرس کی کتاب The Power Of Israel In The United States کا حوالہ دیا گیا ہے، جو بات کو مزید کھول کر بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

> ”یہودی امریکی آبادی کا بمشکل ۲.۲ فیصد ہیں لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ امیر ترین امریکیوں میں سے ۲۵ سے ۳۰ فیصد یہودی ہیں۔ انہوں نے امریکی حکومت پر دہشت طاری کی ہوئی ہے۔ یہی لوگ ہیں جو کبھی جنگ کے شعلوں کو ہوا دیتے ہیں، کبھی ٹھنڈا رکھتے ہیں۔ کبھی دنیا کی معیشت کو اوپر اور کبھی نیچے لے جاتے ہیں۔ ان لوگوں نے امریکی مسلح افواج کو مشرق وسطیٰ میں اسرائیلی مفادات کا نگہبان بنا کر بٹھا رکھا ہے۔ یہ لوگ جب چاہتے ہیں امریکہ کو دنیا کے کسی بھی حصے میں جنگ میں جھونک دیتے ہیں اور ان کا حکم ہوتا ہے تو امریکی جنگ سے باہر نکل آتے ہیں۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ آج امریکی عظیم اسرائیل کی ایک کالونی بن چکا ہے، جس کی حیثیت اسرائیل کے باڈی گارڈ اور جلاد سے زیادہ کچھ نہیں۔ ہم امریکی ان یہودیوں کے کرائے کے سپاہی ہیں۔ اسرائیلی ہمارے کیمپ کمانڈنٹ ہیں، جن کے حکم پر ہم دنیا بھر کے بے گناہ انسانوں کا بلادریغ قتل کرتے ہیں“۔

ایڈریو کیر نگٹن ہچکاک نے اپنی کتاب میں قومِ یہود کی ملک بدریوں کی پوری تفصیل دی ہے۔ ۱۲۹۰ء میں انہیں برطانوی بادشاہ کنگ ایڈورڈ اول کے قتل کی سازش میں ملوث ہونے پر انگلینڈ سے نکال دیا گیا۔ ۱۶۴۹ء میں اولیور کرامویل نے ان کا برطانیہ میں دوبارہ داخلہ ممکن بنایا۔ لیکن یہ لوگ پھر بھی اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے۔ چنانچہ ۱۶۸۸ء میں انگلینڈ میں باقاعدہ قانون سازی کی گئی کہ یہودیوں کو وہاں سے نکال کر ان کے داخلے پر پابندی لگا دی جائے۔ اگلے ۳۳ برس وہ قانون نافذ رہا۔ بالآخر ۳۳ برس بعد یہودیوں نے اپنے ایک ڈچ شہزادے کے ذریعے برطانیہ میں اپنا دوبارہ داخلہ ممکن بنایا۔ انگلینڈ کے علاوہ بھی کئی ممالک میں وقتاً فوقتاً یہود کو ملک بدر کیا جاتا رہا ہے، جن کی تفصیل ایڈریو کیر نگٹن ہچکاک نے یوں بیان کی ہے کہ یہود کو ۱۱۸۲ء میں فرانس، ۱۲۷۶ میں بولیویا، ۱۲۹۰ء میں انگلینڈ، ۱۳۰۶ء، ۱۳۲۲ء اور ۱۳۴۹ء میں فرانس، ۱۳۶۰ میں ہنگری، ۱۳۷۰ میں بلجیم، ۱۳۸۰ء میں سلواکیہ، ۱۴۲۰ء میں آسٹریا، ۱۴۴۴ء میں ہالینڈ، ۱۴۹۵ء میں لٹونیا، ۱۴۹۶ء میں پرتگال اور نیپلز، ۱۵۴۰ء میں اٹلی، ۱۵۴۱ء اور ۱۵۵۷ء میں پراگ، ۱۶۶۹ء میں ویانا، ۱۷۴۴ء میں سلواکیہ اور ۱۸۹۱ء میں ماسکو سے نکالا گیا۔ اس تفصیل کے بعد اینڈریو کیر نگٹن ہچکاک نے ایک یہودی مصنف کا حوالہ پیش کیا، جس کا کہنا تھا کہ:

> ”اگر یہودیوں کو کسی ایک ملک سے ایک مذہب یا ایک مخصوص نسل کے لوگوں نے اسی طرح بار بار بے دخل کیا ہوتا تو ان پر متعصب ہونے کا الزام لگایا جاسکتا تھا۔ لیکن مختلف ممالک، مختلف مذاہب اور مختلف نسلوں کے لوگوں نے یہ سب کیا، جس کا مطلب یہ ہے کہ برائی کی جڑ ”اسرائیل“ ہے، اسرائیل کے خلاف لڑنے والے نہیں“۔

دنیا کی اقتصادیات پر قبضہ اور اپنے مفادات کے تحفظ کی خاطر ہر قسم کی دہشت گردی اور مختلف قوموں اور ملکوں کو آپس میں لڑانا قومِ یہود کے خاص اہداف رہے ہیں۔ انہوں نے بینک آف انگلینڈ اور سینٹرل بینک آف یونائیٹڈ اسٹیٹس قائم کر کے برطانیہ وامریکہ کی رگِ

جاں کو اپنے پنجے میں جکڑ لیا۔ امریکہ صدر تھامس جیفرسن نے امریکی معیشت کو یہود کے شکنجے سے آزاد کرانے کی کوشش کی تو انہوں نے ۱۸۱۲ء میں برطانیہ اور امریکہ کی جنگ شروع کرادی۔ امریکی صدر اینڈریو جیکسن نے سینٹرل بینک کو امریکہ سے نکالنے کی کوشش کی تو اس پر قاتلانہ حملہ کرادیا۔ امریکہ کو یہود کی معاشی دہشت گردی سے نجات دلانے کے لیے کوشاں صدر ابراہم لنکن نے تو ۱۸۶۵ء میں کانگریس سے اپنے سالانہ خطاب میں واضح الفاظ میں کہا کہ:

"مجھے دو خطرناک دشمنوں کا سامنا ہے۔ میرے سامنے نادرن آرمی ہے اور مالیاتی ادارے میری پشت سے حملہ کر رہے ہیں۔ ان دونوں میں میرا زیادہ خطرناک دشمن میری پشت پر ہے"۔

اور پھر دوسری بار عہدۂ صدارت سنبھالنے کے محض ۴۰ روز بعد ابراہم لنکن ایک قاتلانہ حملے میں مارا گیا۔

اینڈریو کیر نگٹن ہچکاک کے مطابق اہم بات یہ ہے کہ گزرتے وقت کے ساتھ یہودیوں کی پالیسیوں اور اہداف میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ نپولین کے دور میں یہود فرانس اور برطانیہ کو یکساں طور پر سرمایہ فراہم کرکے آپس میں لڑاتے رہے۔ موجودہ دور میں اسرائیلی خفیہ ایجنسی موساد سری لنکن سیکورٹی فورسز اور تامل باغیوں کو ایک ہی وقت میں اور ایک ہی ٹریننگ سکول میں ایک دوسرے کے قتل عام کے لیے تین تین ہفتے کا تربیتی کورس کراتی رہی۔ ۱۸۳۹ء میں چین کے مانچو حکمرانوں نے چینی قوم کو افیمی بنانے کی یہودی سازش روکنے کی کوشش کی تو برطانیہ اور چین کی لڑائی کرادی گی، جس میں ہزاروں افراد مارے گئے۔ بالآخر چار سالہ جنگ کے بعد مانچو حکمرانوں کو اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے چین میں افیون کی تجارت کو قانونی تحفظ دینا پڑا۔

۱۸۳۵ء سے ۱۸۵۳ء تک جدید الجزائر کے بانی امیر عبدالقادر الجزائری فرانسیسیوں کے خلاف جنگ آزادی لڑتے رہے۔ اس دوران میں ایک طرف یہودی تاجر امیر عبدالقادر الجزائری کو اسلحہ فروخت کرتے رہے اور دوسری طرف اُن کے خلاف فرانسیسیوں کو مخبری بھی کیا کرتے تھے۔ طالبان حکومت سے پہلے افغانستان دنیا کی کل ہیروئن کا ۵۷ فیصد پیدا کررہا تھا۔ ۲۰۰۰ء میں امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ نے افغانستان میں پوست کی کاشت پر پابندی لگادی، جس پر یہود تلملا اٹھے۔ اینڈریو کیر نگٹن ہچکاک کا دعویٰ ہے کہ ۲۰۰۱ء میں افغانستان پر امریکی حملہ کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی۔ یہ یہود ہی تھے جو ایک طرف کارل مارکس سے کمیونزم اور دوسری طرف فرینکفرٹ کے رہائشی کارل رٹر سے جبریت کے بارے میں کتابیں لکھواتے تھے، جس کے نتیجے میں کمیونزم، فاشزم اور نازی ازم جیسے فلسفوں نے جنم لیا اور نتیجتاً دنیا کو جنگِ عظیم اول ودوم کی تباہ کاریوں سے دوچار ہونا پڑا۔

تازہ ترین صورتحال یہ ہے کہ گریٹر اسرائیل منصوبے کی تکمیل کی جانب تیزی سے پیش رفت جاری ہے۔ اس سلسلے میں فوری طور پر دو بڑے منصوبوں پر عملدرآمد شروع ہوچکا ہے۔ مشرقِ وسطیٰ کی صورت حال پر گہری نظر رکھنے والے باخبر ذرائع کے مطابق پہلا منصوبہ تل ابیب سے گوادر کے بالمقابل واقع سلطنتِ اومان تک ریلوے لائن بچھانے کا ہے۔ اسرائیل یہ لائن بچھانے کا فیصلہ کرچکا ہے، صرف اعلان باقی ہے، جس کے لیے مناسب وقت کا انتظار کیا جارہا ہے۔ اس منصوبے کے لیے ساری فنڈنگ امریکہ کرے گا۔ عربوں کو رام کرنے کے لیے اسرائیل سفارتی سطح پر متحرک ہوچکا ہے۔ وزیراعظم اسرائیل اومان کا دورہ کرچکا ہے۔ اسرائیلی وزیر کھیل نے گزشتہ دنوں متحدہ عرب امارات کا دورہ کیا۔ ایک اسرائیلی وزیر قطر بھی جاچکا ہے، جبکہ کویت سے بھی تل ابیب رابطے میں ہے۔ دوسری جانب اسرائیل اور اس کی سرپرست عالمی استعماری قوتیں "نیا فلسطین" بنانے جارہی ہیں۔ اس سلسلے میں مصر کو راضی کیا جاچکا ہے، جو صحرائے سینا میں غزہ شہر کے رقبہ سے دگنا رقبہ خالی کردے گا، جہاں ایک نیا شہر بسایا جائے گا۔ شہر بستے ہی غزہ کی فلسطینی آبادی کو فی الفور وہاں منتقل کیا جائے گا، جس کے فوراً بعد نام نہاد عالمی برادری اسے فلسطینی ریاست تسلیم کرنے کا اعلان کردے گی۔ اس منصوبے کا خوفناک پہلو یہ ہے کہ اگر فلسطینی شہریوں نے غزہ چھوڑنے اور نئے فلسطین میں آباد ہونے سے انکار کیا تو انہیں غزہ سے زبردستی نکالنے کے لیے وہاں اقوام متحدہ کے فوجی دستے اتارے جائیں گے، جن کی غالب اکثریت عرب فوجی دستوں پر مشتمل ہوگی۔ اس منصوبے کے نقشے تیار ہوچکے ہیں اور فنڈز بھی مختص کیا جاچکے ہیں۔ لیکن اس کے اعلان کے لیے بھی مناسب وقت کا انتظار ہے کیونکہ علاقائی سطح پر ان دونوں منصوبوں کی راہ میں فی الحال سعودی عرب اور اردن رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔

پاکستان میں پی ٹی آئی حکومت کی طرف سے تل ابیب کو تسلیم کیے جانے کی مہم چلائی جارہی ہے جس کی گونج اب پاکستانی پارلیمنٹ میں بھی سنائی دینے لگی ہے۔ لیکن حیرت ہے کہ پی ٹی آئی خاتون رکن اسمبلی کی طرف سے پارلیمنٹ میں اسرائیل کے حق میں کی گئی تقریر کو کئی روز گزر چکے ہیں، لیکن ملک کے کسی گوشے سے اس کے خلاف تاحال کوئی احتجاجی آواز بلند نہیں ہوئی۔ شاید عمران خان ایسا ہی نیا پاکستان چاہتا ہے۔ لیکن اسرائیل کو تسلیم کرنے کی مہم چلانے والوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ بے شک اسرائیل سے دوستی کی پینگیں بڑھانے کے لیے اچھلتے پھریں لیکن قومِ یہود کی تاریخ گواہ ہے کہ ان کی طرف جس نے بھی دوستی کا ہاتھ بڑھایا، انہوں نے اسی کی جڑیں کاٹنی شروع کردیں۔ اللہ تعالیٰ پاکستان کو قومِ یہود اور کے دیسی وولایتی ٹاؤٹوں کی سازشوں اور شرور سے محفوظ رکھے۔

☆☆☆☆☆

میں ڈوب رہا ہوں، ابھی ڈوبا تو نہیں ہوں

عائشہ غازی

کرتارپور بارڈر مشرقی اور مغربی پنجاب کا بارڈر نہیں، پاکستان انڈیا کا بارڈر ہے...

۲۶ نومبر کو وزیر اعظم نے افغان بارڈر پر باڑ لگانے کا معائنہ کیا۔

۲۸ نومبر کو وزیر اعظم بھارتی بارڈر پر کرتارپور کوریڈور کا افتتاح کریں گے۔

ایک طرف مسلمانوں کے درمیان باڑ لگائی جارہی ہے، دوسری طرف بھارت کے ساتھ سرحد پر آمدورفت کو آسان بنایا جارہا ہے۔ وہ بھی ایک ایسے وقت میں جب وادی کشمیر میں بھارتی فورسز نے ۲۳ افراد کو شہید کیا۔ حتیٰ ہے کہ چند مہینے کی معصوم بچی بھی بھارتی بیلٹ گن کا نشانہ بنی۔

ساتھ ہی بی جے پی کے رہنماوں نے بابری مسجد کا معاملہ الیکشن سے قبل پھر گرم کر دیا ہے۔ ہندو انتہاء پسند پھر بابری مسجد کی جگہ جمع ہو رہے ہیں تاکہ اس پوری زمین پر مندر کی تعمیر کی جاسکے۔

ایسے نازک موقعہ پر حکومت کو تو بابری مسجد کے دفاع میں بولنا چاہئے تھا، کشمیریوں کے قتل عام پر سفارت سے لے کر لشکر تک تمام آپشن کو استعمال کرنا چاہیئے تھا، مگر حکومت تو بھارت کی خدمت مین مصروف ہے۔

یہ کیسے حکمران ہیں جو کلمہ گو مسلمانوں پر زمین تنگ کرتے ہیں جبکہ بھارت کے لیے راہیں کشادہ کرنے میں مصروف ہیں؟ تحریک انصاف کے سمجھدار بھائیوں سے گذارش ہیں کہ ہوش سے کام لیں، اپنی توانائیاں مودی کے یار کے لیے یوں ضایع نہ کریں۔

جنرل باجوہ اور اس کے کٹھ پتلی وزیر اعظم کی حکومت کو پاکستان اور انڈیا کے درمیان بارڈر کھولنے کے لیے نہ تو کوئی پالیسی واضح کرنے کی تکلیف اٹھانی پڑی، نہ پارلیمان کو اعتماد میں لینا پڑا، نہ ہی عوام پر یہ واضح کرنا پڑا کہ بغیر کسی جوابی خیر سگالی کے، بلکہ جواب میں جوتے کھانے پر بھی بارڈر کھول دینے پر انہیں غدار کیوں نہ کہا جائے؟ انہیں انڈیا و اسرائیل اتحاد کا ایجنٹ کیوں نہ کہا جائے؟ یہی کام نوازیا بینظیر کرتے تو ان کے ماتھے پر غدار لکھا جاتا۔

ساری قوم ابھی مری نہیں ہے۔ جو تھوڑی بہت زندہ ہے وہ یہ جاننا چاہتی ہے کہ نوجوت سدھو کی سفارش کیا اتنی اہم ہے کہ اس کے لیے بغیر قوم کو اعتماد میں لیے انڈیا کے ساتھ بارڈر کھول دیا جائے، وہی بارڈر جو قادیان اور پاکستان کے درمیان ہے اور وہی نوجوت سنگھ سدھو جو قادیانیوں کی مجلس میں تقریر کے لیے مدعو کیا جاتا ہے اور انہیں امن کا پیامبر قرار دیتا ہے۔

پہلے بھی کہا تھا، اب بھی کہتی ہوں موجودہ حکومت مشرف کے دور کی بھیانک واپسی ہے۔ پاکستان کی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کو برباد کرنے کا جو بیڑہ مشرف نے اٹھایا تھا، موجودہ آمریت اسے نئی کامیابیوں تک پہنچائے گی۔۔

کمال ہے کہ ہمیں مسلمان ہمسائیوں کے ساتھ بارڈر سے خوف ہے اور اپنے بدترین دشمن ہندوستان کے ساتھ لگتے بارڈر پر پیار آتا ہے۔ افغان بارڈر جو قائد اعظم نے بند نہیں کیا تھا بلکہ وہاں سے فوجیں اٹھا کر مشرقی بارڈر بھیج دی تھیں، یہ کہتے ہوئے کہ یہاں ہمیں فوج کی ضرورت نہیں، یہ لوگ ہماری فوج ہیں۔ آج اس بارڈر پر باڑھ لگ گئی کہ وہاں سے "دہشت گرد" آتے ہیں۔ لیکن مودی اور کلبھوشن جیسے دہشت گرد کے بارڈر کھول کر جشن منایا جارہا ہے۔ افسوس افغان بارڈر کو کسی سدھو کی سفارش حاصل نہیں لیکن جنھوں نے ان کے لیے قائد اعظم کی سفارش اٹھا کر تاریخ کے کوڑے دان میں پھینک دی ان کے لیے کوئی افغانی سدھو کیا کر سکتا تھا۔

لیکن اگر کہیں بارڈر کھلنے کا حق تھا تو وہ پاک افغان بارڈر تھا بلکہ اس سے بڑھ کر آزاد اور مقبوضہ کشمیر کے درمیان بارڈر تھا جہاں اب بھی لوگ بارڈر کے اس پار چلتے دریا کے اُس پار کے جنازے اور بارات میں شریک ہوتے ہیں۔ درحقیقت انڈیا کا بارڈر کھولنا اور مسلمان ممالک کے ساتھ بارڈر بند ہونا صرف نظریہ پاکستان کی جڑوں کو کاٹتی کلہاڑی کا ایک اور وار ہے۔ بہت کاری وار۔

ایسے میں چند ایک انفرادی آوازیں تو سن رہی ہیں مگر وہ سب کہاں مر گئے جو نظریہ پاکستان کے نام پر ٹرسٹ بنا کر بڑی بڑی تنخواہیں لیتے ہیں۔ کوئی کہیں اس نظریے کا محافظ زندہ ہے جس پر پاکستان کی بنیاد کھڑی ہے؟ کوئی ہے تو بچالے۔

"میں ڈوب رہا ہوں، ابھی ڈوبا تو نہیں ہوں"

☆☆☆☆☆

"پس ضرور اس امر کی ہے کہ محض تماش بین بن کر یہ تجزیہ کرنے کی بجائے کہ جیت کون رہا ہے اور ہار کون؟ کتنے طالبان شہید ہو گئے اور کتنے باقی ہیں؟ ہر مسلمان اس امر پر توجہ مرکوز کرے کہ کفر واسلام کی اس کشمکش میں وہ کہاں کھڑا ہے؟ کیا آج جب اللہ مومنوں اور منافقوں کو چھانٹ کر علیحدہ کر رہے ہیں، کیا وہ اپنا نام اہل ایمان کی فہرست میں لکھوا پایا ہے؟ کیا آج جب اللہ جل جلالہ شہدا کا انتخاب کر رہے ہیں، اس نے بھی اس سعادت کے لیے اپنی گردن پیش کر دی ہے؟ کیا اس نے بھی دنیاوی نتائج سے بے نیاز ہو کر وہ فرائض ادا کر دیے ہیں جو شریعت اس پر عائد کرتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے تو اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی حکم دیا ہے کہ وہ فتح وشکست سے زیادہ شریعت کو تھامے رکھنے اور صراطِ مستقیم پر قائم رہنے کی فکر کریں"۔

شہید عالمِ ربانی استاد احمد فاروق رحمہ اللہ

سوشل میڈیا کی دنیا سے...

منیب حسین نے لکھا:

جو کمے لہرا کر کہتا تھا یہ "ہماری جنگ" ہے وہ جھوٹا تھا یا تم جھوٹے ہو؟ یا اسے بھی قوم تمہارا ایک مزید یوٹرن سمجھتے ہوئے تمہیں مہاتما تسلیم کرے؟

تم کرپشن کی ڈگڈگی بجا کر نام نہاد احتساب کے عنوان سے اپنے حریف سیاست دانوں کے خلاف رائے عامہ خراب کرنے اور اپنی ناکامیاں بلکہ عدم صلاحیت چھپانے ہی میں لگے رہو گے، یا حقیقی احتساب بھی کرو گے، بلکہ بغاوت کے ملزم کو قانون کے کٹہرے میں لاؤ گے؟ متحدہ عرب امارات گئے تھے، حاکم دبئی سے بھی ملاقات کی، پھر اس بڑے مجرم کو وطن واپس لانے پر بات کیوں نہ کی؟

اب تم وہی کرو گے جو تمہارے مفاد میں ہو گا، تو اس سے پہلے جو کچھ ہوا، کیا وہ ہمارے مفاد میں نہیں تھا؟ اگر نہیں تھا، تو مجرم کون اور اس کا احتساب کون کرے گا؟ اگر اس وقت اجتہاد تھا کہ یہ سب ہمارے مفاد میں ہے، تاہم وقت نے برعکس ثابت کیا، تو اس اجتہادی غلطی کا ذمے دار کون اور اسے انصاف کے کٹہرے میں کون لائے گا؟

فواد چوہدری، پرویز الٰہی، ایم کیو ایم اور درجنوں یوتھی لوٹے یہ سب اُسی دور میں آمر کی کاسہ لیسی کرکے شہرت یا عروج پانے والے ہیں، یہ سب آج تحریک انصاف میں ہیں، کیا تمہیں یہ بیان دیتے ہوئے گریبان میں نہیں جھانکنا چاہیے؟

خلیل الرحمن چشتی نے لکھا:

کرتارپور کاریڈور پر قادیانیوں کی خوشیاں...ایک قادیانی کی تحریر ملاحظہ فرمائیں!

"۲۸ نومبر کو وزیر اعظم عمران خان کرتارپور کاریڈور کا افتتاح کریں گے، جب یہ بارڈر ورکنگ میں آگیا تو یہاں سے قادیان کا راستہ محض ۴۵ منٹ کی ڈرائیو پر ہو گا۔

دیکھنے کو تو یہ سہولت سکھوں کے لئے ہے مگر اس کا اصل فائدہ احمدیوں کو پہنچے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی اسی راستہ سے سیالکوٹ آیا جایا کرتے تھے۔

سیالکوٹ سے قادیان صرف ایک گھنٹہ بیس منٹ کی ڈرائیو پر ہو گا۔

اللہ تعالیٰ یہ فیصلہ ہمارے لئے مبارک کرے اگر یہ منصوبہ بروقت مکمل ہو گیا تو ۲۰۱۹ء کے جلسہ سالانہ پر ہم اسی راستے قادیان جائیں گے"۔

لگتا یہی ہے کہ سکھوں کا نام لے کر قادیانیوں کو سہولت فراہم کی جارہی ہے۔

عرفان بن جدون نے لکھا:

ان کا جرم سوئس اکاونٹ کا رقم بھی نہیں۔ ان کا جرم پانامہ سکینڈل بھی نہیں۔ ان کا جرم منی لانڈنگ بھی نہیں۔ ان لوگوں نے ۱۲۰ دن کا دھرنا بھی نہیں دیا ہے۔ انہوں نے بجلی بل بھی نہیں جلائے۔ انہوں نے پارلیمنٹ کو گالی بھی نہیں دی۔ انہوں نے پی ٹی وی ہاوس۔ پارلیمنٹ ہاوس پر قبضہ بھی نہیں کیا ہے۔ اور نہ انہوں نے سپریم کورٹ کے باہر شلوار یں لٹکائے تھے۔ انہوں نے ۴۰۰ قتل بھی نہیں کئے۔ انہوں نے ۴۰۰ ارب کی چوری بھی نہیں ہے۔

ان کا جرم عاصیہ مسیح کے فیصلے پر آواز اٹھانا تھا۔ ان کا جرم اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی تحفظ کی خاطر آواز اٹھانا تھا اور بس!

زبیر منصوری نے لکھا:

اچانک کوئی مصیبت آن پڑے تو سب سے پہلے کون یاد آتا ہے؟

کوئی مددگار، دوست، رشتہ دار

یا اللہ؟

بیمار ہو جائیں تو بھروسہ علاج پر ہوتا ہے

یا اللہ پر؟

اگر دل دکھی ہو، اُداس ہوں، تو قرار کی تلاش کے لئے سب سے پہلے تفریح، دوست یار، یا کچھ اور ڈھونڈتے ہیں

یا پھر اللہ؟

سب سے پہلے اور اصل سہارے کے طور پر خیال میں آتا ہے؟ اور تصور میں بس اسی کا محبت و شفقت بھرا ہاتھ تھام کر سینے پر رکھ لیتے ہیں اور بس قرار آجاتا ہے!

بیروزگار ہو جائیں، مہنگائی بڑھ جائے، پریشانیاں گھیر لیں تو پہلا خیال کس سے مدد مانگنے کا آتا ہے؟ اپنی قوت بازو، اپنی صلاحیت، اپنے تعلقات پر؟

یا پھر اللہ کی طرف لوٹ کر پورے یقین سے بس اسی سے مدد مانگنے پر اس پر کہ جو ہو گا اللہ سے ہو گا اللہ کے غیر سے کچھ نہیں ہو گا!

سوچتے جایئے...

زندگی سے اپنی مثالیں تلاش کیجیے، آج ذرا اپنی صحبت میں بیٹھ کر دل کو ٹٹولیئے

یقین کیجیے!

اگر زندگی میں ہمیشہ پہلا خیال اللہ کا آتا ہے تو آپ اور میں اللہ پر ایمان کی مٹھاس کو پا گئے دوسری صورت میں ہم خود اور دوسروں کو چاہے کتنا ہی کامیاب دھوکہ دے لیں اللہ کو نہیں دے سکتے!

اس لئے کہ اسے یہ قبول نہیں کہ بندہ ننانوے فیصد اس کا ہو اور ایک فیصد شیطان یا کسی اور کا ہو

مثال ذرا تلخ ہے مگر بتایئے کیا کوئی قبول کرے گا کہ اس کی بیوی ننانوے فیصد اس کی ہو اور ایک فیصد کسی اور کی؟

نہیں نا؟ ہرگز نہیں ناں؟

تو بیوی تو پھر ایک الگ انسان ہے، جو آپ کی غلام نہیں ، چھوڑ بھی سکتی ہے

مگر آپ اور میں تو اللہ کے ایسے غلام ہیں جو اسے چھوڑ کر اس کی زمین سے کہیں اور جا بھی نہیں سکتے !

پھر ؟ کیا خیال ہے ؟

موحد بننا ہے ؟

اور کوئی بچت کا راستہ بھی تو نہیں !

قادر بخش نے لکھا:

اگر عدالت اور ریاست کے لئے فیصلہ مشکل ہے تو ایک نیا فارمولا آزمایئے۔ ممتاز قادری اور سلمان تاثیر کی قبریں کھلوائی جائیں۔ تمام چینلز پر لائیو کوریج کی جائے فیصلہ ہو جائے گا۔

حیدر بن اسد نے لکھا:

اس ملک پاکستان کے بارے میں بزرگوں نے بہت کچھ کہا یہ ملک تمام مسلم ممالک کی امامت کرے گا دنیا بھر کے مظلوم مسلمانوں کا بازو بنے گا دنیا میں پاکستان کی ہاں اور ناں پر فیصلے ہوں گے۔

لیکن پاکستان کی سرزمین آج تک منتظر ہے۔

اس وقت پاکستان نے وہ وقت بھی دیکھا جب ناموس رسالت ﷺ و ختم نبوت ﷺ پر بات کرنے والوں کو انتہا پسند کہا گیا۔ اسلامی طبقے پر پابندیاں لگائی گئی۔

دنیا بھر میں جہاں دیکھیں مسلمانوں پر ہی ظلم کے پہاڑ توڑے جا رہے ہیں۔

کشمیر فلسطین شام برما عراق افغانستان میں مسلمانوں پر ہی گولیاں و بم گرائے جا رہے ہیں لیکن اس ملک کے حکمران اسمبلیوں بیرونی ملک دوروں اور میلاد نبی ﷺ میں بھی بات کرتے ہیں تو صرف اقلیت کی، ان کو حقوق یاد آتے ہیں تو اقلیتوں کے

پاکستان میں حکمران سب سے زیادہ بات اقلیتوں کے بارے میں کرتے ہیں ؟

مسلمانوں کے لیے کیوں نہیں بولتے ؟

سرور الدین نے لکھا:

یہ عقل کا نہیں اللہ کے حکم کا معاملہ ہے:

پاکستان میں قابض اور غاصب یہود کے ساتھ تعلقات اور اسراء و معراج کی سرزمین سے دستبرداری کے لیے رائے عامہ تیار کرنے کی کوشش ہو رہی ہے اس حوالے سے پارلیمنٹ میں خاتون کا خطاب، اسرائیلی جہاز کی خبر کے ذریعے رائے عامہ کو جانچنے کی کوشش پھر جنرل امجد شعیب کی ایک ٹاک شو میں اسرائیل کے ساتھ تعلقات کے فوائد کی ویڈیو جو سوشل میڈیا میں چل رہی ہے سب سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ پاکستان میں بھی صہیونی دہشت گرد وجود کو تسلیم کرنے کے لیے رائے عامہ بنانے کی کوشش جاری ہے۔

مسلمانوں کو سمجھنا چاہیے کہ یہ معاملہ عقل کا نہیں اللہ کے حکم کا ہے قابض کفار کو تسلیم کرنا جائز نہیں یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی ہے اللہ کا حکم ہے کہ مقبوضہ اسلامی سرزمین کو قوت کے ذریعے آزاد کیا جائے ہے اس کے لیے ہر قیمت چکائی جائے قابض کفار سے مذاکرات کے میز پر بیٹھنا ہی حرام ہے انہوں نے جیسے قبضہ کیا ہے ویسے ہی ان کا نکالا جائے قرآن کہتا ہے "ان کو ایسے ہی نکالو جیسا کہ انہوں نے تمہیں نکالا ہے"۔

خان بابا نے لکھا:

کل تک بوٹ پالشی یہ کہہ رہے تھے کہ امریکا نے ایبٹ آباد آپریشن پاکستانی فوج اور ایجنسیز کو بدنام کرنے کے لیے ایک ڈرامے کے طور پر کیا۔ لیکن اب بتایا جا رہا ہے کہ ایبٹ آباد آپریشن میں ہم نے امریکا کی مدد کی تھی۔

تاریخ گواہ ہے کہ اس قوم نے ہر دور کے جمہوری مداریوں اور جرنیلوں کو مقدس سانڈ بنا کر پوجا لیکن پھر وقت نے ثابت کیا اِس قوم نے غداروں کے آگے سجدے کئے اور انہیں اپنا مسیحا بنایا۔ مگر جہالت اور غلامی کے پنجروں میں پیدا شدہ نسل کیا جانیں شعور اور عقل کیا ہوتی ہے۔

ایک زمانے میں میں آج ہی کی طرح مشرف کو امریکی لونڈی کہا کرتا تھا اور بالکل موجودہ بوٹ پالشی مجھے ایسے ہی غدار ایجنٹ اور افغانی نمک حرام کہا کرتے تھے۔

اب وہی لوگ آج مشرف کو گالیاں دیتے نظر آتے ہیں اور باجوہ کو سپہ سالار کہتے ہیں...

کچھ عرصہ انتظار کیجئے... یہی موجودہ مقدس سانڈ کل کے غدار ثابت ہوں گے... مگر یہ قوم کل بھی آج کی طرح کسی اور جرنیل کی کٹے بازی پر بغلیں بجاتے نظر آ رہے ہونگے

اِس قوم میں رتی برابر عقل و شعور ہوتی تو ماضی سے سبق لے کر اِن جرنیلوں سے اِن کے جرائم پر ضرور سوال پوچھتے کہ یہ غداریاں کیوں ؟

یہ خاموشی کہاں تک... جرنل شاہد عزیز

دی سپائی کرانیکلز... لیفٹیننٹ اسد درانی

ان دی لائن آف فائر.... جنرل مشرف

تین مصنف، تین فوجی، تین کتابیں...

کہانی صرف ایک... موضوع صرف ایک

☆☆☆☆☆

"آج الحمدللہ امریکہ کا مقابلہ کسی فرد جماعت یا فرقے سے نہیں ہے، بلکہ اس کے مدمقابل بیدار ہوتی ہوئی ایک پوری امت ہے جسے جہادی تحریک نے امریکہ پر ہر جگہ وار کر کے غفلت کی گہری نیند سے جگا دیا ہے"۔

شیخ ایمن الظواہری حفظہ اللہ

انتہاپسند ہندوؤں کے ہاتھوں بابری مسجد کی شہادت کو ۲۶ سال بیت گئے

محمد ایوب ناصر

۶ دسمبر ۱۹۹۲ کو بھارتی نیم فوجی دستوں، ہندو انتہا پسند شیو سینا، آر ایس ایس کے غنڈوں نے حکومتی سرپرستی میں ۱۶ویں صدی کی تاریخی بابری مسجد کو شہید کر دیا تھا۔ بابری مسجد کی شہادت کے بعد بھارت میں مسلم کُش فسادات میں ۳ ہزار سے زائد مسلمانوں کو بھی شہید کیا گیا تھا۔ جس کے خلاف اُس وقت کے اتر پر دیش کے وزیر اعلیٰ کلیان سنگھ اور شیو سینا کے سربراہ بال ٹھاکرے اور ایل کے ایڈوانی سمیت ۴۹ افراد کے خلاف مقدمات درج ہوئے تھے۔ ۲۶ سال گزرنے کے باوجود کسی بھی ملزم کو سزا نہیں ہو سکی ہے۔

تین گنبدوں والی بابری مسجد شہنشاہ "بابر" کے دور میں اودھ کے حاکم "میر باقی اصفہانی" نے ۹۳۵ ہجری بمطابق ۱۵۲۸ء میں تعمیر کرائی تھی، مسجد کے مسقف حصہ میں تین صفیں تھیں اور ہر صف میں ایک سو بیس نمازی کھڑے ہو سکتے تھے، صحن میں چار صفوں کی وسعت تھی، اس طرح بیک وقت ساڑھے آٹھ سو مصلی نماز ادا کر سکتے تھے۔

اپنی ابتداء تعمیر سے لے کر ۱۹۴۹ء تک یہ مسجد بغیر کسی نزاع و اختلاف کے مسجد ہی کی حیثیت سے مسلمانوں کی ایک مقدس و محترم عبادت گاہ رہی اور مسلمان امن و سکون کے ساتھ اس میں اپنی مذہبی عبادت ادا کرتے تھے۔ اگرچہ اس دوران شاطر انگریزوں نے تقسیم کرو اور حکومت کرو کے اپنے فلسفے کے مطابق سب سے پہلے "رام جنم استھان" اور "سیتا کی رسوئی" کا افسانہ ترتیب دیا۔ ۱۸۵۵ء میں ایک بدھسٹ نجومی سے ان دونوں مقامات کی جگہ معلوم کی خاطر زائچہ کھینچوایا گیا۔ جس نے طے شدہ سازش کے عین مطابق زائچہ کھینچ کر "جنم استھان" اور "سیتا کی رسوئی" کو بابری مسجد سے متصل احاطہ کے اندر بتایا۔ پھر انگریزوں کی ایما پر رافضی العقیدہ "نقی علی خاں" جو لکھنو کے مشہور نواب واجد علی کا خسر اور وزیر تھا، نے بابری مسجد کی عمارت کے باہر مگر اس کے احاطہ کے اندر کی جگہ کو "جنم استھان و سیتا رسوئی" کے لئے دے دیا۔

۱۸۵۷ء میں جب کہ ہندوستان کے مسلمانوں اور ہندوؤں نے متحد ہو کر بہادر شاہ ظفر کی قیادت میں انگریزوں کے خلاف جنگ آزادی کا بگل بجا، تو باہمی اتفاق و یگانگت کو مستحکم کرنے کی غرض سے اجودھیا کے مسلم رہنما امیر علی اور ہندو رہنما بابا چرن داس نے رام جنم استھان اور بابری مسجد کے تنازعہ کو ہمیشہ کے واسطے ختم کرنے کی غرض سے ایک معاہدہ کیا کہ رام جنم استھان کی مخصوص متنازعہ اراضی ہندوؤں کے حوالہ کر دی جائے اور ہندو بابری مسجد کی عمارت سے دست کش ہو جائیں، انگریز جب دوبارہ فیض آباد پر قابض ہوئے تو انہوں نے ہند مسلم اتحاد کو تاراج کرنے کے لئے، انھوں نے بابا رام چرن داس اور امیر علی دونوں کو ایک ساتھ املی کے پیڑ پر لٹکا کر پھانسی دے دی۔ مندر مسجد کے نزاع کو از سر نو زندہ کرنے کی غرض سے متنازعہ رام جنم استھان اور بابری مسجد کے معاہدے کو کالعدم قرار دے دیا۔

۱۸۵۸ء سے لے کر ۱۹۴۸ء تک حالات جوں کے توں رہے۔ ۲۳ اور ۲۲ دسمبر 1949ء کی درمیانی رات کو ایودھیا کے ہنومان گڑھی مندر کے مہنت "ابھے رام داس" نے اپنے کچھ چیلوں کے ساتھ مسجد میں گھس کر عین محراب کے اندر ایک مورتی رکھ دی۔ جس کے بعد یہ افواہ پھیلائی گئی کہ مورتی اچانک محراب میں نمودار ہو گئی ہے۔ اُس وقت کے فیض آباد کے سٹی مجسٹریٹ کے کے نئیر (جو بعد میں بی جے پی کا لیڈر بنا اور رکن پالیمان منتخب ہوا) نے نقص امن کا بہانہ بنا کر دفعہ ۱۴۵ کے تحت مسجد اور اس سے ملحق گنج شہیداں کو قرق کر کے مقفل کر دیا۔ پورے احاطے پر پولیس کا پہرا لگا دیا گیا۔ بعد میں مہنت "ابھے رام داس" نے اعلانیہ تسلیم کیا کہ اُس نے فیض آباد کے سٹی مجسٹریٹ کے کے نئیر کے کہنے پر چھپ کر مورتی بابری مسجد میں رکھی تھی۔

اس سلسلے میں مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ اور مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ نے کئی بار پنڈت جواہر لال نہرو سے ملاقات کی لیکن مسئلہ حل نہ ہو سکا۔ ۳۵ سال تک مسجد مقفل ہی رہی۔ اس دوران تالا بندی اور پولیس پہرے کے باوجود مسجد کی عمارت میں کئی تبدیلیاں کی گئیں اور مسجد کی عمارت پر کندہ آیات اور احادیث کو کھرچ ڈالا گیا اور احاطے میں دو چھوٹے چھوٹے مندر بنا دیے گئے۔

۳۰ جنوری ۱۹۸۶ء مسٹر کے، ایم، پانڈے ڈسٹرکٹ جج نے اور رمیش پانڈے نامی شخص کی درخواست پر ہندوؤں کو بابری مسجد میں پوجا کی اجازت دے دی۔ اس مجرمانہ فیصلے کے بعد، بغیر کسی تاخیر کے ۵ بج کر ۱۹ منٹ پر بابری مسجد کا تالا کھول دیا گیا جو ۱۹۵۰ء میں حکم امتناع کے نفاذ میں لگایا گیا تھا۔ جس پر ہزاروں ہندو جو وہاں جمع کئے گئے تھے پوجا پاٹ کے لئے مسجد میں داخل ہو گئے، تالا کھولنے کی اس شرمناک تقریب کو سیکولر ملک کے نشریاتی ادارے "دوردرشن" نے بڑے اہتمام سے نشر کیا۔ (بقیہ صفحہ ۷۷ پر)

عالمی تحریکِ جہاد کے مختلف محاذ

سعود میمن

شام:

10 نومبر: عملیات وحرض المؤمنین کے تحت حلب کے محاذ تل علوش پر مجاہدین نے بھاری ہتھیاروں سے دشمن کو نشانہ بنایا۔ دشمن کے سخت جانی نقصان کی مصدقہ خبریں موصول ہوئیں۔

11 نومبر: ھیئۃ التحریر الشام کے شیروں نے جیش العزۃ کے مجاہدین پر ہوئے روافض کے حملے کا بدلہ لیتے ہوئے کم وبیش 20 بشاری وروسی سپاہی وافسر قتل کر دیے۔

اللاذقیہ کے محاذ سھل الغاب پر مجاہدین نے بھاری ہتھیاروں سے روافض کو نشانہ بنایا۔ جس میں دشمن سخت جانی نقصان سے دوچار ہوا۔

13 نومبر: جنوبی حلب کے محاذ تل علوش پر مجاہدین نے نصیری فوج کو بھاری ہتھیاروں سے نشانہ بنایا۔

15 نومبر: حریشۃ اور مزرعۃ وریدۃ کے محاذوں پر مجاہدین نے دشمن پر فضا میں پرواز کرنے والے بھاری میزائل داغے۔ جس کے سبب دشمن شدید ہزیمت کا شکار ہوا۔

16 نومبر: حماۃ الشمالی معان کے محاذ پر مجاہد سناپروں نے دو نصیری فوجی ڈھیر کر دیے۔

حلب الجنوبی مزرعۃ وریدۃ میں مجاہدین نے RPG-6 سے نشانہ بنا کر ایک نصیری فوجی قتل جبکہ 6 زخمی کر دیے۔

تنظیم حراس الدین، انصار الاسلام، انصار التوحید اور جبھۃ انصار الدین کی جانب سے جاری عملیات وحرض المؤمنین میں انتہائی کاروائی سرانجام دیتے ہوئے جبل الاکراد کے محاذ تلۃ برکان پر مجاہدین نے نصیری فوج کے بڑے مرکز پر صبح سویرے گوریلا حملہ کیا۔ جس کے نتیجے میں تمام مرکز فتح ہوا، 18 نصیری فوجی مارے گئے اور مجاہدین ہلکے و بھاری ہتھیاروں کا ذخیرہ غنیمت بنا کر بخیر وعافیت اپنے مراکز کو لوٹ آئے۔

18 نومبر: حماۃ کے محاذوں پر "کتیبۃ توحید والجہاد" ازبک مہاجر مجاہدین کے مجموعے کے سناپروں نے 5 رافضی اہلکار قتل کر دیے۔

جنوبی حلب حراس الدین کے مجاہدین نے تل علوش کے محاذ پر مزرعۃ الفصیح میں نصیری فوج کو RG-6 کے گولوں سے نشانہ بنایا۔ یاد رہے مجاہدین کی حالیہ کاروائیوں کے سبب محض ایک ماہ کے عرصے میں روسی فوجیوں سمیت 100 سے زائد بشاری فوجی مارے گئے ہیں۔

23 نومبر: شمالی حلب مصیبین کے مقام پر نصیری اہلکار سناپر سے نشانہ بنایا گیا۔

27 نومبر: جب الاحمر کے مقام پر کیے گئے استشہادی حملے اور ساتھ ہی انغماسی کاروائی میں نصیری فوج کے 26 سپاہی ہلاک وزخمی ہوئے۔

1 دسمبر: مغربی حماہ سرمانیہ کے علاقے میں نصیری فوج کے ٹھکانوں پر مارٹر گولوں اور مشین گن کا استعمال کرتے ہوئے شدید حملہ کیا جس میں دشمن سخت نقصان سے دوچار ہوا۔

5 دسمبر: شمالی حماہ تل مرق کے مقام پر نصیری فوج کو مارٹر گولوں سے نشانہ بنایا گیا۔ جس میں کئی فوجی ہلاک وزخمی ہوئے۔

8 دسمبر: مغربی حماہ حاکورہ کے مقام پر ایک نصیری اہلکار کو سناپر سے ہلاک کیا گیا جبکہ ایک اور زخمی ہوا۔

یمن:

26 نومبر: انصار الشریعہ کے مجاہدین نے ولایہ عدن ضلع انماء أبین میں سیکورٹی فورسز کے ڈپٹی کمانڈر کو قتل کر دیا۔

ولایہ أبین مودیہ کے علاقے میں واقع قوز چیک پوسٹ پر کیے گئے حملے میں سیکورٹی فورسز کے پانچ اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے۔ پانچ کلاشنکوفیں غنیمت ہوئیں۔

27 نومبر: ولایہ البیضاء تبہ غلبان المطلہ ایک حوثی کو سناپر سے نشانہ بنا کر ہلاک کیا گیا۔

3 دسمبر: ولایہ ابین محفد کے علاقے میں متحدہ عرب امارات کی فوجی گاڑی کو مائن بم حملے کا نشانہ بنایا۔

9 دسمبر: ولایہ ابین امریدہ کے مقام پر سیکورٹی فورسز کو مارٹر گولوں سے نشانہ بنایا۔

صومالیہ:

9 نومبر: حرکۃ الشباب المجاہدین نے ولایہ شبیلی السفلی کے شہر أفجوي کے نواح میں بارودی سرنگ کے دھماکے سے یوگنڈا کے 4 فوجی قتل کیے۔

دارالحکومت مقدیشو کے نواحی علاقے عیلشا میں بارودی سرنگ کے دو دھماکوں کے نتیجے میں 11 سرکاری اہلکار قتل اور ان کی گاڑی تباہ ہو گئی۔

دارالحکومت مقدیشو کے عین وسط میں واقع صحفی ہوٹل پر دو استشہادی جوانوں نے انغماسی کمانڈوز کے ہمراہ تعارض کیا۔ مذکورہ ہوٹل مرتد حکومت کے اعلیٰ عہدے داروں اور افسران کی رہائش گاہوں اور سیکریٹریٹس کے لیے استعمال کیا جاتا تھا۔ استشہادی حملوں کے درمیان اور بعد بھی مجاہدین کی کاروائی طویل وقت تک جاری رہی جس میں بیسیوں اعلیٰ افسران مارے گئے اور سیکڑوں زخمی ہوئے۔ یاد رہے دشمن نے اپنا نقصان چھپاتے ہوئے 52 اعلیٰ افسران کی ہلاکت اور 106 زخمیوں کو تسلیم کیا ہے۔

14 نومبر: جنوب مغربی صومالیہ ولایہ بای وبکول بیدوا اور بورھکبا شہر کو ملانے والی لنک روڈ پر ایک حملے میں ایتھوپین فوج کے دو ٹرک مجاہدین نے تباہ کیے جبکہ تمام سوار اہلکار ہلاک و زخمی ہوئے۔

16 نومبر: ولایہ جلجدود کے شہر جریعیل کے نواحی علاقے جنجلی میں مرتد حکومت کے تابع جلمدق نامی جرائم پیشہ، دہشتگرد گروہ کے 4 ارکان مجاہدین سے جھڑپ میں مارے گئے۔

جنوبی صومالیہ ولایہ الشبیلی السفلی ونلوین شہر کے قریب سرکاری ملیشیا کی گاڑی کو مائن بم کا نشانہ بنایا۔ حملے میں دس اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے۔

17 نومبر: دارالحکومت مقدیشو کے علاقے ھرو امیں مجاہدین کی جانب سے بارودی سرنگ کے دھماکے کے نتیجے میں افریقی فورسز کے 5 اہلکار قتل اور زخمی ہوئے۔ جب کہ ان کا فوجی ٹرک تباہ ہو گیا۔

بوصاصو شہر کے علاقے جلجلا میں پنٹ لینڈ ملیشیا کی فوجی گاڑی کو مائن بم سے نشانہ بنایا گیا۔ حملے میں تین اہلکار زخمی ہوئے اور گاڑی تباہ ہوئی۔

ولایہ شبیلی السفلی کے شہر قریولی کے مضافاتی علاقے میں مائن بم حملے میں یوگینڈا فورسز کی فوجی گاڑی کو نشانہ بنایا گیا۔ حملے میں کئی اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے۔

18 نومبر: دارالحکومت مقدیشو کے علاقے ویدو میں سرکاری ملیشیا کے افسر عبدالحمود حسن کی کار کو مائن بم حملے کا نشانہ بنایا گیا۔ حملے میں افسر مارا گیا۔

کسمایو شہر ولایہ جوبا کے گاؤں برقا کے نزدیک مائن بم حملے میں سرکاری ملیشیا کے پانچ اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے۔

19 نومبر: وسطی صومالیہ ولایہ جلجدود جریعیل شہر کے یایالی کے علاقے میں فوجی کیمپ پر کیے گئے حملے میں سرکاری ملیشیا دو اہلکار ہلاک اور دو زخمی ہوئے۔

جنوب مغربی صومالیہ ولایہ بایی وبکول بردالی شہر کے قریب دو مائن بم حملوں میں ایتھوپیا کے فوجیوں کو نشانہ بنایا۔ حملے میں کئی اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے۔

20 نومبر: جنوب مغربی صومالیہ ولایہ جیذو فحفدون شہر میں کینیا کے فوجی بیس پر کیے گئے شدید حملے میں دشمن جانی ومالی نقصان سے دوچار ہوا۔

جنوبی صومالیہ ولایہ وسطی الشبیلی مھدای شہر کے نواح بورنی کے علاقے میں مائن بم حملے میں برونڈی فوج کا ایک سپاہی ہلاک اور کئی زخمی ہوئے۔

دارالحکومت مقدیشو کے اضلاع یاقشد اور ہدن میں کیے گئے دو الگ حملوں میں سرکاری ملیشیا کے دو اہلکاروں کو ہلاک کیا گیا اور صدارتی محل کے ایک محافظ کو بھی ہلاک کیا گیا۔

جنوبی صومالیہ ولایہ الشبیلی السفلی مرقا شہر کے نواح میں کیے گئے حملے میں سرکاری ملیشیا کے کئی اہلکاروں کو ہلاک اور زخمی کیا اور ایک بی ایم بی فوجی گاڑی غنیمت ہوئی۔

ولایہ بایی وبکول یرکد علاقے کے قریب مائن بم حملے میں ایتھوپین فورسز کو نشانہ بنایا گیا۔ فوجی ٹرک تباہ اور سوار ہلاک وزخمی ہوئے۔

21 نومبر: دارالحکومت مقدیشو میں ممبر پارلیمان طاھر امین جیسو کی گاڑی کو بم حملے کا نشانہ بنایا گیا وہ خود تو بچ گیا لیکن اسکے کئی محافظ ہلاک اور زخمی ہوئے۔

جنوبی صومالیہ ولایہ شبیلی السفلی مرقا اور دنانی شہر کے درمیان ساحلی روڈ پر سرکاری ملیشیا کے فوجی کانوائے پر حملہ کیا گیا۔ کئی اہلکار ہلاک اور زخمی ہوئے جبکہ ایک فوجی گاڑی تباہ ہوئی۔

ساحلی شہر مرقا میں سرکاری ملیشیا کے ایک حملے کو پسپا کرتے ہوئے چار اہلکاروں کو ہلاک کیا جبکہ ایک افسر زخمی ہوا۔ ایک بی ایم بی فوجی گاڑی اور پانچ کلاشنکوفیں بھی غنیمت ہوئیں۔

مقدیشو افجوی شہر میں مائن بم حملے میں ایک پولیس آفیسر کو ہلاک کیا گیا اور کئی دوسرے اہلکار زخمی ہوئے۔

22 نومبر: ولایہ شبیلی السفلی افجوی اور ونلوین شہر کے درمیان روڈ پر نصب کیے گئے مائن بم کے ذریعے سرکاری ملیشیا کی فوجی گاڑی کو نشانہ بنایا گیا۔ حملے میں بارہ اہلکار ہلاک ہوئے اور گاڑی تباہ ہوئی۔

ولایہ برِّي بوصاصو شہر میں پنٹ لینڈ ملیشیا کی سپریم کورٹ کا نائب سربراہ سعید عبد مؤمن ایک حملے میں زخمی ہوا۔

ولایہ جیز وبلد ہاوا شہر میں بکارہ مارکیٹ میں صومالی پارلیمان الیکشن کمیٹی کے دو اہلکاروں کو ہلاک کیا گیا۔

24 نومبر: دارالحکومت مقدیشو یاقشد میں فوجی گاڑی اور ایک کار کو دو مائن بم حملوں کا نشانہ بنایا گیا۔

جنوبی صومالیہ ولایہ جوبا افمدو شہر میں سرکاری ملیشیا کے فوجی کیمپ پر حملہ کیا گیا جس میں کئی اہلکار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

ولایہ وسطی شبیلی بلعد شہر کے قریب ایک حملے میں سرکاری ملیشیا کے دس اہلکار ہلاک کیے گئے, تین گاڑیاں تباہ کی گئیں جبکہ ایک کار غنیمت بنائی گئی۔

جنوبی صومالیہ ولایہ جوبا کسمایو شہر کے نواح برقاگاؤں میں گشت پر مامور سرکاری ملیشیا کے اہلکاروں کو حملے کا نشانہ بنایا۔ حملے میں 14 اہلکار ہلاک اور زخمی ہوئے

26 نومبر: وسطی صومالیہ جالکعیو شہر میں فوجی بیس پر کیے گئے استشہادی حملے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شاتم عبد الولی علی علمی کے ہمراہ 20 اہلکاروں کو ہلاک کیا گیا۔

الگ الگ حملوں میں دارالحکومت مقدیشو کے اضلاع شبس , وردیقلی اور دینیلی میں سرکاری ملیشیا کے پانچ اہلکار ہلاک ہوئے۔

27 نومبر: وسطی صومالیہ ولایہ ھیران میں بلدوین اور محاس کے درمیان روڈ پر سرکاری ملیشیا کے فوجی کانوائے پر حملہ کیا گیا جس میں کئی اہلکار ہلاک ہوئے۔

ولایہ ھیران بولوبردی ائیر پورٹ پر حملے میں جبوتی کا ایک افسر مارا گیا اور ایکسپلوسو ماہر زخمی ہوا۔

دارالحکومت مقدیشو کے اضلاع ابری اور ھدن میں سرکاری ملیشیا کے دو اہلکاروں کو نشانہ بنایا گیا۔

ولایہ شبیلی السفلی شلانبود شہر کے نواح میں یوگینڈا فورسز پر حملہ کیا گیا۔ حملے میں کئی اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے۔

مقدیشو اور مرقا کے درمیان ساحلی روڈ پر مائن بم حملے میں سرکاری ملیشیا کے 6 اہلکار ہلاک اور 4 زخمی ہوئے جبکہ ایک فوجی گاڑی تباہ ہوئی۔

29 نومبر: مشرقی صومالیہ ولایہ برِّي بوصاصو شہر میں پولیس سٹیشن پر حملے میں پنٹ لینڈ ملیشیا کے چار اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے۔

30 نومبر: جنوبی صومالیہ ولایہ شبیلی السفلی قریولی کے ضلع دنو میں یوگینڈا کے ملٹری بیس پر حملہ کیا گیا۔ جس میں دشمن سخت نقصان سے دوچار ہوا۔

ولایہ باي وبکول کے شہر بیدوا کے علاقے جوفجدود میں سرکاری ملیشیا پر حملہ کیا گیا اور بعد میں علاقے کا کنٹرول حاصل کر لیا گیا۔

مقدیشو اور مرقا کے درمیان ساحلی روڈ پر مائن بم حملے میں ایک فوجی گاڑی تباہ ہوئی اور سوار اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے۔

یکم دسمبر: دارالحکومت مقدیشو ویدو کے علاقے میں مائن بم حملے میں سرکاری ملیشیا کے چار اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے اور گاڑی تباہ ہوئی۔

2 دسمبر: ولایہ شبیلی السفلی جنالی شہر میں سرکاری ملیشیا کے دو اہلکار اسلحے سمیت الشباب انتظامیہ کے سامنے تسلیم ہو گئے۔

دارالحکومت مقدیشو صدارتی محل کے قریب وزارت کے اہلکار ساعد حوکی جامع کو کار بم حملے کا نشانہ بنایا گیا۔

3 دسمبر: دارالحکومت مقدیشو میں عبد الراشد نامی پارلیمان کمیٹی کے ممبر کو یاقشد میں قتل کیا گیا جبکہ ایک اور حملے میں ودجر میں سرکاری ملیشیا کے اکٹھ پر حملہ کیا گیا جس میں دشمن کے کئی اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے۔

4 دسمبر: مقدیشو فیکٹری روڈ کے قریب مائن بم حملے میں افریقی فورسز کو نشانہ بنایا گیا۔ حملے میں کئی اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے جبکہ ایک فوجی گاڑی تباہ ہوئی۔

دارلحکومت مقدیشو ویدو کے علاقے میں سرکاری ملیشیا کے اہلکار کو ہلاک کیا گیا۔

جنوب مغربی صومالیہ ولایہ باي وبکول بیدوا شہر کے نواح میں کیے گئے مائن بم حملے میں سرکاری ملیشیا کے کئی اہلکار ہلاک ہوئے۔

5 دسمبر: جنوبی صومالیہ ولایہ شبیلی السفلی شلانبود شہر میں سرکاری ملیشیا کے اکٹھ پر مائن بم حملہ کیا گیا جس میں کئی ہلاک وزخمی ہوئے۔

جنوبی صومالیہ ولایہ شبیلی السفلی آودیقلی کے علاقے سرکاری ملیشیا اور امریکی فورسز پر حملہ کیا جس میں دشمن سخت نقصان سے دوچار ہوا۔

ولایہ بایی وبکول بیدواشہر میں صومالی پارلیمان کے سابق ممبر محمد آدم ملاق اور قنسحیدری شہر کے سابق ڈپٹی میئر کو بم حملے کا نشانہ بنایا گیا جس میں دونوں زخمی ہوئے۔

6 دسمبر: جنوب مغربی صومالیہ ولایہ جیذوبلد حاواشہر کے نواح میں حریر تور گاؤں میں ایک حملے میں سرکاری ملیشیا کے ایک افسر علی فتح سمیت چار اہلکار ہلاک ہوئے جبکہ چار مشین گن غنیمت ہوئیں۔

دار الحکومت مقدیشو کے نواح میں ساحلی جزیرے کے علاقے کے قریب ایک مائن بم حملے میں فوجی گاڑی تباہ ہوئی جبکہ سوار اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے۔

دار الحکومت مقدیشو کے علاقے طنانی میں ایک مائن بم حملے میں 12 اپریل بریگیڈ کمانڈر جنرل عمر آدم دیری اور اس کے نائب جنرل عبد العلی جامی اور آٹھ دوسرے اہلکار ہلاک ہوئے۔

7 دسمبر: دار الحکومت مقدیشو کے نواح میں طنانی کے علاقے میں کیے گئے مائن بم حملے میں ایک ایمبولینس کو نشانہ بنایا گیا جو سرکاری ملیشیا کے زخمی اہلکاروں کو لے جا رہی تھی۔

8 دسمبر: لگاتار تیسرے دن بھی مقدیشو کے نواح طنانی کے علاقے میں سرکاری ملیشیا کے پیدل دستے پر شدید حملہ کیا گیا جس میں کئی اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے۔

9 دسمبر: مقدیشو کے نواح عیلشا کے علاقے میں مائن بم حملے میں سرکاری ملیشیا کی فوجی گاڑی تباہ ہوئی جس میں پانچ اہلکار ہلاک اور کئی زخمی ہوئے۔

دار الحکومت مقدیشو ھدن کے علاقے میں سرکاری ملیشیا کے دو اہلکاروں کو ہلاک کیا گیا اور انکا اسلحہ غنیمت ہوا۔

مالی:

12 نومبر: گاو شہر کے عین وسط میں جماعۃ نصرۃ الإسلام والمسلمین کے مجاہد اسامۃ الانصاری نے برطانوی، کینڈین اور جرمن فوج کے مشترکہ ہیڈکوارٹر سے بارود کی بھری گاڑی ٹکرا دی جسکے نتیجے تمام مرکز منہدم ہوگیا اور بیسیوں صلیبی فوجی بمع افسران مارے گئے۔ مقامِ ہدف، اسٹرکچرل انجینئرنگ ومائن ڈسمنٹلنگ کا مرکز تھا جو کہ خطے میں عالمی صلیبی فوجوں کی اہم ترین پناہ گاہ کے طور پر موجود تھا۔ اور خطے میں ان کی تمام تر فوجی نقل وحمل کا نگران بھی۔

فلسطین:

12 نومبر: ایک روز قبل کے اسرائیلی آپریشن میں تین مجاہدین کی شہادت کے جواب میں دوسرے دن محض دو گھنٹوں میں غزۃ سے اسرائیلی علاقوں پر 150 میزائل داغے گئے ہیں۔ جس میں غاصب یہود کو سخت جانی ومالی ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا۔ سوشل میڈیا پر یہودی چینلز کی جانب سے چھ یہودیوں کی ہلاکت کی خبریں گردش کرتی رہیں۔ واضح رہے کہ گزشتہ روز کے آپریشن میں بھی اسرائیلی فوجی مارے گئے تھے جن میں ایک افسر کا قتل یہود نے رسمی طور پر تسلیم کیا۔

ایران:

6 دسمبر: چابہار ایران میں انصار الفرقان کے مجاہد بھائی عبد اللہ عزیزی نے استشہادی کاروائی میں بارود سے بھری گاڑی پولیس ہیڈکوارٹر سے ٹکرا دی۔ حملے میں 4 پولیس اہلکار ہلاک جبکہ چالیس سے زائد زخمی ہوئے۔

کشمیر:

15 نومبر: پلوامہ کے علاقے نکلورہ میں مجاہدین نے مشرک فوج کا جاسوس قتل کر دیا۔ ندیم منظور نامی اس کشمیری نوجوان کو مشرک افواج نے پیسے کا لالچ دے کر مجاہدینِ اسلام کی جاسوسی پر مامور کیا تھا۔ اس شخص نے مجاہدین کی جاسوسی کی اور صفاپور شوپیاں میں اس کی مخبری پر دو مجاہدین بھی شہید ہوئے۔

18 نومبر: مجاہدین نے پلوامہ کے علاقے کاکاپورہ ریلوے سٹیشن کے قریب 183 بٹالین سی آر پی کیمپ کے باہر ڈیوٹی تبدیلی کے دوران زبردست حملہ کیا۔ اس حملے میں 2 بھارتی فوجی واصل جھنم ہوئے۔ متعدد شدید زخمی ہوئے طرفین میں شدید فائرنگ کا تبادلہ ھوا۔ یہاں پر کامیاب کاروائی کے بعد مجاہدین بحفاظت نکل گئے۔ راستے میں گنڈی باغ کے مقام پر بھارتی فوج نے ان کا راستہ روکنے کے لیے ایمبش کا پروگرام بنایا اور بھارتی فوجی گاڑیوں سے نیچے اتر رہے تھے اسی دوران مجاہدین وھاں پہنچ گئے انھوں نے یکدم بھارتی فوج پر زوردار حملہ کر دیا۔ حملہ اتنا شدید تھا کہ بھارتی فوجیوں کو سنبھلنے کا موقع نہ مل سکا۔ اس حملے میں 9 بھارتی غاصب فوجی واصل جھنم ھوگئے۔ اور کئی شدید زخمی ھوگئے۔ مجاہدین کامیاب کاروائی کے بعد بحفاظت اپنے محفوظ ٹھکانوں تک پہنچ گئے۔

☆☆☆☆☆

محمد سرور حق پرست رحمہ اللہ تعالیٰ

قاری سعید

اسلامی تاریخ حق کے پیروکاروں کی دلکش یادوں سے بھری پڑی ہے۔ امت اسلام نے ہر دور میں ایسے نوجوانوں کو اپنی آغوش میں پالا ہے، جنھوں نے اپنے دین کے معتقدات کے لیے ہر طرح کی قربانی دی ہے۔ اپنی جوانی کی زندگی، نئی امیدیں، عیش و عشرت، عزیز و اقارب اور اپنا آبائی وطن سب کچھ اللہ کی رضا کے حصول اور اپنی دینی آرزوؤں پر قربان کر ڈالا۔ اسی راہ میں غربت اور پردیسی کے عالم میں شہادت کے جام پی لیے۔ اگر ہم عالم اسلام کے طول و عرض میں ترکستان سے کابل قسطنطنیہ سے مراکش تک صحابہ کرام کی آرام گاہیں دیکھتے ہیں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام کے ان اولین سپاہیوں کے لیے دین اور قرآن کی خدمت کے لیے اپنا وطن، خاندان اور رشتہ داروں کو چھوڑنا بہت آسان تھا۔ دور دراز ممالک اور نامانوس ماحول میں دین کے لیے غربت اور گمنامی کی موت ان کے لیے فخر کی بات تھی۔

بعد کی صدیوں میں امت مسلمہ میں ایسے نوجوان پیدا ہوئے، جنھوں نے دین کی خدمت اور جہاد کے لیے اپنا سب کچھ چھوڑ دیا۔ انہیں اپنے گھروں سے دور علاقوں میں شہادت کی موت نصیب ہوئی۔ ہندوستان کے سید احمد شہید اور ان کے ساتھی اس سلسلے کے وہ قابل فخر مجاہدین ہیں، جنھوں نے جہاد کی نیت سے ہندوستان سے ہجرت کی۔ سندھ، بلوچستان، کابل اور پشاور کے چکر کاٹے۔ آخر میں بالاکوٹ کے پہاڑوں میں سکھوں کے ساتھ براہ راست جنگ میں شہید ہوگئے۔ افغانستان میں روس کے خلاف جہاد کے دور میں عرب دنیا سے آئے ہوئے مجاہدین کا طورخم کے قریب شمشاد نامی علاقے کے پاس بڑا قبرستان ہے۔

امارت اسلامیہ کے دور اقتدار میں افغانستان کے اکثر صوبے امارت اسلامیہ کے زیر نگین تھے، مگر شمال مشرق میں بدخشان اور تخار کے اکثر حصے اس وقت بھی مخالفین کے قبضے میں تھے، مگر اسی مرحلے میں بدخشان اور تخار کے مجاہد طلبہ اور علماء نے ایک بار پھر اسلامی تاریخ میں ایسا ہی ایک اور کارنامہ درج کیا۔ ان کے ذاتی گھر مخالفین کے مقبوضہ علاقے میں تھے، مگر وہ خود گھروں سے دور اسلامی نظام کے سائے میں زندگی گزارنا چاہتے تھے۔ انہوں نے بہت اخلاص اور سنجیدگی سے امارت اسلامیہ کی صفوں میں جہادی ذمہ داریاں ادا کیں۔

حتیٰ کہ تخار اور بدخشان کے شہداء کالوگر میں ایک الگ قبرستان بن گیا۔ اسی طرح خوست میں مٹہ چینی کے مدرسے پر بمباری میں بھی ان صوبوں کے بہت سے طلبہ شہید ہوئے۔ وہ پردیس کی زندگی میں ہی اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو چلے گئے۔ ذیل کی سطور میں ایسے ہی ایک حق پرست سپوت کی سوانح پیش خدمت ہے۔ انہوں نے اپنی ساری زندگی علم اور جہاد کے سفر میں گزار دی اور بالآخر اسی سفر میں امریکی طاغوت کی بمباری میں شہادت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہوئے۔

محمد سرور حق پرست:

محمد سرور حق پرست 'میزر آب' کے صاحب زادے ہیں۔ آپ تخار کے ضلع 'نمک آب' میں ایک دین دار خاندان میں پیدا ہوئے۔ وہ ابھی چھوٹے تھے، جب افغانستان میں کمیونسٹ حکومت کے ظلم و ستم کا دور شروع تھا، مگر جہاد اور اسلامی انقلاب کے گرم دنوں کے حالات کی سختی کے باوجود محمد سرور نے دینی علوم کی تعلیم کا راستہ اختیار کیا۔ انہوں نے ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں ہی میں مولوی عبدالرشید سے حاصل کی۔ اس کے بعد 'بنگی' نامی علاقے میں گئے۔ وہاں مولوی ضیاء الرحمن مدنی صاحب سے دینی علوم حاصل کیے۔ اس کے بعد فرخار گئے اور نہر آب کے علاقے میں مولوی عبدالحلیم سے کچھ کتابیں پڑھیں۔

حصولِ علم کا لمبا سفر:

افغانستان کا شمال مشرقی علاقہ ہمیشہ سے علم و ثقافت کا خطہ سمجھا جاتا ہے۔ یہاں کے لوگ علم کے حصول کا خاص ذوق رکھتے ہیں۔ روس کے خلاف جہاد کے دور میں ان صوبوں میں شدید جنگیں جاری رہتی تھیں۔ بدخشان اور تخار میں دینی علوم کے طلبہ لمبے لمبے سفر کاٹتے اور ہندوکُش کے فلک بوس پہاڑ عبور کر کے پاکستان کے خیبر پختونخوا، کراچی اور دیگر علاقوں تک پہنچتے۔ وہاں دینی مدارس میں علوم حاصل کرتے۔ یہ طالب علم اکثر اس وقت واپس لوٹتے، جب دستار فضیلت باندھ کر فارغ ہو چکے ہوتے۔ مولوی محمد سرور حق پرست بھی علم کے شوق میں سفر کرنے والے انہی طلباء میں سے تھے۔ انہوں نے علم کے حصول کے لیے پاکستان کا سفر کیا۔ پہلے خیبر پختونخوا کے علاقے دیر میں رہے۔ وہاں ایک بار پھر مولوی ضیاء الرحمن مدنی سے کتابیں پڑھنا شروع کیں۔ وہاں سے مینگورہ گئے اور مختلف شیوخ سے کتابیں پڑھیں۔ انہوں نے درجہ تکملہ دارالعلوم سیدو شریف میں پڑھا۔ دورہ حدیث شریف بھی وہیں سے پڑھا۔ دستار فضیلت وہیں باندھی۔ وہ ایک باستعداد طالب علم تھے۔ انہوں نے تعلیم کے ساتھ ساتھ تدریس بھی کی اور دیگر طلباء کو مختلف کتابیں پڑھائیں۔

امارت اسلامیہ میں خدمت:

مولوی محمد سرور شہید صوبہ تخار کی سطح پر باصلاحیت علماء میں سے تھے۔ وہ جہادی صف کی نمایاں شخصیات میں سے تھے۔ جب تحریک طالبان اٹھی تو وہ اپنے ساتھیوں سمیت اس

تحریک کا حصہ بن گئے۔ انہوں نے تحریک کے مختلف انتظامی اور عسکری شعبوں میں کام کیا۔ انہوں نے عسکری ذمہ داریوں کے علاوہ پروان اور لوگر کے سیکرٹری کی حیثیت سے بھی اپنی ذمہ داری نبھائی۔ جب مولوی ضیاء الرحمن مدنی صاحب پروان کے گورنر تھے تو مولوی محمد سرور صاحب ان کے معاون کے طور پر ساتھ رہے۔ اس چھ ماہ کے عرصے میں، جب پروان میں شدید جنگیں جاری تھیں اور مخالفین ہمیشہ حملے کرتے رہتے تھے، مولوی سرور صاحب نے بہت بہادری سے اپنی ذمہ داریاں پوری کیں۔ اس کے بعد مولوی صاحب بڑے عرصے تک معاون رہے اور ساتھ ساتھ عسکری شعبے میں بھی خدمات انجام دیں۔

شہادت:

افغانستان پر امریکا کے صلیبی حملے کے چند ہفتے بعد جب مجاہدین کابل اور دیگر شہروں سے نکل رہے تھے، کئی عرب اور دیگر مجاہدین صوبہ خوست کی جانب گئے۔ امریکی طیارے اور ہیلی کاپٹر ہر وقت فضا میں پرواز کرتے اور مجاہدین کو تلاش کرتے رہتے۔ اسی پسپائی کے دنوں میں کئی مجاہدین نے ایک رات خوست شہر کے مغربی جانب مٹہ چینی میں مدرسہ نور القرآن میں گزارنے کا فیصلہ کیا۔ مولوی محمد سرور حق پرست بھی انہیں میں شامل تھے۔ رمضان کی پہلی رات کو جب سب لوگ مسجد میں تراویح کی نماز ادا کر رہے تھے، اچانک ان پر امریکی طیاروں نے بمباری کر دی، جس سے درجنوں مجاہدین سجدہ کی حالت میں شہادت کے رتبے پر فائز ہوگئے۔ مولوی محمد سرور شہید انہی خوش قسمت مجاہدین کی جماعت میں تھے، جنہوں نے شدید حالات میں عبادت اور رمضان المبارک کے مہینے میں امریکی ظالم طاغوت کی بمباری میں شہادت حاصل کی ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

اس طرح وہ نورانی نوجوان، جنہوں نے حق کی تلاش اور اسلامی نظام کے قیام کی خواہش میں اپنا گاؤں اور گھر چھوڑا۔ گمنامی کے عالم میں شہادت کی سعادت سے بہرہ ور ہوا۔ وہ بھی دیگر مسافروں کے ساتھ ایک قبرستان میں دفن کر دیے گئے۔ مولوی محمد سرور شہید کی صورت اور سیرت کے حوالے سے ان کے قریبی ساتھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے سیرت اور کردار کے حوالے سے خوب نوازا تھا۔ ان کا چہرہ دل کش اور نورانی تھا۔ ان کے اخلاق ان کا امتیازی وصف تھا۔ وہ تکبر، غرور اور تند خوئی و تند گوئی سے پاک تھے۔ ساتھیوں سے اچھا سلوک کرتے۔ کسی کے بارے میں بھی نامناسب الفاظ استعمال نہیں کرتے تھے۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: کلمہ حق

ریاست مدینہ کے حوالے سے انسانی حقوق کا ایک اذیت ناک باب ہے جو یہاں توجہ طلب ہے۔ شیریں مزاری توجہ فرمائیں۔ خصوصاً وزیر اعظم کے حالیہ بیان بابت پرائی جنگ کبھی نہ لڑنے کے عزم کے حوالے سے۔ یوٹرن، سکہ رائج الوقت ہے تو اس جنگ کے بدترین اثرات میں سے ایک جبری گمشدگیوں، اغواکاریوں، پولیس مقابلوں کا شرمناک، الم ناک باب بھی ہے۔ جس پر عالمی انسانی حقوق کے ادارے بھی ہمیں متوجہ کرتے رہتے ہیں۔ وزارت انسانی حقوق، ۱۱ نومبر ۲۰۱۸ء کی 'ڈان' اخبار میں ریما عمر (قانونی مشیر برائے 'انٹرنیشنل کمیشن آف جیورسٹس') کا مضمون بہ عنوان 'ملٹری جسٹس' ملاحظہ فرمایئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ پشاور ہائی کورٹ نے گزشتہ ماہ ۷۰ افراد کی سزائیں معطل کر کے انہیں رہا کرنے کا حکم صادر کیا ہے۔ ان پر فوجی عدالتوں نے سزائے موت کا حکم لگایا تھا۔ ہائی کورٹ نے عملاً ان کے خلاف شہادت سرے سے موجود نہ ہونے، اپنے دفاع کے لیے آزادانہ پرائیویٹ وکیل کا حق نہ دیئے جانے، مشکوک اقراری بیانات پر سزا دیئے جانے پر، یہ فیصلہ دیا۔ جبکہ تمام اقراری بیانات میں ایک ہی شخص کی تحریر، (۷۰ سے زائد افراد) یکساں انداز میں، ایک ہی لب و لہجہ لیے ہوئے تھی۔ ان سب کو پنجاب سے ایک ہی وکیل دیا گیا تھا۔ بنیادی قانونی حق، کہ وہ آزادانہ اپنے وکیل کے ذریعے حق دفاع رکھتے ہوں، سے محروم رکھا گیا۔ عدالت کے مطابق یہ وکیل صرف ایک 'ڈمی' تھا اور مقدمات کی یہ کارروائی کلیتاً پراسیکیوشن کا شو تھا۔ ان میں سے کتنے ہی وہ افراد ہیں جنہیں ۲۰۰۹ء تک سے سکیورٹی اہلکاروں نے اٹھا کر، ان فوجی مقدمات سے بیشتر طویل خفیہ تحویل میں رکھا۔ پشاور ہائی کورٹ کا مفصل فیصلہ اور اس پر ریما عمر کی رپورٹ مشکل حالات میں گھری قوم کی فوج کے لیے لمحۂ فکریہ ہے۔ اس کی درستگی سویلین حکومت پر ایک بھاری قرض ہے۔ اب یہ کیس سپریم کورٹ کے پاس ہے۔ جس نے اپیل کی سماعت ہونے تک ملزمان کی رہائی (پشاور ہائی کورٹ) پر عمل درآمد روک دیا ہے۔ آمنہ جنجوعہ، عمران خان کے بلند ارادوں سے حوصلہ پا کر غمزدہ، بے یار و مددگار نیم بیوہ کی گئی خواتین، بوڑھے والدین اور باپوں کے دید کو ترستے بچے لیے مظاہرے کے لیے نکلیں۔ امید ہے حکومت نے جس دردمندی دلسوزی کا مظاہرہ آسیہ مسیح کے لیے (بے جا) کیا تھا۔ اپنے مظلوم شہریوں کی دادرسی بھی کرے گی۔ نیز مزید ایسے اغواکاری اور جبری لاپتگی کے واقعات کی مکمل روک تھام کی جائے۔ مثلاً حال ہی میں کراچی سے صحافی نصر اللہ چوہدری کا اٹھایا جانا متنازع لٹریچر کی آڑ میں۔ صحافی پڑھنے لکھنے والے لوگ ہوتے ہیں۔ ان کے گھروں میں دنیا بھر کے کتب و رسائل ہوتے ہیں۔ مضحکہ خیز جہالت ہے کہ فحش لٹریچر تو متنازع نہ ہو۔ کارل مارکس، ہندومت، بدھ مت کی کتب پر اعتراض نہ ہو۔ جہاد پر مبنی، قرآن و حدیث والے کتب و رسائل متنازع اور لائق لاپتگی قرار پائیں؟ وزیر اعظم کے حکم کے مطابق اس پرائی جنگ کے پھیر سے نکل آئیں۔

☆☆☆☆☆

ماسکو میں افغان امن مذاکرات اور امریکی بے بسی

امیر حمزہ

روس کے دارالحکومت ماسکو میں ۹ نومبر کو افغان امن مذاکرات کا آغاز ہوا جس کا مقصد طالبان قیادت سے براہ راست مذاکرات کی بنیاد رکھنا تھا۔ روس نے کرزئی سمیت آٹھ افغان سیاسی رہنماؤں کو دعوت دی کہ ماسکو میں امارت اسلامیہ کی نمائندہ قیادت سے مذاکرات کریں۔ اس مذاکراتی عمل میں روس نے صدر اشرف غنی کو دانستہ طور پر نظر انداز کر دیا، جس پر غنی حکومت نے اس اقدام اظہارِ برہمی کیا۔ کابل حکومت نے کہا کہ وہ امن کوششوں کے اختیارات کسی باہر والے کو نہیں دیں گے۔ روسی وزارتِ خارجہ کے مطابق مذاکرات میں پاکستان، چین، بھارت اور امریکہ کو بھی دعوت دی گئی۔ تاہم امریکہ نے ماسکو میں ہونے والے اس مذاکراتی عمل میں شرکت کرنے سے انکار کر دیا۔

روس کی جانب سے کیے گئے اس اقدام کے بارے میں بتاتے ہوئے افغانستان میں روس کے نمائندۂ خصوصی ضمیر کابلوف نے کہا کہ

> ”ماسکو افغان امن مذاکرات میں کردار ادا کر رہا ہے کیونکہ طویل عرصے سے جاری اس جنگ کی وجہ سے روس اور اس کے وسطی ایشیا کے اتحادیوں کو سکیورٹی خطرات درپیش ہوئے ہیں۔ امریکہ اور اس کے اتحادی طالبان کو شکست دینے میں ناکام ہو چکے ہیں اور مسئلہ میں مزید اضافے کا سبب بنے ہیں“۔

امارت اسلامیہ افغان کے ترجمان ذبیح اللہ مجاہد حفظہ اللہ نے اس کانفرنس میں شرکت سے متعلق کہا کہ ”امارت اسلامیہ کے نمائندگان کابل انتظامیہ کے وفد سے کسی قسم کے مذاکرات نہیں کریں گے“۔

ذبیح اللہ مجاہد حفظہ اللہ نے اپنے حالیہ جاری کردہ بیان میں بتایا کہ

> ”افغانستان میں عبوری حکومت اور آئندہ انتخابات کو لے کر کچھ افواہیں گردش کر رہی ہیں جن کی وہ تردید کرتے ہیں۔ مذاکرات کے حوالے سے وہ کبھی بھی ایسی بات پر اتفاق نہیں کریں گے جو اسلامی اصولوں، طالبان کی حکمت عملی، شہداء اور مجاہدین کی مقدس آرزوؤں سے متصادم ہوں۔ جو بھی فیصلہ ہوا اس سے عوام کو باخبر رکھیں گے“۔

کانفرنس کے اختتام پر امارت اسلامیہ افغانستان کے وفد کے سربراہ شیر محمد ستانکزئی حفظہ اللہ نے میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ:

> ”افغان حکومت سے کوئی مذاکرات نہیں ہوں گے کیونکہ وہ امریکہ کی کٹھ پتلی ہے اور وہی اس کے پیچھے اصل طاقت ہے۔ امریکہ سے مذاکرات بھی اس بنیاد پر ہوں غیر ملکی افواج کا مکمل انخلا ہو جانا چاہیے۔ ہم افغانستان کی سرزمین پر ایک بھی امریکی فوجی کا وجود برداشت نہیں کر سکتے۔ ہم افغانستان میں امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی سترہ سالہ مداخلت کا خاتمہ دیکھنا چاہتے ہیں“۔

امارتِ اسلامیہ کا یہ مطالبہ کابل انتظامیہ کو ہمیشہ کی طرح بے حد کھٹکتا ہے۔ چنانچہ اشرف غنی پریشان ہے اور افغانستان میں امریکہ کے نمائندۂ خصوصی زلمے خلیل زاد کو استدعا کی ہے کہ اسے اعتماد میں لیے بغیر کوئی قدم نہ اٹھائے جائیں۔ اماتِ اسلامیہ افغانستان سے براہ راست مذاکرات کو لے کر افغان اور امریکی حکومت کے درمیان کشمکش وہیں کی وہیں ہے۔ امریکی محکمۂ خارجہ نے کہا ہے کہ وہ افغانستان کے تنازعہ کا غیر عسکری حل چاہتے ہیں۔ امریکہ بھی امارتِ اسلامیہ کی مضبوط پوزیشن اور اپنی شکست خوردہ حالت دیکھ کر امارت اسلامیہ سے ہتھیار چھوڑنے اور معاملے کو مذاکرات کے ذریعے حل کرنے کی منتیں کر رہا ہے۔ نیٹو سربراہ جینس اسٹول ٹنبرگ نے طالبان کو جنگ ختم کرنے اور قیامِ امن کے موقع سے فائدہ اٹھانے کی گزارش کی ہے۔ امریکہ کے چیئرمین جوائنٹ چیف آف اسٹاف جنرل جوزف ڈنفورڈ نے کہا کہ

> ”افغانستان میں طالبان ہارے نہیں بلکہ سترہ سالہ جنگ کے بعد بھی ان کی پوزیشن مضبوط ہے اور اس معاملے میں ہمیں لگی لپٹی باتیں کرنے کے بجائے اس حقیقت کو تسلیم کر لینا چاہیے“۔

افغان حکومت پر تنقید کرتے ہوئے کہا گیا کہ

> ”حالیہ مہینوں افغان سکیورٹی فورسز کو بھاری نقصان اٹھانا پڑا ہے اور کابل اب افغان حکومت سے ہاتھوں سے نکل چکا ہے“۔

زلمے خلیل زاد نے کہا کہ ہمیں امید ہے کہ

> ”اپریل ۲۰۱۹ء تک طالبان سے امن معاہدہ ہو جائے گا اور اس سلسلے میں وہ پاکستان، قطر اور متحدہ عرب امارات کا دورہ بھی کریں گے“۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا ماسکو میں ہونے والے افغان امن مذاکرات امریکہ کو امارت اسلامیہ کا مکمل انخلا والا مطالبہ ماننے پر مجبور کریں گے اور کیا امریکہ 'افغانستان اور پاکستان کے نظام ہائے حکومت کو ناخوش کر کے یہاں سے نکل جائے گا؟ جنگ کی اس دلدل میں امریکہ ہر طرف سے پھنسا ہوا ہے اور اب ہر کسی کو راضی رکھنا اس کے بس کی بات نہیں رہی۔ کیونکہ امارت اسلامیہ کی پوزیشن مضبوط ہے اور جنگ سے انہیں کوئی دقت نہیں ہے۔ جب کہ امریکہ اپنے جانی ومالی خسارے کے باعث یہاں سے جلد از جلد نکل جانا چاہتا ہے۔

☆☆☆☆☆

امریکی جارحیت کے منفی اثرات

شاہد غزنیوال

۱۷سال قبل ۷/اکتوبر کو امریکا نے افغانستان کی مقدس جہادی سرزمین پر ظالمانہ جارحیت کا آغاز کیا۔ برطانیہ اور روس کی نسبت امریکی جارحیت میں بہت فرق ہے۔ انگریز اور سوویت یونین کو پوری دنیا جارحیت پسندوں کے القاب سے پکارتی تھی۔ ۲۰۰۱ء میں اکتوبر میں ہونے والی امریکی جارحیت کو بین الاقوامی سطح پر کسی ملک نے جارحیت قرار نہیں دیا، بلکہ اس کی خاموش حمایت کی۔ سب سے زیادہ افسوس ناک بات یہ تھی کہ افغانستان کے اندر جن لوگوں نے روس کے خلاف جہاد میں قائدین کا کردار ادا کیا تھا، وہ بھی امریکی دھمکی سے ڈر گئے کہ "ہمارا ساتھ دو یا ہمارے دشمن کا"۔ بجائے یہ کہ وہ امریکا کو بھی روس کی طرح دوٹوک جواب دیتے، امریکا کے کٹھ پتلی بن کر اس کے لیے افغانستان کے طول و عرض میں جارحیت کی راہ ہموار کرنے میں مشغول رہے۔

افغانستان پر جارحیت سے امریکا دنیا کو چند پیغامات دینا چاہتا تھا۔ سب سے پہلے یہ کہ اس نے پوری دنیا پر اپنی قوت عملی طور پر منوالی۔ پوری دنیا کو دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر اپنا ہمنوا اور اتحادی بنا کر امریکی مفادات کے مخالفین کو نشانہ بنایا۔ سب سے پہلے وارسا معاہدے کے سابقہ رکن ممالک نے امریکا کے ساتھ اتحاد کرتے ہوئے اپنی فوج امریکا کے حوالے کر دی۔ امریکا کا دوسرا پیغام یہ تھا کہ اس نے افغانستان کی سرحد پر واقع خطے کی بڑی اقتصادی اور فوجی قوتوں چین اور روس کو بھی اعتماد لیا۔ روس نے جارحیت کے آغاز میں امریکا کی حمایت کی اور انٹیلی جنس معلومات شیئر کرنے کے بہانے اس کی فوجی امداد کی۔ جس کے بدلے امریکا نے ان ممالک کو افغانستان میں چند اقتصادی پروجیکٹس میں سرمایہ کاری کرنے کی اجازت دی۔ جس کی ایک مثال چین کو دیا جانے والا کرومائٹ کی کان کنی کا ٹھیکہ ہے۔ جس پر ابھی تک کام کا آغاز تو نہیں ہوا، البتہ یہ سارے منصوبے امریکی مفادات کو مدِ نظر رکھ کر بنائے گئے ہیں۔

کسی بھی ملک پر ناجائز قبضہ اور جارحیت ایک ناروا عمل ہے۔ جارحیت کے منفی اثرات ضرور مرتب ہوتے ہیں۔ امریکا نے اپنی وحشت کو دہشت گردی کے خلاف جنگ، امن و امان کے قیام، منشیات کی روک تھام اور افغانستان کی تعمیر و ترقی کا نام دیا تھا۔ افغان عوام نے ۱۷سالوں میں امریکی جارحیت کے جو مناظر دیکھے، اسے صرف وحشت کا نام دیا جا سکتا ہے۔ امریکا ان خوش نما نعروں کے تحت جن جنگی جرائم کا مرتکب ہوا ہے، اسے انسانی ڈکشنری میں وحشت کے علاوہ کوئی لفظ نہیں دیا جا سکتا۔ ذیل کی سطور میں ۱۷سالوں کے دوران ان جنگی جرائم کی طرف اشارہ کیا ہے، جن کا ارتکاب امریکا نے تعمیر و ترقی اور قانون کی حاکمیت کے عنوان کے تحت کیا ہے۔

افغانستان پر امریکی جارحیت کا سب سے بڑا بہانہ یہاں سکیورٹی صورت حال کو بہتر بنانا تھا۔ جب ۲۰۰۱ء میں صدر جارج ڈبلیو بش نے صلیبی جنگ کے نام سے افغانستان پر حملے کا ارادہ کیا تو ان کا بہانہ صرف یہ تھا کہ وہ افغانستان سے اسلامی حکومت کا خاتمہ چاہتے ہیں۔ ۱۷ سالہ جنگ کے بعد امریکا کے موجودہ صدر ٹرمپ افغانستان میں ۲۱مختلف جنگجو گروہوں کی موجودگی کا اعتراف کر رہے ہیں۔ البتہ ۲۱ جنگجو گروہوں کا دعویٰ ہے کہ امریکا کا یہ اعتراف اپنی جارحیت کو جواز فراہم کرنے کے لیے ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ امریکی جارحیت پسندوں نے لاکھوں صلیبی فوجیوں کے ساتھ افغانستان کے عوام کے قتل عام اور اس ملک میں غیر یقینی حالات پیدا کرنے کے لیے بدنام زمانہ بلیک واٹر کے تربیت یافتہ اور اجرتی قاتلوں کا گروہ داعش کی صورت میں افغانستان بھیجا۔ اس کے علاوہ دیہات اور شہروں کے عوام کی باہمی قبائلی، لسانی اور علاقائی رنجشوں کو ہوا دینے کے لیے مقامی جنگجوؤں کے کئی مسلح وِنگ تشکیل دیے۔ ان جنگجوؤں نے افغانستان کے امن و امان کو امریکا سے زیادہ تاراج کیا ہے۔

ان تمام جرائم کے باوجود ٹرمپ اسٹریٹیجی کے تحت گزشتہ ایک سال سے افغان عوام پر اندھی بمباریوں اور چھاپوں کا ایک ایسا وحشیانہ سلسلہ شروع ہوا ہے، جس میں یوناما کی رپورٹ کے مطابق شہریوں کے اموات میں ۵۲ فیصد تک اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔

امریکی جارحیت پسند یہ دعوی کرتے تھے کہ ہم یہاں ایک جمہوری حکومت کا قیام عمل میں لائیں گے۔ دیکھا جائے تو ۱۷سال کے دوران ایک ایسا نظام افغان عوام پر مسلط کیا گیا ہے، جس نے قانونی، فوجی اور سیاسی شعبوں میں درج ذیل ریکارڈ اپنے نام کیے:

کرپشن کے لحاظ سے دنیا میں سب سے آگے۔

انسانی حقوق کی پامالی میں بین الاقوامی سطح پر پہلا نمبر۔

قومی وسائل کی لوٹ مار اور امدادی فنڈز ہڑپ کرنے میں پہلا مقام۔

"خانہ آزادی افغانستان" کے نام سے ایک غیر سرکاری تحقیقاتی ادارے نے افغانستان میں قانون کی حاکمیت کے بارے ایک سروے رپورٹ تیار کی، اس میں کہا گیا ہے کہ

> "افغانستان میں اشرف غنی اور عبداللہ کی حکومت کا قیام ہی غیر قانونی ہے۔ وہ افغانستان کی آئین کے تحت بنائی گئی ہے نہ دنیا میں مروج حکومت بنانے کے قوانین میں اس کی مثال ملتی ہے"۔

کٹھ پتلی اور کرپٹ حکومت کا یہ کارنامہ بھی اپنی مثال آپ ہے کہ اس کے نائب صدر ایک ۶۰ سالہ بزرگ پر جنسی زیادتی کے جرم میں عدالتی مقدموں کا سامنا کر رہے ہیں۔ دوسرا کارنامہ اس حکومت کا یہ ہے کہ کا پورا دور صدر اور نائب صدر کے درمیان اختلافات میں گزر گیا ہے۔ وہ اب تک اپنی مکمل کابینہ کی تشکیل میں ناکام رہے ہیں۔

امریکی جارحیت پسندوں کا تیسرا اقدام منشیات کے خلاف مہم اور پوست کے کاشت کی روک تھام کا نعرہ تھا۔ ۱۷سال کے دوران منشیات کی پیداوار میں بے تحاشا اضافہ دیکھنے میں

آیا ہے۔منشیات کے خلاف مہم چلانے والی اقوام متحدہ کی تنظیم نے اپنی رپورٹ میں کہا کہ امریکی جارحیت سے قبل پورے افغانستان کی صرف ۱۸۵ ہیکٹر زمین پر پوست کاشت ہوتی تھی۔وہ بھی طالبان کے مخالفین کے زیر کنٹرول علاقے تھے۔اس کے علاوہ افغانستان میں منشیات کے عادی افراد کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی۔افغانستان پر امریکی جارحیت کے بعد پوست کی کاشت ۱۸۵ ہیکٹر سے بڑھ کر ۳لاکھ ۲۸ ہزار کی بلند ترین سطح پر پہنچ گئی۔جب کہ حال ہی میں افغانستان میں منشیات کے عادی افراد کی تعداد ۳۵ لاکھ سے تجاوز کر گئی ہے۔۲۱ دسمبر ۲۰۱۷ء کو اس ادارے نے اپنی سالانہ رپورٹ میں کہا کہ ۲۰۱۷ء میں پوست کی کاشت میں ۸۷ فیصد، جب کہ اس کی پیداوار میں ۶۳ فیصد اضافہ دیکھنے میں آیا ہے۔جس کی وجہ سے منشیات کی پیداوار ۹۰۰۰ میٹرک ٹن سے تجاوز کر گئی ہے۔

گزشتہ سال ایک بین الاقوامی تنظیم نے اپنی سالانہ رپورٹ میں واضح کیا کہ افغانستان میں کرپشن پچھلے سال کی نسبت بڑھ گئی ہے۔مذکورہ رپورٹ کے مطابق افغانستان 'صومالیہ اور شمالی کوریا کے بعد دنیا کا تیسرا کرپٹ ملک ہے، جہاں قومی وسائل کرپٹ عناصر کے ہاتھوں لُٹ رہے ہیں۔

امریکی جارحیت سے قبل عورتوں پر تشدد اور ان کو ہراساں کرنے کا کوئی تصور افغان معاشرے میں موجود نہیں تھا۔ مغربی قوتوں کی پوری توجہ خواتین کے حقوق کی طرف مرکوز کی تھی۔ اس کے باوجود خواتین پر تشدد اور انہیں ہراساں کرنے کے واقعات میں آئے روز اضافہ ہو رہا ہے۔افغانستان میں انسانی حقوق کی تنظیم کے مطابق گزشتہ سال ۴۰۰۰ کیس اس تنظیم میں رجسٹرڈ ہوئے ہیں، جن میں خواتین پر تشدد ان کے حقوق کی پامالی اور ہراساں کرنے کے واقعات شامل ہیں۔ رپورٹ کے مطابق یہ واقعات ہر دفعہ پچھلے سال کی نسبت زیادہ رجسٹرڈ ہوتے ہیں۔

افغانستان کے ادارہ شماریات کے ایک سروے کے مطابق ۲۰۱۷ء میں ۵۴ فیصد لوگ غربت کی لکیر کے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ سروے افغانستان کے ۳۴ صوبوں کی ۳۴۲ یونین کونسلز میں ۱۵۵۶۸۰ افراد کے انٹرویوز کی بنیاد پر ترتیب دیا گیا ہے۔ سروے میں افغانستان کے ۶۷ فیصد رقبے کو شامل کیا گیا ہے۔ حسیب اللہ موحد اس ادارے کے نائب سربراہ ہیں۔وہ کہتے ہیں کہ ہمارے سروے کے مطابق ۴۴ فیصد افغان عوام کو غذائی قلت کی شکایت ہے۔جب کہ غربت کی شرح ۲۴ فیصد ہے۔

جارحیت کے منحوس سائے میں کئی مشکلات کے ساتھ افغانستان میں تعلیم کا گراف بھی تیزی سے نیچے کی طرف جا رہا ہے۔ ستمبر ۲۰۱۷ء کو اقوام متحدہ کی ذیلی تنظیم یونیسکو نے یوم خواندگی کے عالمی دن کی مناسبت سے اپنی رپورٹ میں کہا کہ افغانستان میں ۱۱ ملین لوگ تعلیم کی نعمت سے محروم ہیں۔افغانستان کی ۳۰ ملین کی آبادی میں اتنی بڑی تعداد کی علم سے محرومی افغانستان کے مستقبل کے لیے ایک بُری خبر ہے۔

اپنے علاقوں سے نقل مکانی غیر ملکی جارحیت کی ایک اور آفت ہے، جس سے افغان دو چار ہیں۔اقوام متحدہ کی تنظیم یو۔این۔ایچ۔سی۔آر کی رپورٹ کے مطابق نقل مکانی کرنے اور گھر چھوڑنے والے لوگوں کی تعداد ساڑھے چار لاکھ سے زیادہ ہے۔ یاد رہے ان لوگوں کو زبردستی نقل مکانی پر مجبور کیا گیا ہے۔ یہ تعداد ان کے علاوہ ہے، جو ملک چھوڑنے پر مجبور ہوئے ہیں۔ ان کی تعداد بھی UNSCEAR کے مطابق چار سے ساڑھے چار لاکھ کے درمیان ہے۔ وہ غیر قانونی طور پر یورپی ممالک میں پناہ لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ان میں سے اکثر اپنی منزل مقصود پر پہنچنے سے قبل سمندر کی بے رحم موجوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔

کرپشن، غربت، بے روزگاری اور نقل مکانی کے ساتھ ایڈز کی مہلک بیماری ایک اور جان لیوا مصیبت ہے، جو امریکی جارحیت کی وجہ سے افغانستان میں تیزی سے پھیل رہی ہے۔(بلکہ پھیلائی جا رہی ہے۔) افغانستان جیسے مذہبی ملک میں ایڈز جیسی مہلک بیماری کے نام سے بھی لوگ واقف نہیں تھے۔ چہ جائے کہ کوئی شخص اس بیماری کا شکار ہوا ہو۔ امریکی جارحیت کے بعد وزارت صحت عامہ کی رپورٹ کے مطابق اب ۹۰۰۰ سے زیادہ افراد اس شرم ناک اور مہلک بیماری کا شکار ہو چکے ہیں۔ مذکورہ وزارت کے طبی ماہرین نے افغانستان میں ایڈز کی تیزی سے بڑھتی شرح کو ایک سونامی وبا کہا ہے، جو بہت تیزی سے افغان معاشرے میں پھیل رہی ہے۔یہاں منشیات کے عادی افراد کی تعداد بھی تین ملین کے قریب ہے۔ انہی افراد میں ایڈز کے وائرس سب سے زیادہ پائے جاتے ہیں۔ آئے دن اس تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔

درج بالا حقائق امریکی جارحیت کے نتیجے میں پیدا ہونے حالات اور اثرات کا محض ایک نمونہ ہیں۔ان واقعات کی تفصیل یہاں ممکن نہیں۔افغانستان پر امریکی جارحیت صرف افغان عوام پر ظلم نہیں، بلکہ یہ پوری انسانیت کے خلاف ایک ناقابلِ معافی جرم ہے۔ امریکا افغانستان میں ایسے جنگی جرائم کا مرتکب ہوا ہے، جس کی اجازت دنیا کے کسی انسانی قانون میں نہیں ملتی۔ موجودہ امریکی جارحیت پسندوں کی مثال زمانہ جاہلیت کے ان مشرکین کی طرح ہے، جو اپنے تمام مفاسد کو مصالح کے نام پر کر گزرتے تھے۔ قرآن کریم میں ان کے بارے اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

> وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَoالا انهم هم المفسدون ولكن لا تشعرون۔(البقرة: ۱۱،۱۲)

> ''جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد مت پھیلاؤ تو وہ کہتے ہیں کہ بلاشبہ ہم بھلائی کرنے والے ہیں۔ جان لو کہ بے شک یہی فساد پھیلانے والے ہیں، لیکن وہ اس بات کی عقل نہیں رکھتے''۔

☆☆☆☆☆

امریکہ اور افغان طالبان

محمد اعجاز

دنیا میں ہر چیز امریکہ کی مرضی کے مطابق نہیں ہوتی۔امریکہ کے اپنے حالات اس کی خواہشات کے برعکس پیدا ہو جاتے ہیں اور امریکہ کچھ نہیں کر سکتا۔امریکہ نے سوچا بھی نہیں تھا کہ اس کے وائٹ ہاؤس میں ٹرمپ براجمان ہو جائے گا۔امریکہ کی خواہش تھی کہ ایک سیاہ فام کے بعد امریکہ کے تخت پر ایک عورت نظر آئے۔امریکہ کا خیال تھا کہ اس کے لوگ عورت کو اہمیت دیتے ہیں۔اس لیے ہلیری کے ہارنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔مگر امریکہ کی سوچ اپنے عوام کے بارے میں غلط ثابت ہوئی۔امریکی شہروں نے تو ہلیری کی حمایت کی، مگر امریکہ کے دیہاتوں نے ٹرمپ کی حمایت میں بڑھ چڑھ کر کردار ادا کیا۔جب امریکی صدارتی الیکشن کے نتائج سامنے آئے تو امریکہ پریشان اور ٹرمپ حیران ہو گیا۔

امریکہ نے پہلے کوشش کی کہ وہ ٹرمپ کو کسی طریقے سے صدارت سے دستبردار کرائے، مگر ٹرمپ کرسی سے چمٹ گیا۔امریکہ نے اپنے قانون کے دامن پر داغ نہ لگانے کی کوشش کرتے ہوئے ٹرمپ کو کڑوی گولی کی طرح نگل گیا۔مگر امریکہ کا خیال تھا کہ ٹرمپ ایک بار جب صدارتی سسٹم میں آجائے گا تو وہ سدھر جائے گا۔اس کے ہاتھ اور اس کی زبان کنٹرول میں آجائے گی، مگر امریکہ کا یہ خیال اور اس کی یہ خواہش بھی پوری نہ ہو پائی۔صدر ٹرمپ جب بھی میڈیا کی موجودگی میں بولتا ہے تب امریکہ سخت پریشانی میں مبتلا ہوتا ہے۔ٹرمپ اب تک ہر روز نہیں تو ہر ہفتے کوئی نہ کوئی ایسی بات کہہ دیتا ہے جو امریکی اخبارات کی شرمندہ سرخی بن جاتی ہے۔جب امریکہ کے اپنے حالات اس کے کنٹرول میں نہیں ہیں تو پھر وہ دنیا کو کس طرح قابو کر سکتا ہے؟

افغانستان امریکی ناکامی کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔امریکہ نے کتنی کوشش کی، مگر برسوں کے بعد بھی اس کو ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ گویا وہ اپنا سر کسی پہاڑ سے ٹکرا رہا ہے۔کیا امریکہ میں اخلاقی جرأت ہے کہ اپنی ہار کا اعتراف کرتے ہوئے کہے کہ اسے افغانستان میں صرف شکست نہیں، بلکہ شکست فاش نصیب ہوئی ہے۔مغرب کے ادیب اور صحافی بھی امریکہ کی طرح بزدل ہیں۔

وہ دن گئے جب امریکہ میں ہیمنگوئے جیسے رائٹرز ہوا کرتے تھے۔اب امریکہ میں ایسا کوئی مشہور لکھاری نہیں، جس کو امریکہ کا مجرم ضمیر قرار دیا جائے۔جب بھی مغرب میں کوئی ایسا ادیب پیدا ہوا تو وہ روسیوں کی طرح اس بات کا اعتراف کرے گا کہ امریکہ کا افغانستان میں داخلہ ایسی مہم جوئی تھی جس کے مقدر میں سوائے شکست کے اور کچھ بھی نہیں آنا تھا۔دنیا کے باذوق اور ذہین قاری ایسی کتاب کے منتظر ہیں، جس میں امریکی شکست کی ساری کہانی موجود ہو۔جس کتاب میں تفصیل کے ساتھ تحریر کیا جائے کہ افغانوں نے کس طرح امریکہ کو گھیرے میں لیا۔جب امریکہ افغانستان میں داخل ہوا تب طالبان شہروں سے نکل کر پہاڑوں میں چلے گئے۔امریکہ نے سمجھا کہ طالبان کا قصہ تمام ہوا۔مگر جب امریکہ نے افغانستان میں ڈیرے ڈالے، تب اس کو محسوس ہونے لگا کہ وہ گھیرے میں آگیا ہے۔امریکہ افغانستان میں اپنے سارے اتحادیوں کے ساتھ داخل ہوا تھا۔مگر طالبان نے جس طرح امریکہ کو تنہا کر دیا، وہ زخم امریکہ کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔یہ کوئی پرانی بات نہیں کہ اس پر تحقیق کی ضرورت پیش آئے۔یہ کل کی بات ہے، جب یورپی ممالک نے جاری جنگ میں امریکہ کا ساتھ چھوڑنا شروع کیا۔امریکہ کو دو برس کے بعد محسوس ہونے لگا کہ یورپ کے ممالک اس کا اس مہم جوئی میں مزید ساتھ دینے کے لیے تیار نہیں۔جرمنی کو یہ احساس بہت جلد ہوا کہ امریکہ خود بھی ڈوب رہا ہے اور اس کو ڈبونے پر تُلا ہے۔اس لیے امریکی خواہشات کے برعکس جرمنی نے افغان طالبان سے رابطے کیے اور ان سے کہا کہ وہ اس جنگ میں شریک نہیں۔برطانیہ واحد ملک تھا، جس نے امریکہ کا ساتھ نبھانے کی آخر تک کوشش کی۔برطانیہ نے اس جنگ میں اپنے شہزادے بھی اتارے، مگر وہ اپنے ملک میں عوامی حمایت حاصل کرنے کے سلسلے میں ناکام رہا۔اب افغانستان کے میدان میں امریکہ کے ساتھ برطانیہ بھی نہیں۔

کاش! یورپ میں اتنی جرأت ہوتی کہ وہ مشترکہ طور پر یہ اعلان کرتا کہ امریکہ کی مہم جوئی میں ان کو ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔یورپی ممالک نے خاموشی کے ساتھ افغانستان سے اپنے فوجی واپس بلائے اور امریکہ ان کو مزید ساتھ دینے کے لیے تیار نہیں کر سکا۔اس وقت امریکہ افغانستان میں تنہا ہے۔کل وہ صرف افغانستان میں داخلی حوالے سے تنہا تھا اور اب وہ علاقائی سطح پر تیزی سے تنہا ہوتا جا رہا ہے۔ماسکو میں افغان مسئلے پر ہونے والے کانفرنس اس حقیقت کا ثبوت ہے کہ امریکہ افغانستان کے حوالے سے علاقائی سطح پر اکیلا ہو گیا ہے۔امریکہ کو اب بات کا بھی خدشہ ہے کہ وہ کل افغان ایشو پر عالمی سطح پر بھی تنہائی کا شکار ہو جائے گا۔

امریکہ کا خیال ہے کہ اس کی شکست پر صرف پاکستان پردہ ڈال سکتا ہے۔امریکہ پاکستان پر اس لیے دباؤ بڑھا رہا ہے کہ پاکستان اس کو افغان دلدل سے نکالنے میں اپنا کردار ادا کر دے۔امریکہ کا خیال ہے کہ اس کی شکست پر پاکستان پردہ ڈالے اور کوئی ایسی راہ تراشے جس سے امریکہ کی آخری عزت بچ جائے۔امریکہ کا خیال ہے کہ افغان طالبان پاکستان کے کہنے پر کوئی ایسا سمجھوتہ کر سکتے ہیں، جس سے امریکہ کو کم از کم اپنے مفادات حاصل ہو جائیں۔امریکہ سمجھتا ہے کہ افغان طالبان کو صرف پاکستان مذاکرات کی میز بٹھا سکتا ہے۔حالانکہ یہ بات اتنی سادہ اور اس قدر آسان بھی نہیں کہ پاکستان افغان طالبان سے کچھ بھی کہے اور افغان طالبان اس بات کو آنکھیں بند کر کے تسلیم کر لیں۔پاکستان امریکہ یہ بات سمجھانے کی کوشش کرتا رہا ہے کہ اس کے پاس افغان طالبان کو کنٹرول کرنے کا اختیار نہیں۔امریکہ بھی اس حقیقت کو سمجھ چکا ہے کہ طالبان پاکستان کے کنٹرول میں نہیں ہیں۔

افغان طالبان جنگ کے میدان کوناصرف عسکری یونیورسٹی بناکر بہت کچھ سمجھنے کے لائق بن چکے ہیں، بلکہ اب وہ سیاست کی شطرنج پر ماہر کھلاڑیوں کی مانند ہر چال بڑی ہوشیاری سے چل رہے ہیں۔اس وقت افغان طالبان کے سامنے صرف امریکہ نہیں ہے۔اس وقت افغان طالبان، روس اور چین سے اپنے معاملات چلانے میں مہارت حاصل کر چکے ہیں۔افغان طالبان کو یہ بات کافی عرصے سے معلوم ہے کہ امریکہ افغانستان میں ایک ہارتی ہوئی جنگ لڑ رہا ہے۔

افغان طالبان اورامریکہ کے درمیان طاقت کا توازن ایک دوسری صورت اختیار کر چکا ہے۔اس حقیقت سے طالبان بھی انکار نہیں کرتے کہ امریکہ کے پاس زیادہ ہتھیار ہیں۔ امریکہ معاشی طور پر پہلے سے زیادہ کمزور ہے، مگر کوئی احمق بھی امریکہ اور طالبان کا معاشی موازنہ نہیں کر سکتا۔امریکہ کے پاس اب بھی کروز میزائلوں کا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔ امریکہ کے پاس اب بھی اَن گنت ڈرونز ہیں۔امریکہ کے پاس وہ ڈیزی کٹر بم بھی ہیں جو پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر سکتے ہیں، مگر افغان طالبان اورامریکہ میں ایک بنیادی فرق ہے۔ امریکہ کوافغان ایشو کے حوالے سے بڑی عجلت ہے اور افغان مجاہدین کو کوئی جلدی نہیں!

جنگ ہتھیاروں سے نہیں ہمت سے لڑی جاتی ہے۔امریکہ افغانستان میں اپنی ہمت ہار چکا ہے اور افغان طالبان اپنے عمل سے اب بات کا اظہار کر رہے ہیں کہ ''ابھی تو پارٹی شروع ہوئی ہے''۔

افغان طالبان نے چین کے عظیم عسکری دانشور 'سن زو' کی کتاب نہیں پڑھی۔مگر کامیاب جنگ کے قاعدے انہوں نے میدان میں سمجھے اور سیکھے ہیں۔طالبان کے پاس بہت وقت ہے اور امریکہ کے پاس وقت نہیں۔وہ جلد از جلد اس جنگ کو لپیٹنا چاہتا ہے اور افغان طالبان اسے کہہ رہے ہیں ''اتنی بھی کیا جلدی ہے؟''

اس وقت افغان جنگ کا سب سے طاقت ور ہتھیار صبر اور انتظار ہے۔افغان طالبان کے پاس اس کا بہت ذخیرہ ہے اور امریکہ کے پاس اس کے مقابلے میں کچھ نہیں۔جنگ میں صرف ہتھیار نہیں لڑتے۔جنگ میں انتظار بھی لڑتا ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ امریکہ کے پاس بہت زیادہ ہتھیار ہیں، مگر افغان طالبان کے پاس انتظار ہے۔انتظار سب سے بڑا ہتھیار ہے۔جنگ جاری ہے۔ایک فریق تنگ آکر کہتا ہے ''جلدی کرو'' اور دوسرا فریق مسکرا کر جواب دیتا ہے ''اتنی کیا جلدی ہے؟''

افغانستان کے میدان پر جو جنگ جاری ہے،اس میں ''انتظار'' سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ اوروہ ہتھیار افغان طالبان کے پاس ہے۔صبر کا ہتھیار!سب سے خطرناک ہتھیار!

یہ ہتھیار چلانے کے سلسلے میں افغان بہت ہوشیار ہیں۔وہ لوگ جو اپنی ذاتی اور قبائلی دشمنی میں بھی صبر کے ہتھیار کو نسل در نسل استعمال کرنے کے عادی ہیں، ان کے لیے اس عالمی جنگ میں اپنا قبائلی اور کلچرل ہتھیار استعمال کرنے میں کون سی مشکل بات ہے؟

امریکہ اور طالبان کے مذاکرات میں اس بات کا بڑا کردار ہے۔امریکہ مرا جا رہا ہے کہ بات کو ایک طرف کرو، مگر افغان طالبان کا موقف ہے:

''بازو بھی بہت ہیں سر بھی بہت!''

امریکہ کے پاس ہتھیار ہیں۔مگر اس کے پاس نہ بازو ہیں اور نہ سر ہیں۔

دنیا کے سارے ریٹائرڈ اور حاضر سروس جرنیل اس حقیقت کو جانتے ہیں کہ امریکہ افغانستان میں اپنی جنگ ہار چکا ہے۔اب وہ میدان سے جانے کا عزت والے راستے کا پتہ پوچھ رہا ہے۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: انتہا پسند ہندوں کے ہاتھوں بابری مسجد کی شہادت کو ۲۶ سال بیت گئے

۳۰ اکتوبر ۱۹۹۰ء کو یوپی میں ملائم سنگھ وزیر اعلیٰ تھاجب ہزاروں ہندو انتہا پسندوں نے بابری مسجد کو منہدم کرنے کی کوشش کی۔ ملائم سنگھ کے حکم پر شرپسندوں کو روکنے کے لیے گولی چلائی گئی۔ کچھ ہندو تخریب کار مارے گئے لیکن مسجد کو بچا لیا گیا۔ دوسری جانب نرسمہاراؤ وزیر اعظم بنا تو ستمبر ۱۹۹۱ء میں ایک بل پیش کیا گیا جس کے تحت مختلف مذاہب کی عبادت گاہوں کی حیثیت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی اور ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو ان کی جو حیثیت تھی وہ برقرار رہے گی، تاہم بابری مسجد کو نرسمہاراؤ نے اس بل کی شرائط سے مستثنیٰ رکھا۔

۱۹۹۲ء میں یوپی میں بی جے پی کی حکومت بنی اور کلیان سنگھ وزیر اعلیٰ مقرر ہوا۔ جس کے بعد پورے ہندوستان میں ہندو انتہا پسندوں نے جلسے جلوس نکالے اور ایڈوانی، سنگھل، ونے کٹیار اور اوما بھارتی وغیرہ ۲ لاکھ ہندو دہشت گردوں کو لے کر ایودھیا پہنچ گئے۔ مرکز سے اچھی خاصی تعداد میں فوج بھی اجودھیا پہنچ گئی مگر اسے نامعلوم مصالح کی بنیاد پر بابری مسجد سے دو ڈھائی کلومیٹر دور رکھا گیا، صوبہ اور مرکز کے نیم فوجی دستے مسجد کی حفاظت کے لئے اس کے چاروں سمت میں متعین کئے گئے مگر انھیں وزیر اعظم کی سخت ہدایت تھی ہندو تخریب کاروں پر کسی حال میں بھی گولی نہ چلائی جائے۔یوں ۶ دسمبر کی وحشتناک تاریخ آگئی، ایڈوانی، اوما بھارتی وغیرہ کی قیادت میں تخریب کاروں نے گیارہ بج کر پچپن منٹ پر بابری مسجد پر دھاوا بول دیا اور بغیر کسی مزاحمت کے پورے اطمینان سے چار بجے تک اسے توڑتے اور ملبہ کو دور پھینکتے رہے یہاں تک کہ صفحۂ زمین سے بابری مسجد کا نام و نشان ختم کر دیا گیا۔

بابری مسجد اور اس کے تنازعے کی تفصیل جاننے کے لئے ''اجودھیا کے اسلامی آثار'' نامی کتاب کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

جہادِ افغانستان کی مختصر خبریں

حکمت اللہ آفریدی

● کابل میں محفل میلاد کے دوران ہونے والے خود کش حملے میں ساٹھ افراد شہید اور ۱۰۰ کے قریب زخمی ہو گئے۔ ایئرپورٹ روڈ پر واقع اورانوس نامی شادی ہال لوگوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ محفل میلاد کی تقریب شروع ہونے سے کچھ ہی دیر بعد ایک خود کش بمبار نے علماء اور مشائخ کے درمیان خود کو دھماکے سے اڑا دیا۔ اس حملے کی ذمہ داری اب تک کسی نے قبول نہیں کی ہے۔ طالبان نے اس حملے کی شدید مذمت کی اور مزید کہا کہ افغان حکومت اپنے دارالحکومت میں اور ایئرپورٹ جیسے حساس علاقے میں بھی اپنی رِٹ کھو چکی ہے۔ ترجمان طالبان نے دھماکے میں قیمتی انسانی جانوں کے ضیاع کو افسوسناک قرار دیا اور کہا کہ طالبان اس طرح کے حملوں کے خلاف ہیں اور عام شہریوں کی موجودگی میں حملہ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

● ماسکو کانفرنس میں طالبان کو عالمی فورم ملنے پر امریکہ پریشان ہو گیا ہے۔ تفصیلات کے مطابق روس کی میزبانی میں افغانستان میں دیرپا امن کے قیام کے لیے ماسکو میں کانفرنس ہوئی۔ جس میں پاکستان، چین، ایران، ازبکستان سمیت بارہ ممالک کے وفود اور افغان طالبان کے قطر دفتر کا وفد شریک ہوا۔ طالبان کے پانچ رکنی وفد میں الحاج محمد عباس ستانکزئی، مولوی عبدالسلام حنفی، شیخ الحدیث مولوی شہاب الدین دلاور، مولوی ضیاء الرحمٰن مدنی اور الحاج محمد سہیل شاہین شامل تھے۔ کانفرنس کا آغاز روسی وزیر خارجہ سرگئی لاروف کی تقریر سے ہوا جس نے امید ظاہر کی کہ افغانستان امن عمل کے متعلق سنجیدہ اور تعمیراتی بات چیت ہو گی۔ حکومت کے ساتھ مذاکرات کے حوالے سے طالبان وفد نے کہا کہ موجودہ لڑائی افغان گروپوں کے درمیان نہیں بلکہ غیر ملکی قبضہ کے خلاف جدوجہد ہے، اس لیے حکومت کے ساتھ مذاکرات بے کار ہوں گے (کیونکہ حکومت امریکی فوج کا مکمل انخلاء نہیں چاہتی)۔

● طالبان نے امریکی یونیورسٹی کی ایک رپورٹ کو مسترد کرتے ہوئے کہا ہے کہ رپورٹ میں افغان جنگ میں ایک لاکھ ۴۷ ہزار شہریوں کی شہادتوں کا ذکر کیا گیا ہے لیکن یہ تعداد ۵ لاکھ سے زائد ہے اور ہلاک ہونے امریکی فوجیوں کی تعداد ۷ ہزار سے زائد ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا کہ دہشتگردی کے خلاف جنگ میں افغانستان، عراق اور پاکستان میں مارے گئے شہریوں کی تعداد ۵ لاکھ ۷ ہزار رہے۔ جبکہ صرف افغانستان میں ۵ لاکھ سے زائد شہری لقمہ اجل بنے ہیں۔ رپورٹ میں عراق اور افغانستان میں مارے گئے امریکی و نیٹو فوجیوں کی تعداد چھ ہزار بتائی گئی ہے جبکہ صرف افغانستان میں ہلاک ہونے والی امریکی فوجیوں کی تعداد سات ہزار سے اوپر ہے۔

● افغان صدر اشرف غنی نے کہا ہے کہ ۲۰۱۵ء کے آغاز سے اب تک ۲۸،۵۲۹ افغان فوجی اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے ہیں۔

● طالبان کے حملوں میں افغان پارلیمنٹ کے ممبر عبدالبصیر سمیت گیارہ فوجی ہلاک اور متعدد زخمی ہو گئے۔ فوجی چوکیوں پر حملوں میں طالبان نے ہیوی مشین گن، راکٹ لانچر، تین کلاشنکوف اور مختلف النوع فوجی ساز و سامان غنیمت کر لیا۔ دوسری طرف صوبہ غزنی کے دو اضلاع جاگوری اور مالستان پر طالبان نے شدید لڑائی کے بعد قبضہ کر لیا۔ لڑائی میں پچاس افغان کمانڈوز ہلاک ہو گئے۔

● صوبہ میدان میں ایک مدرسے پر چھاپے کے دوران امریکی افواج نے چھ حفاظ سمیت بارہ افراد کو شہید کر دیا۔ امریکی افواج نے درجنوں تفاسیر اور فتاویٰ بھی نذر آتش کر دیں۔ لوگر میں بھی گھروں پر امریکی بمباری کے نتیجے میں خواتین اور بچوں سمیت بیس افراد شہید ہو گئے۔

● صوبہ قندھار میں طالبان نے امریکی فوجی ہیلی کاپٹر کو مار گرایا۔ ہیلی کاپٹر میں سوار تمام فوجی اور عملہ ہلاک ہو گئے۔ افغان وزارت دفاع اسے فنی خرابی سے ہونے والا حادثہ قرار دیا۔ دوسری جانب ہلمند اور فاریاب صوبوں میں طالبان کے حملوں میں ایک امریکی اور تین افغان کمانڈوز سمیت ۴۴ اہلکار ہلاک ہو گئے۔ جبکہ ۹۰ حکومت پسند جنگجوؤں اور پولیس اہلکاروں نے ہتھیار ڈال دیے۔

● کاپیسا کے ضلع تگاب میں نالیان کے علاقے میں مجاہدین نے امریکی چینوک ہیلی کاپٹر کو نشانہ بنا کر تباہ کر دیا اور اس میں سوار تمام وحشی فوجیں واصل جہنم ہوئیں۔ امریکی اور کٹھ پتلی افواج مذکورہ علاقے میں مجاہدین کے خلاف چھاپہ مارنے آئے اور اس دوران امریکی ہیلی کاپٹر لینڈنگ کرنیوالا تھا، جسے کمین گاہ میں موجود مجاہد نے نشانہ بنایا اور ہیلی کاپٹر ایک گہری کھائی میں گر کر تباہ ہوا اور اس میں سوار وحشی لقمہ اجل بن گئے۔ عمومی طور پر اس بڑے ہیلی کاپٹر میں ۴۰ سے ۶۰ امریکی کمانڈو سوار ہوتے ہیں، جو خصوصی کاروائیوں میں حصہ لیتے ہیں۔

☆☆☆☆☆

قندھار ایئر بیس کا عقوبت خانہ

مومند خان کی لرزہ خیز داستان

طالبان کے سقوط کے بعد افغانستان میں قتل عام کا ایک لامتناہی اور خوفناک سلسلہ شروع ہوا۔ آتشیں اور الیکٹرانک بھٹیوں میں زندہ انسانوں کو جلا کر راکھ کر دینے والا طریقہ ہٹلر نے ایجاد کیا۔ ہم میں وہ لوگ جو یہودیوں کے قریب ہیں اور اسرائیل کے دورے بھی کر چکے ہیں۔ انہوں نے الیکٹرانک بھٹیوں میں زندہ انسانوں کو جلا دینے کی باتیں یہودیوں سے سن رکھی تھیں۔ ہمارے یہ ساتھی چاہتے تھے کہ عرب مجاہدین، طالبان اور ان کے حمایتی پشتونوں کو ایسی ہی بھٹیوں میں جلا کر راکھ کر دیا جائے۔ ان کا خیال تھا کہ رائفلوں، گنوں سے عرب مجاہدین اور طالبان کو ہلاک کرنا وقت اور ایمونیشن کا ضیاع ہے۔ اگر دوسرا طریقہ اختیار کیا جائے تو اس سے قتل عام کی رفتار بھی تیز ہو گی اور قتل ہونے والوں کا نام و نشان بھی نہیں رہے گا۔ لیکن مسئلہ یہ تھا کہ افغانستان میں ایسی آتشیں اور الیکٹرانک بھٹیاں کہاں سے لائی جائیں؟

امریکیوں نے ہمیں اس کا ایک سیدھا سا حل سمجھایا۔ وہ یہ تھا کہ ۵۰ افراد کی گنجائش والے کنٹینرز میں ۴۰۰،۵۰۰ افراد کو محبوس کر کے تپتے صحرا اور آگ برسانے والے سورج کی دھوپ میں کھڑا کر دیا جائے۔ جب ہم نے ایسا کیا تو اس کے نتائج خاطر خواہ اور انتہائی حوصلہ افزا تھے۔ کنٹینرز کو دھوپ میں کھڑا کر کے زندہ انسانوں کو مارنے کا یہ طریقہ بھٹیوں میں انسانوں کو جلانے کے مقابلے میں زیادہ دلچسپ تھا۔ وہ اس طرح کہ بھٹیوں میں تو انسان لمحوں میں جل کر راکھ ہو جاتے تھے لیکن کنٹینروں میں قید لوگ ماہی بے آب اور مرغ بسمل کی طرح تڑپتے۔ جب اوپر سے سورج آگ برساتا اور نیچے سے صحرا کی ریت شعلے اگلتی تو لوہے کا کنٹینر جہنم بن جاتا۔ کنٹینرز میں محبوس قیدیوں کے چیخنے، تڑپنے، سسکنے، آہ و بکا کرنے، سر آہنی چادروں سے مارنے، قرآنی آیات کا ورد کرنے اور لرزا دینے والی آواز میں مناجات کرنے کی آوازیں آج بھی میرے کانوں میں گونج رہی ہیں۔

قارئین کرام! یہ روح فرسا واقعات ہمیں شمالی اتحاد کے ایک سابق فوجی مومند خان نے سنائے۔ وہ بتا رہے تھے... کہ کہنے کی حد تک میں مسلمان ہوں، مسلمان ماں باپ کے گھر میں جنم لیا لیکن ایمان کے تقاضوں اور اس کی لذت، حرارت و حلاوت سے میں کبھی آشنا نہ تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ ایمان کیا ہے؟ حق و باطل، سچ اور جھوٹ، ہدایت اور گمراہی نیکی اور بدی میں کیا فرق ہے؟

میں پیدائشی جنگجو ہوں، پہاڑوں کا بیٹا ہوں، اسلحہ چلانا، اس سے کھیلنا میرا موروثی مشغلہ ہے۔ ہمارے قبائل میں دشمنیاں نسل در نسل چلتی ہیں۔ ہمارے ہاں جواں مردی اور انصاف کا دوسرا نام خون کا بدلہ خون ہے۔ سات سال کی عمر میں میں نے اپنے تایا اور قبیلے کے دیگر پیر و جواں کے ہمراہ اپنے مخالف قبیلے کے خلاف معرکہ آرائی میں حصہ لیا۔ مخالف قبیلے کے ساتھ جب ہماری دوسری خون ریز معرکہ آرائی ہوئی تب میری عمر دس سال تھی۔ اسی معرکہ میں میری رائفل سے نکلنے والی آتشیں گولی کا نشانہ بن کر مخالف قبیلے کا ایک فرد آخرت کے سفر پر روانہ ہوا۔

خون ریز تصادم کے اختتام پر میرے قبیلے کے جوانوں نے مجھے کندھوں پر اٹھایا بوڑھوں نے سینے سے لگایا۔ میرے تایا کو جب معلوم ہوا کہ دشمن قبیلے کا ایک فرد میری گولی لگنے سے کم ہو گیا ہے تو شدت جذبات کی وجہ سے میرے تایا کا چہرہ تمتما اُٹھا، تایا نے میرے ایک ہاتھ کو اوپر اُٹھایا اور گرجدار آواز میں یوں گویا ہوا

> ”لوگو سنو! مجھے مبارکباد دو میرے بھتیجے، میرے بھائی کے بیٹے نے دشمن کے ایک فرد کو مار کر اپنی جواں مردی کا ثبوت دے دیا ہے۔ لوگو! مجھے مبارکباد دو کہ میرے بھائی کا بیٹا جوان ہو گیا ہے“۔

اس کے بعد جب ہم اپنے گاؤں پہنچے تو میرے تایا نے میرے باپ کے نام ایک محبت بھرا خط لکھوایا جس کا مفہوم تھا۔

> ”دلبر خان! مبارک ہو تمہارے بیٹے مومند خان نے دوران جنگ دشمن کے ایک فرد کو مار مکایا ہے اس نے ثابت کر دکھایا ہے کہ اس کی رگوں میں ایک غیور قبائلی باپ کا خون دوڑ رہا ہے۔ اللہ نے چاہا تو تمہارا بیٹا آئندہ بھی بہادری و شجاعت کے ایسے ہی کارنامے ثبت کرتا رہے گا“۔

۱۰ سال کی عمر میں میں نے پہلے انسانی قتل کی صورت میں دشمنی اور انتقام کا جو پودا لگایا تھا۔ ۶۰ سال تک میں اس پودے کی دیکھ بھال کرتا رہا یہاں تک کہ یہ پودا جسیم اور تناور درخت بن گیا۔

داؤد، ظاہر شاہ، محمد ترکئی، حفیظ اللہ، ببرک کارمل اور ڈاکٹر نجیب اللہ ان سب کے ادوار میں نے دیکھے۔ جب روسی افواج کے ٹینکوں نے افغان سرزمین کو روندا اور اس کے بعد جہاد کا آغاز ہوا تو یہ منظر بھی میرے سامنے تھا لیکن میں روسی افواج کے خلاف نبرد آزما نہیں ہوا۔ میری رائفل روسی افواج کے خلاف نہیں اٹھی اور میرے قدم جہاد فی سبیل اللہ میں غبار آلود نہیں ہوئے۔ یہ نہیں کہ میں بزدل ہوں، انسانی جانوں اور ہتھیاروں سے کھیلنا میرا مشغلہ ہے۔ اس کے باوجود اگر میں نے جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ نہیں لیا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ میرے تایا ان لوگوں میں پیش پیش تھے جنھوں نے روسی فوج کا استقبال کیا تھا۔

بات کو مزید آگے چلانے سے پہلے کیا یہ بہتر نہیں ہو گا کہ میں اپنے والد کا مختصر تعارف کروا دوں تاکہ پڑھنے والوں کو پوری طرح میرا خاندانی پس منظر معلوم ہو سکے۔ میرے والد ۱۹۰۱ء میں پنجشیر کے نواحی علاقے میں پیدا ہوئے اور ۸۵ سال کی عمر میں

وفات پائی۔ ۱۸ سال کی عمر میں ایک حادثہ کے نتیجے میں میرے والد کو اپنا آبائی علاقہ چھوڑنا پڑا۔

اس کے بعد وہ چلتے چلاتے پھرتے پھراتے بنوں اور کوہاٹ کے علاقہ سے گزرتے ہوئے انگریزی افواج کے ایک کیمپ میں جا پہنچے۔ قصہ مختصر میرے والد فوج میں بھرتی ہو گئے اور مختصر وقت میں انہیں انگریزی افسروں کا قرب حاصل ہو گیا۔ مجھے یہ کہنے میں عار نہیں کہ میرے والد ایک دنیادار انسان تھے۔ اسلام، ایمان، وطن یہ سب چیزیں ان کے نزدیک ثانوی تھیں۔ یہی وجہ تھی کہ اپنے ہم مذہب مسلمانوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے، کھانے پینے کی بجائے ان کا انگریزوں اور ہندوؤں کے ساتھ میل ملاپ زیادہ تھا۔ میرے والد اور میرے تایا آپس میں بھائی ہی نہیں دوست بھی تھے۔ تایا جب بھی بھائی سے ملنے کے لیے ہندوستان جاتے تو واپسی پر ان کی زبان پر انگریز حاکموں کے قصیدے ہوتے۔ یہ تھا میرا خاندان جس میں میں نے آنکھ کھولی، پلا بڑھا اور جوان ہوا۔

دنیادار انگریز کے وفادار اور ہندوؤں کے غمخوار خاندان میں جنم لینے والا بچہ اور سب کچھ ہو سکتا تھا مگر دین دار، اسلام کا جانثار، جہادی جذبہ سے سرشار اور مسلمان ہرگز نہیں ہو سکتا تھا۔ روسی افواج کی آمد کے بعد میرے تایا اور والد نے افغانستان پر روسی تسلط کو مضبوط مستحکم کرنے کے لیے کیا کارہائے نمایاں انجام دیئے...

یہ ایک طویل داستان ہے جس کا میری موجودہ کہانی کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے اس لیے ان تمام واقعات سے صرف نظر کرتے ہوئے اپنی داستان حیات کی طرف آنا چاہوں گا۔ اہل ایمان کو اللہ آزماتا ہے۔ مصائب و مشکلات کے ساتھ، تکالیف، شدائد کے ساتھ۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ کفر و نفاق الگ ہو جاتا ہے اور خالص ایمان والے لوگ الگ ہو جاتے ہیں۔

شمالی اتحاد کا معاملہ اس کے بالکل برعکس تھا۔ بلاشبہ ابتدا میں اس میں کچھ اچھے لوگ بھی تھے لیکن شمالی اتحاد میں برائی کا غلبہ، بھارت اور دیگر اسلام دشمن طاقتوں کے ساتھ دوستی کا جنون اتنا زیادہ تھا کہ آہستہ آہستہ اس اتحاد میں سے غیرت کا پہلو نکلتا گیا۔ اچھے لوگ نکلتے گئے یا نکال دیئے جاتے رہے۔ پہلے وہ لوگ نکالے گئے جو تھوڑا بہت ایمانی جذبہ رکھتے تھے پھر ان کے گرد گھیرا تنگ ہوا جن میں اخلاص اور وطن کی محبت کی تھوڑی سی رمق موجود تھی۔ پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ جب شمالی اتحاد قاتلوں اور ڈاکوئوں کا گروہ بن کر رہ گیا۔ جو شخص جتنا بڑا چور قاتل اور ڈاکو ہوتا، شمالی اتحاد میں وہ اتنا ہی قابل فخر اور باعث تکریم سمجھا جاتا۔

خاندانی پس منظر اور دنیا کی جاہ و طلب نے مجھے بھی شمالی اتحاد کی صفوں میں لا کھڑا کیا۔ طالبان کے عروج کے دور میں جب صوبوں کے گورنر اور عسکری گروپوں کے کمانڈر سرنڈر پہ سرنڈر کرتے چلے جارہے تھے۔ بظاہر یوں معلوم ہو رہا تھا کہ طالبان لمحوں میں آندھی اور طوفان کی طرح پورے افغانستان پر چھا جائیں گے۔ اور شمالی اتحاد سمیت تمام مخالف قوتوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائیں گے... یہ وہ ایام تھے کہ جب شمالی اتحاد اندرونی طور پر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو رہا تھا اندرون خانہ بہت سے دھڑے بن چکے تھے۔ بعض مضبوط دھڑوں کا خیال تھا کہ سرنڈر کر کے طالبان سے پناہ طلب کر لی جائے۔ ایسے سخت حالات میں شمالی اتحاد میں ایک ایسا گروہ بھی تھا کہ جن کے دلوں میں طالبان کے خلاف نفرت، دشمنی اور عداوت پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ چکی تھی۔ یہ گروہ ہر صورت طالبان کو ملیامیٹ کر دینا، مٹاڈالنا، روند دینا اور بیخ و بن سے اکھاڑ پھینک دینا چاہتا تھا۔ میرا تعلق اسی گروہ سے تھا میں ہر صورت طالبان کو فنا کے گھاٹ اتار دینا چاہتا تھا۔ آج جب کہ میں ایک مختلف مقام پر کھڑا ہوں اور ماضی میں اپنی طالبان دشمنی پر غور کرتا ہوں تو مجھے اپنے رویئے پر کوئی حیرت نہیں ہوتی۔ میں پہلے ذکر کر چکا ہوں کہ دنیا کی جاہ و طلب نے مجھے شمالی اتحاد کی صفوں میں لا کھڑا کیا لیکن نہیں...

میں سمجھتا ہوں کہ اس سے بھی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ میں اپنی روح شیطان کے پاس گروی رکھ چکا تھا، میں اور میرے ساتھ شیطانی قوتوں کے پیامبر تھے۔ عرب مجاہدین نے سرزمین افغانستان پر ایمان اور نیکی کی جو کھیتی تیار کی اس کی پر بہار فضا اور میٹھی ہوا جلد ہی دنیا کو اپنی جلو میں لینے والی تھی۔ سو اس کے تدارک و ازالہ اور خاتمہ کے لیے شیطان نے ہمیں آلہ کار بنایا۔ ہم شیطانی اور بدی کی قوتوں کے ہر کارے بن گئے۔ عرب مجاہدین اور طالبان نہیں بلکہ ہم تو نیکی کی قوتوں، اسلام کی روشنی اور قرآن کی آواز کو ملیامیٹ کر دینا چاہتے تھے۔

ہمارے گروہ نے طالبان کے بڑھتے ہوئے قدموں کو روکنے اور انہیں شکست و ہزیمت سے دوچار کرنے کے لیے ہر جتن اور حربہ استعمال کر ڈالا۔ روس سے روابط استوار کیے، بھارت کو وفاداریوں کا تعین دلایا۔ طالبان کے غلبے کی صورت میں خطے میں پاکستان کی بالادستی اور اس کے نتیجے میں مضبوط اسلامی بلاک کی تشکیل کی صورت پیدا ہونے والے خطرات سے اسرائیل اور امریکہ کو آگاہ کیا۔ آخر ہماری امیدیں بر آئیں، دلی تمنائیں پوری ہوئیں اور امریکہ نے افغانستان پر حملہ کر دیا۔

امریکی کہتے تھے کہ افغانستان میں ہماری فوج نہیں بلکہ ہمارا ڈالر لڑے گا۔ چنانچہ جب امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا تو اس نے شمالی اتحاد اور طالبان میں بے دریغ ڈالر تقسیم کیے، ڈالروں کی چمک دمک نے اپنا کام خوب دکھایا اور افغانستان کا سقوط بہت جلد ہو گیا تاہم عرب مجاہدین اور طالبان کی بڑی تعداد نے نہایت جانفشانی کے ساتھ آخری دم تک جم کر اور ڈٹ کر مقابلہ کیا لیکن امریکی بھاری بھرکم اسلحہ کے سامنے بے بس ہو کر رہ گیا۔ اس کے بعد افغانستان میں جبر و تشدد کی جو آندھی چلی اور ظلم کا جو بازار گرم ہوا اس کی

کوئی مثال نہیں ملتی۔ شمالی اتحاد والوں نے جو ظلم کیا اس میں میں بھی برابر کا شریک رہا ہوں بلکہ جو امریکیوں نے کیا اس کا بھی عینی شاہد ہوں۔

میں تسلیم کرتا ہوں کہ شمالی اتحاد والوں نے بحیثیت مجموعی امریکیوں کی تابعداری و فرمانبرداری کی انتہا کر دی، انہیں اَن داتا اور ان کے اشارۂ ابرو کو حکم کا درجہ دیا، امریکیوں کی خوشنودی کی خاطر اپنے ہم وطن اور ہم مذہبوں پر گولیاں چلائیں۔ انہیں مکانوں میں بند کر کے زندہ جلا دیا۔ سنگینوں سے عرب مجاہدین کی خواتین اور بچوں کے برہنہ جسموں پر فتح کے نشان ثبت کیے اور امریکی پرچم بنائے۔ اپنی کلمہ گو ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کی عزت و عصمت کو داغدار کیا بہت سی عفت مآب خواتین پیشہ ور دلالوں کے ہتھے چڑھ گئیں۔

دولت کے لالچ میں مخبری کرتے تھے:

میری آنکھوں کے سامنے ایسے مناظر بھی ہیں کہ جب امریکی کسی عرب یا افغان مسلمان خاتون کے دامن عصمت کو تار تار کرتے تو اس خاتون کی بے بسی پر اپنے کلمہ گو افغانی بھائی ہنستے اور امریکیوں کے ساتھ مل کر قہقہے لگاتے۔ میں بھی ان تمام گناہوں اور سیاہ کاریوں میں شامل رہا۔ میرا مقصد بھی یہ تھا کہ امریکی خوش ہو جائیں ان کی نظروں میں میرا مقام اور احترام بن جائے۔ میں نے اس مقصد کے لیے ہر وہ کام کیا جو ایک مسلمان کے مقام و احترام اور انسانیت کے منافی تھا۔ امریکی خود تسلیم کرتے ہیں کہ شمالی اتحاد کے تعاون کے بغیر عرب مجاہدین اور طالبان کا قلع قمع کرنا ممکن نہ تھا۔

یہ سارا کچھ کرنے کے باوجود عرب مجاہدین و طالبان اور پاکستانیوں کے لیے تو امریکیوں کی زبان پر گالیاں تھیں لیکن اس سے کہیں زیادہ گالیاں وہ شمالی اتحاد والوں کو دیتے۔ قندھار اور بگرام میں جو قیدی رکھے گئے اور اس کے بعد کیوبا میں بھجوائے جانے والے قیدیوں سے امریکی اکثر کہتے کہ تمہارے مصائب کے ذمہ دار ہم نہیں بلکہ تمہارے بھائی یعنی اتحاد والے ہیں جنھوں نے تم پر ظلم کیا اور دولت کے لالچ میں تمہاری مخبریاں کر کے تمہیں ہمارے سپرد کیا۔

بگرام اور قندھار میں مجھے بہت سے امریکی افسروں کی خدمت کرنے، ان سے ہم کلام ہونے یا ان کی گفتگو سننے کا موقع ملا۔ میں ان کی گفتگو سن کر اکثر اس نتیجے پر پہنچتا کہ امریکیوں کے ساتھ ہمارا تعاون درحقیقت ہمارے لیے ایک گالی اور باعث طعن و تشنیع ہے۔ امریکی اپنی عام گفتگو میں تعاون کرنے والے اور مسلمان بھائیوں کی جاسوسیاں کر کے انہیں پکڑوانے والوں کا اگرچہ شکریہ ادا کرتے نظر آتے ہیں لیکن وہ اکثر تعاون کرنے والوں کو لالچی جیسے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ شروع میں میں اس طرح کی گالیوں کو اپنے لیے عزت افزاء اور تمغۂ خدمت سمجھتا لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ حقیقت آشکار ہوتی چلی گئی کہ عرب مجاہدین ہوں یا شمالی اتحاد والے امریکیوں کے نزدیک سب ایک تھالی کے چٹے بٹے ہیں۔

ایک متعصب امریکی فوجی کے خیالات:

ایک امریکی شراب کے نشے میں تھا اس نے پہلے مجھے اور پھر دنیا کے مسلمانوں کو ایک موٹی سی گالی دی۔ پھر کہنے لگا۔

”جو ایک دفعہ کلمہ پڑھ لے یا جو مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہو، اس میں کہیں نہ کہیں اسلام کی رمق رہ جاتی ہے اور زندگی میں کبھی نہ کبھی وہ اس کا اظہار کر ہی ڈالتا ہے لہٰذا ہمارے نزدیک مسلمانوں کا ایک ہی علاج ہے کہ پہلے انہیں دولت کا لالچ دے کر خریدو۔ ان کے ایمان کمزور کرو اور اس کے بعد انہیں مٹا ڈالو۔ یہی کام ہم نے بوسنیا میں کیا۔ یہی کام ہم فلسطین میں کرتے چلے آ رہے ہیں اور اب یہی کام ہم افغانستان و عراق میں کر رہے ہیں۔ پھر وہ مجھے نہایت رازدارانہ لہجے میں کہنے لگا، مومند خان تم بوسنیا کے مسلمانوں سے زیادہ لبرل اور آزاد خیال نہیں ہو سکتے، ان کی دو تین نسلیں ہماری ہم نوالہ و ہم پیالہ تھیں، ان کے بوڑھے مساجد و قرآن کے نام سے نا آشنا ہو چکے تھے اور ان کے جوانوں کے دن رات نائٹ کلبوں میں ہمارے ساتھ گزرتے، وہ شراب بھی پیتے اور سور کا گوشت بھی کھاتے اس کے باوجود تم نے دیکھا کہ ہمارے ہم مذہبوں نے ان کے ساتھ کیسا سلوک کیا؟“

پھر خود ہی کہنے لگا۔ یہ درست ہے کہ بوسنیا کے مسلمان عملاً مسلمان نہیں تھے لیکن مومند خان ان کے نام تو مسلمانوں والے تھے۔

شمالی اتحاد والوں نے جو کچھ ہمارے لیے کیا وہ بجا مگر نام تو ان کے بھی مسلمانوں والے ہیں پھر انہوں نے ہمارے لیے جو کچھ کیا وہ دل و جان سے نہیں بلکہ دولت کے لالچ میں کیا ہے۔ دنیا میں مسلمانوں کی دو ہی قسمیں ہیں اولاً... مخلص مسلمان جیسے طالبان و عرب مجاہدین، ثانیاً، لالچی جیسے شمالی اتحاد والے انہیں ہم ہڈی ڈالیں تو وفاداری کے اظہار کے لیے بھونکتے ہیں اور اپنے ہم مذہبوں کو کاٹتے ہیں۔ لالچی کتا صرف اس وقت تک وفادار ہوتا ہے جب تک اسے ہڈی ملتی رہے۔ جب ہڈی نہ ملے وہ اپنے مالک کو کاٹ کھاتا ہے لہٰذا قبل اس کے کہ یہ کتے ہمیں کاٹ کھائیں ان کا علاج بھی ہمیں کرنا ہو گا۔

پیارے دوست سنو! امریکہ میں رہنے سہنے کی جو آسائشیں و سہولتیں ہیں، افغانستان میں ان کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ افغانستان نہ تو خوبصورت ملک ہے اور نہ اس میں سونے کے ذخائر ہیں اس کے باوجود ہم نے افغانستان پر حملہ کیا اور اب ہم ٹوٹی سڑکوں اور بنجر پہاڑوں والے ملک میں بیٹھے ہیں تو اس

کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ موجودہ صدی عیسائیت ویہودیت کی بالادستی اور مسلمانوں کے خاتمہ کی صدی ہے۔ افغانستان میں طالبان و عرب مجاہدین کے خاتمہ کے بغیر اگر ہم عراق پر حملہ کرتے تو یہ منظم جنگجو ہمارے لیے کسی بڑی پریشانی کا سبب بن سکتے تھے۔ لہٰذا عراق پر حملہ اور اس کے بعد مشرق وسطیٰ میں وسیع تر یہودی ریاست کا قیام اس کے لیے ضروری تھا کہ پہلے افغانستان میں موجود مجاہدین کی کمر توڑ دی جاتی۔

ہمیں خوشی ہے کہ مسلمانوں کی صفوں میں تم جیسے لالچی اور دولت کے بھکاری موجود ہیں۔ تم جیسے لوگوں کے تعاون سے ہمیں افغانستان میں کامیابی حاصل ہوئی اس کے بعد بھی اسلامی دنیا پر ہم فتوحات اور صلیب کی بالادستی کے جو جھنڈے گاڑنے والے ہیں اس مقدس جنگ میں یقینا مسلمانوں میں سے ہمیں ہزاروں مومند خان مل جائیں گے۔ میری دعا ہے کہ خداوند یسوع مسیح قربانی کو قبول کرے اور تمہیں اپنی راہ میں قبول فرما لے"۔

فرزند صلیب کی گفتگو تھی یا تیر کے تازیانے۔ اس کا ایک ایک لفظ خنجر کی طرح میرے دل و دماغ میں پیوست ہوتا چلا گیا۔ میں جس فوجی کو عام امریکی سمجھے ہوئے تھا جب اس کی پرتیں اور خول ٹوٹا تو اندر سے وہ ایک متعصب اور متشدد عیسائی نکلا۔ میں نے کہا:

"حیرت اور تعجب ہے بظاہر تم ایک عام اور سیدھے سادے امریکی نظر آتے ہو، اپنی فوجی ذمہ داریوں سے اکتائے ہوئے اور شراب و شباب کے رسیا۔ اندر سے تم متعصب عیسائی ہو اور صلیب کی سربلندی و بالادستی اور ہلال کو سرنگوں کر دینے کا عزم و ارادہ بھی رکھتے ہو۔ اس بسیار خور شرابی امریکی نے جو جواب دیا، اس جواب نے میرے لیے سوچ اور فکر و حیرت کے دروازے وا کر دیئے"۔

کہنے لگا:

"دوست اگر تم تاریخ سے دلچسپی رکھتے ہو تو پھر یقینا جانتے ہو گے کہ جب یورپ بھر کے عیسائیوں نے ارض فلسطین کی بازیابی اور بیت المقدس پر قبضہ کے لیے فوجی مہمات کا سلسلہ شروع کیا تو اس وقت اس مہم میں حصہ لینے والے فوجی آج کے مقابلے میں کہیں زیادہ شراب کے نشے میں بدکار وحشی تھے۔ یہی حال ہمارے حکمرانوں اور پادریوں کا تھا۔ وہ عام حالات میں شراب و شباب کے نشے میں بدمست رہتے لیکن جب معرکہ ہلال و صلیب برپا ہوتا تو پھر وہ حریف ے لیے آتش و آہن ثابت ہوتے اور جان کی بازی لگا دیتے، شراب ہمارے مذہبی جذبات کو بھڑکاتی اور دو آتشہ کرتی ہے۔ روس کی شکست کے بعد مسلمان دنیا میں اسلام کی بالادستی کے خواب دیکھنے لگے تھے۔ سائنس و ٹیکنالوجی میں ترقی ہم کریں۔ خشکی و تری پر راج ہمارا ہو۔ خلا کو فتح ہم کریں اور دنیا پر سیاسی و مذہبی اعتبار سے قبضہ اور استحکام کے خواب مسلمان دیکھیں، یہ بھلا کیسے اور کیونکر ممکن ہے؟"۔

اس کے بعد امریکی فوجیوں کی گفتگو دلچسپی اور غور کے ساتھ سننے لگا۔ تب مجھے یہ جان کر حیرت ہوئی کہ اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں اکثر و بیشتر امریکیوں کے خیالات، احساسات، جذبات اور عزائم ایک جیسے تھے۔ امریکیوں نے ابتدا میں افغانستان کی مہم کو "ڈالر کی لڑائی" کا نام دیا تھا مجھے جلد ہی احساس ہو گیا کہ "ڈالر کی لڑائی" کی اصطلاح محض ایک آڑ ہے۔ اصل میں امریکیوں کے نزدیک یہ ایمان و جان کا معرکہ ہے۔ اسی دوران قندھار کے ایئرپورٹ پر ایک واقعہ رونما ہو گیا جس نے مجھے لرزا اور کپکپا کر رکھ دیا۔ مجھے خود پر شرم آنے لگی میرے سوئے ہوئے ایمانی جذبات بھڑک اٹھے، میری ایمانی غیرت و حمیت جاگ اٹھی میں نے فیصلہ کر لیا کہ اب میری گن سے کلمہ گو بھائی نہیں بلکہ امریکی فوجی واصل جہنم ہوں گے۔

"تم کہتے ہو عزت اور کامیابی دین پر عمل کرنے میں ہے داڑھیاں رکھتے ہو کہ تمہارے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا حکم ہے۔ صلیب کو توڑنے اور اسلام کی بالادستی کے خواب دیکھنے والو بھلا دیکھو تو سہی تمہاری حیثیت کیا ہے۔ تمہاری حقیقت کیا ہے اور تمہاری اوقات کیا ہے؟ تم مفرور ہو تمہارا گھر نہیں کوئی وطن نہیں، تمہارے وطنوں میں پھانسی کے پھندے تمہارے منتظر ہیں افغانستان کی سرزمین ہم نے تمہارے نیچے سے کھینچ لی ہے اس وقت تمہارے لیے دنیا میں کوئی جائے پناہ نہیں وہ گھر جو تم نے افغانستان میں اپنے لیے بنائے تھے وہ مسمار اور برباد ہو گئے۔

ہم تمہیں روند دیں گے، مسل ڈالیں گے دوسرے مسلمانوں کے لیے عبرت کا نشان بنا دیں گے، تمہیں جہنم کے ایسے عذاب میں دھکیلیں گے کہ تم موت کی تمنا کرو گے لیکن تمہیں موت نہیں آئے گی"۔

یہ گفتگو، یہ حملے، یہ سوچ، یہ فکر، یہ عزم اور یہ ارادے ان امریکی افسروں کے تھے جو قندھار ائرپورٹ پر عرب قیدیوں سے تفتیش کرنے کے لیے آتے۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

"اللہ ہر چیز پر قادر ہے، اللہ کے نزدیک امریکہ اور ایک چیونٹی کی طاقت میں کوئی فرق نہیں!"

امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد رحمہ اللہ

خراسان کے گرم محاذوں سے

ترتیب و تدوین: عمر فاروق

افغانستان میں محض اللہ کی نصرت کے سہارے مجاہدین صلیبی کفار کو عبرت ناک شکست سے دوچار کر رہے ہیں۔ نومبر ۲۰۱۸ء میں ہونے والی اہم اور بڑی کارروائیوں کی تفصیل پیش خدمت ہے۔ یہ تمام اعداد و شمار امارت اسلامیہ ہی کے پیش کردہ ہیں۔ تمام کارروائیوں کی مفصل روداد امارت اسلامیہ افغانستان کی ویب سائٹ http://www.alemarahurdu.com پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

یکم نومبر:

☆صوبہ کابل میں کابل شہر کے حلقہ نمبر 5 کے مربوطہ سپین کلے چوک پر واقع چوکی میں مجاہدین کی نصب شدہ بموں سے حکمت عملی کے تحت تین دھماکے ہوئے، جس کے نتیجے میں 3 کنٹینر زاور 2 فوجی رینجر گاڑیاں تباہ ہوئیں جبکہ 8 اہل کار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ میں عبداللہ گل، کروسائی اور صاحب زادہ کے علاقوں میں کابل - قندہار شاہراہ پر مجاہدین نے فوجی کاروان پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 3 فوجی ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 14 ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ پکتیا کے ضلع سید کرام میں کوہ سین کے علاقے میں مجاہدین نے انٹیلی جنس سروس اور پولیس افسر گوڑصفت کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع نادعلی میں پل کے علاقے میں واقع چوکی پر حملہ ہوا، جس سے 7 اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک میں گزارگان اور حیدر آباد کے علاقوں میں پولیس پر لیزر گن حملہ ہوا، جس سے 6 اہلکار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع نادعلی میں بیلر اور پل کے علاقوں میں فوجیوں پر حملہ ہوا، جس سے 3 اہلکار ہلاک ہوئے۔

2 نومبر:

☆صوبہ بدخشان کے ضلع ارغنج خواہ میں مجاہدین جنگجوؤں کے خلاف وسیع کاروائی کا آغاز کیا، جس کے نتیجے میں تمام علاقے فتح ہونے کے علاوہ کمانڈر محی الدین سمیت 20 جنگجو ہلاک اور درجنوں زخمی جب کہ دیگر فرار ہوئے اور مجاہدین نے 6 عدد کلاشنکوفیں، 3 عدد ہیوی مشین گنیں اور کافی مقدار میں مختلف اسلحہ وغیرہ غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ فاریاب کے ضلع تگاب میں واقع اہم یونٹ پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے یونٹ فتح، 2 کمانڈروں سمیت 3 پولیس ہلاک، جبکہ 19 گرفتار ہوئے۔ مجاہدین نے 4 ٹینک، 16 کلاشنکوف، 3 ہیوی مشن گن، 2 راکٹ لانچر، ایک مارٹر توپ اور ایک اینٹی ائیر گرافٹ گن سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

3 نومبر:

☆صوبہ اورزگان کے ضلع خاص روزگان میں ظالم کمانڈر شجاعی کے جنگجوؤں کے خلاف مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 5 اہم کمانڈروں سمیت 43 جنگجو و پولیس ہلاک، جبکہ کمانڈر شجاعی سمیت متعدد زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے سات فوجی گاڑیاں، 14 موٹرسائیکل اور 34 عدد ہلکی بھاری ہتھیاروں سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامنا غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ اورزگان کے صدر مقام ترینکوٹ شہر میں ناوہ پایں کے علاقے میں واقع فوجی یونٹ پر مجاہدین نے حملہ کیا گیا، جس سے ٹینک تباہ اور 8 اہلکار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ کابل کے ضلع سروبی میں قلعہ حاجی کے علاقے میں انٹیلی جنس سروس افسر ملک شفیع اللہ کی گاڑی بم دھماکہ سے تباہ ہوئی اور اس میں سوار شفیع اللہ موقع پر ہلاک ہوا۔

☆صوبہ لغمان کے صدر مقام مہترلام شہر میں اطفائیہ کے علاقے میں مجاہدین نے اعلیٰ انٹیلی جنس سروس افسر عبدالمالک کو قتل کر دیا۔

☆صوبہ کابل میں کابل شہر میں فوجی مرکز میں تعینات ایک بااحساس افغان فوجی نے غاصب امریکی فوجوں پر گولیوں کی بوچھاڑ شروع کر دی، جس کے نتیجے میں متعدد وحشی غاصب فوجی ہلاک وزخمی ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع مارجہ میں قاسم بازار دشت اور ضلعی مرکز پر قریب پولیس و فوجیوں پر حملہ ہوا، جس سے 8 اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع شلگر میں چاردیوال کے علاقے میں واقع فوجی مرکز پر مجاہدین نے ہلکے و بھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں دشمن کو جانی و مالی نقصانات کا سامنا ہوا۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ میں باران قلعہ کے علاقے اسی نوعیت دھماکہ سے ایک فوجی ٹینک تباہ اور اس میں سوار 3 اہلکار ہلاک جب کہ 2 زخمی ہوئے۔

4 نومبر:

☆صوبہ غزنی کے ضلع شلگر میں چاردیوال کے علاقے میں فوجی مرکز کے قریب بکتربند ٹینک بارودی سرنگ کا نشانہ بن کر تباہ ہوا اور اس میں سوار 5 اہلکار لقمہ اجل بن گئے۔

☆صوبہ لوگر کے ضلع چرخ میں پستجک اور خواجہ عملی کے علاقوں میں واقع چوکیوں پر حملوں کے دوران 5 سیکورٹی اہلکار ہلاک مارے گئے۔

☆صوبہ اورزگان کے صدر مقام ترین کوٹ شہر میں ناوہ پایں کے علاقے میں واقع مراکز پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے 2 اہم یونٹ فتح، 4 ٹینک تباہ، متعدد اہلکار ہلاک وزخمی، جبکہ 16 فوجی و پولیس مجاہدین نے گرفتار کر لیے۔ مجاہدین نے 2 ٹینک، 2 اینٹی ائیر گرافٹ گن، 2 راکٹ لانچر، 2 مارٹر توپ، 9 کار مولی، 6 امریکن ہیوی مشن گن اور ایک بم آفگن سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ غزنی کے صدر مقام غزنی شہر میں روضہ کے علاقے میں واقع پولیس چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 6 اہلکار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع مارجہ میں ضلعی مرکز کے قریب اور کیمپ کے علاقے میں واقع چوکیوں اور گشتی پارٹی پر لیزر گن حملہ ہوا، جس سے 6 اہلکار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ فاریاب کے ضلع پشتونکوٹ میں 15 شرپسندوں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈال دیے۔

5نومبر:

☆صوبہ غزنی کے صدر مقام غزنی شہر میں قلعہ قاضی کے علاقے کاریز کے مقام پر مجاہدین نے نام نہاد ضلع خوگیانی کے مرکز اور چوکیوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ایک چوکی فتح اور وہاں تعینات 18 اہلکار ہلاک جب کہ 6 زخمی ہوئے اور 2 فوجی رینجر گاڑیاں اور 3 ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ مجاہدین نے 3 ہیوی مشین گنیں، 6 کلاشنکوفیں، 3 امریکی رائفلیں ایک راکٹ اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کرلی۔ واضح رہے کہ ضلع خوگیانی کا مرکز اور تمام علاقہ گذشتہ تین سال سے مجاہدین کے قبضے میں ہے اور دشمن نے غزنی شہر میں نام نہاد مرکز قائم کیا ہوا ہے۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ میں لیونے بازار اور خالو خیل کے علاقوں میں مجاہدین کے حملوں میں 5 فوجی ہلاک ہوئے اور 2 ٹینک بھی تباہ کر دیے۔

☆صوبہ کابل میں کابل شہر میں واقع فوجی مرکز میں تعینات بااحساس افغان فوجی نے امریکی ٹرینٹروں اور فوجیوں پر گولیوں کی بوچھاڑ شروع کر دی، جس میں متعدد وحشی ہلاک و زخمی ہوئے۔ دوسری جانب امریکی حکام نے حملے میں امریکی ریاست یوتا کے اوگڈون شہر کے میئر مسٹر برنٹ ٹیلور کی ہلاکت کی تصدیق بھی ہے، جو کچھ عرصہ افغان فوجیوں کی تربیت کی غرض سے آئے تھے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع نادعلی میں ریگ چارراہی کے علاقے میں رابط مجاہد نے دشمن پر فائرنگ کا سلسلہ کھولا، جس سے کمانڈر (نفس) سمیت 4 پولیس ہلاک ہوئے

☆صوبہ قندہار کے ضلع خاکریز میں اروغ کے علاقے میں واقع اہم چوکی پر لیزر گن حملہ ہوا، جس سے چوکی فتح، ٹینک ورینجر گاڑی تباہ، 14 فوجی ہلاک ہوئے۔ مجاہدین نے ایک موٹر سائکل، ایک اینٹی ائیر گرافٹ گن، ایک کارمولی، 2 راکٹ لانچر، 3 ہیوی مشن گن، 8 کلاشنکوف اور 2 رات والے دوربینوں سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا۔

☆صوبہ سرپل کے ضلع سنگچارک میں تبیر اور تغایخواجہ کی درمیانی علاقے میں واقع چوکی پر حملہ ہوا، جس سے 2 کمانڈروں سمیت 10 اہلکار ہلاک وزخمی ہوے۔

☆صوبہ فراہ کے ضلع پشترود میں مسودوں دوراہی کے علاقے میں فوجی قافلے پر حملہ ہوا، جس سے ٹینک تباہ اور 4 فوجی ہلاک، جبکہ 6 مزید زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے ایک اینٹی ائیر گرافٹ گن، 2 جلسئی بندوق اور ایک چلتر بندوق غنیمت کرلی۔

☆صوبہ روزگان کے ضلع خاص روزگان میں کندلان کے علاقے میں کمانڈر شجاعی کے جنگ جوؤں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے 11 اہلکار ہلاک ہوئے۔ مجاہدین نے 6 کلاشنکوف، 2 ایم 16 امریکی کارمولی، ایک راکٹ لانچر، 2 ہیوی مشن گن اور 3 وائیرلیس سیٹوں سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا۔

☆صوبہ زابل کے ضلع شملزوں میں جنجیر کے علاقے میں واقع چوکی پر مجاہدین نے ہلکے وبھاری ہتھیاروں اور لیزر گن سے حملہ کیا، جس سے ٹینک تباہ، 8 اہلکار ہلاک، جبکہ 3 زخمی ہوئے۔

6نومبر:

☆صوبہ میدان کے ضلع سید آباد میں شیخ آباد کے علاقے زرنی کے مقام پر واقع فوجی چوکی پر حملہ کیا گیا، جس کے نتیجے میں چوکی فتح اور وہاں تعینات اہلکاروں میں سے 8 ہلاک جب کہ 2 گرفتار اور مجاہدین نے 8 امریکی ہیوی مشین گنیں، ایک روسی ہیوی مشین گن، ایک راکٹ اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا۔

☆صوبہ فراہ کے ضلع پشتکوہ میں میلیئ 78 کے علاقے میں واقع اہم یونٹ پر حملہ ہوا، جس سے مرکز فتح، 5 ٹینک، 2 کاماز گاڑیاں اور 15 امریکن موٹر سائیکل تباہ، 30 فوجی ہلاک، جبکہ 20 گرفتار ہوئے۔ مجاہدین نے 2 ٹینک، 2 رینجر گاڑیاں، ایک کاماز گاڑی، ایک لوکسل کار اور 130 عدد ہلکے وبھاری ہتھیار غنیمت کرلیا۔

☆صوبہ فراہ کے ضلع بالابلوک میں کنسک کے علاقے میں واقع فوجی مرکز پر لیزر گن حملہ ہوا، جس سے 8 فوجی ہلاک، جبکہ 4 مزید زخمی ہوئے۔

☆صوبہ فاریاب کے ضلع پشتونکوٹ میں مقامی جنگجوؤں اور نام نہاد کمانڈوز نے مجاہدین کے مورچوں پر حملہ کیا، جن پر مجاہدین فوری کاروائی کی، جس سے 10 اہلکار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ ہرات کے ضلع شینڈنڈ میں قلعہ دختر کے علاقے میں واقع چوکی میں تعینات رابط مجاہد نے دشمن پر فائرنگ کیا اس کے ساتھ مجاہدین نے دشمن کے چوکیوں پر ہلکے وبھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا، جس سے 24 اہلکار ہلاک، جبکہ 9 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ زابل کے صدر مقام قلات شہر میں ہونے والے بم دھماکہ سے ٹینک تباہ اور اس میں سوار کمانڈر (محمد نبی) سمیت 8 اہلکار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ زابل کے ضلع شاہ جوئی میں چینہ کے علاقے کے حاجی صاحب قلعہ کے علاقے میں دشمن پر گھات کی صورت میں حملہ ہوا، جس سے کمانڈر (نجیب) سمیت 4 اہلکار ہلاک ہوئے۔

7نومبر:

☆صوبہ فاریاب کے ضلع پشتونکوٹ میں بند سرحوض اور باغ نبی کے علاقوں میں واقع فوجی مراکز پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے 3 اہم یونٹ اور 10 چوکیاں فتح، 2 کمانڈوز، 2 جنگجو ہلاک، جبکہ دیگر نے فرار کی راہ اپنالی۔ مجاہدین نے وسیع پیانے پر ہلکے وبھاری ہتھیار بھی غنیمت کرلیا۔

☆صوبہ فراہ کے ضلع بالابلوک میں کنسک کے علاقے میں فوجی یونٹ پر حملہ ہوا، جس سے 8 فوجی ہلاک، جبکہ 7 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ فراہ کے صدر مقام فراہ شہر میں مربوط دھیک کے علاقے میں واقع چوکیوں پر حملہ ہوا، جس سے ایک چوکی فتح، 7 پولیس اہل کار موقع پر ہلاک ہوئے اور مجاہدین نے ایک بم آفگن، پانچ کلاشنکوف اور 2 موٹر سائیکل غنیمت کرلیے۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع جاغوری میں انگوری کے علاقے میں واقع پولیس مرکز اور چوکیوں پر حملہ کیا گیا، جس میں کمانڈر باشی قلعہ سمیت 9 چوکیاں فتح اور 25 سے زائد سیکورٹی اہلکار ہلاک ہوئے جب کہ مجاہدین نے 2 فوجی گاڑیاں اور کافی مقدار میں اسلحہ وغیرہ غنیمت کرلی۔

☆صوبہ فراہ کے ضلع پشتکوہ میں میلیئ 78 کے علاقے میں واقع اہم فوجی یونٹ پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے یونٹ فتح، پانچ ٹینک، 2 کاماز گاڑیاں اور 15 امریکی سائیکل تباہ، کمانڈروں سمیت 30 اہلکار ہلاک، جبکہ 22 گرفتار ہوئے۔ مجاہدین نے 2 ٹینک، 2 رینجر گاڑیاں، ایک کاماز گاڑی، ایک لوکسل کار، 65 کلاشنکوف، 6 ہیوی مشن گن، پانچ اینٹی ائیر کرافٹ گن، 34 پستول، 9 چلتر بندوق، پانچ شیش تیر بندوق، پانچ راکٹ لانچر، 4 بم آفگن، پانچ کمر شکن بندوق اور چار گاڑیاں فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع مارجہ میں زقوم چارراہی اور کیمپ کے علاقوں میں دشمن پر حملہ ہوا، جس سے 5 اہلکار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ روزگان کے صدر مقام ترینکوٹ شہر میں کرم کاریز اور مرچہ کے علاقوں میں واقع فوجی مراکز پر حملہ ہوا، جس سے 2 یونٹ، 3 چوکیاں فتح، اور ان میں تعینات اہلکاروں نے نقصانات اٹھاتے ہی ضلع نیش کی طرف فرار کی راہ اپنالی۔

☆صوبہ بادغیس کے ضلع مقر میں قل استاذ کے علاقے میں واقع چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے چوکی فتح، 7 فوجی ہلاک اور 12 زخمی ہوئے، جبکہ دیگر نے فرار کی راہ اپنالی۔ مجاہدین نے ایک ہیوی مشن گن، 2 راکٹ لانچر، پانچ کارمولی بندوق سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ فراہ کے ضلع بکوامیں مربوطہ علاقے میں امیر المومنین شیخ الحدیث والتفسیر ھبۃ اللہ اخندزادہ حفظہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق 31 فوجی اور پولیس اہلکار جو مختلف لڑائیوں میں گرفتار ہوئے تھے رہا کر دیے گئے۔ یاد رہے کہ مذکورہ اہلکار چار ماہ سے مجاہدین کے محبس میں اسیر تھے اور خاص تقسیم الاوقات کے تحت امارت اسلامیہ کے مجاہدین نے ان کو مختلف دینی کورس کروائے اور منگل کے روز ان کے اقرباء کے حوالے کر دیے۔

8 نومبر:

☆صوبہ فاریاب کے ضلع قیصار میں ارکلیک کے علاقے میں واقع جنگجوؤں کی چوکی پر حملہ ہوا، جس سے چوکی فتح، 2 ٹینک، 3 موٹر سائیکل تباہ، 4 اہلکار ہلاک جب کہ ۵ زخمی ہوئے۔

☆صوبہ میدان کے ضلع سید آباد میں مجاہدین نے کابل- قندہار قومی شاہراہ پر دو چوکیوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چوکیاں فتح اور وہاں تعینات 27 اہلکار ہلاک ہوئے۔ مجاہدین نے 20 عدد مختلف النوع ہلکے و بھاری ہتھیار غنیمت کر لیے۔

☆صوبہ قندوز کے ضلع دشت آرچی میں ہزار باغ دشت کے علاقے میں واقع فوجی بیس پر ہلکے و بھاری ہتھیاروں سے لیس مجاہدین نے چھاپہ مار کارروائی کی، جس کے نتیجے میں بیس فتح اور وہاں تعینات 22 اہلکار ہلاک ہونے کے علاوہ ایک ٹینک اور دو ڈی سی توپیں تباہ ہوئیں اور مجاہدین نے کافی مقدار میں اسلحہ وغیرہ بھی غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ غزنی کے صدر مقام غزنی شہر میں قلعہ قاضی کے علاقے میں واقع پولیس مرکز پر حملہ کیا گیا، جس کے نتیجے میں مرکز مکمل طور پر فتح اور وہاں تعینات اہلکاروں میں سے 17 ہلاک جب کہ 5 گرفتار ہونے کے علاوہ 3 فوجی ٹینک بھی مکمل طور پر تباہ ہوئے۔ مجاہدین نے ایک ٹینک، ایک موٹر سائیکل، 10 کلاشنکوفیں، 4 ہیوی مشین گنیں، 3 راکٹ لانچر، ایک امریکی گن، فوجی سازوسامان سے بھری ہوئی دو گاڑیاں وغیرہ غنیمت کر لیں۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع جاغوری میں انگوری کے علاقے میں واقع پولیس مرکز اور چوکیوں پر مجاہدین نے اسی نوعیت کا حملہ کیا، جس کے نتیجے میں کمانڈر باشی کا مرکز اور 14 چوکیاں فتح ہونے کے علاوہ 26 اہلکار ہلاک ہوئے۔ مجاہدین نے 6 عدد گاڑیاں، 4 عدد اینٹی ایئر کرافٹ گنیں اور کافی مقدار میں مختلف النوع اسلحہ وغیرہ قبضے میں لے لیا۔

☆صوبہ تخار کے ضلع خواجہ غار میں واقع فوجی مرکز اور چوکیوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں تمام علاقے فتح اور وہاں تعینات اہلکاروں میں سے 18 ہلاک جب کہ 11 زخمی ہوئے اور دیگر فرار ہونے کے علاوہ مجاہدین نے 4 کلاشنکوفیں اور دیگر فوجی ساوز سامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ فاریاب کے ضلع قیصار میں ارکلیک کے علاقے میں واقع چوکی پر حملہ ہوا، جس سے چوکی فتح، 2 ٹینک اور 3 موٹر سائیکل تباہ، 7 جنگجو ہلاک، 11 زخمی ہوئے، جبکہ دیگر نے فرار کی راہ اپنالی۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع نادعلی میں خسرآباد کے علاقے میں واقع چوکی پر حملہ ہوا، جس سے ٹینک تباہ اور 8 اہلکار ہلاک ہوئے۔

9 نومبر:

☆صوبہ غزنی کے مفتوحہ ضلع یرگتو میں واقع اہم فوجی چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چوکی تباہ اور وہاں تعینات اہلکاروں میں سے 10 ہلاک جب کہ 4 زخمی اور مجاہدین نے ایک راکٹ لانچر اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کر لی۔

☆صوبہ قندوز کے ضلع دشت آرچی میں قرلق کے علاقے میں واقع چوکیوں پر مجاہدین نے اسی نوعیت کا حملہ کیا، جس میں جنگجو کمانڈر شاعر کی چوکی فتح ہونے کے علاوہ 2 ٹینک اور ایک رینجر گاڑی تباہ ہوئی اور ساتھ 25 سیکورٹی اہلکاروں بھی ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ بادغیس کے ضلع آب کمرئی میں دفاعی چوکیوں پر حملہ ہوا، جس سے ایک چوکی فتح، کمانڈروں سمیت 5 پانچ فوجی ہلاک ہوئے۔ مجاہدین نے ایک ہیوی مشن گن، 3 کلاشنکوف اور چار موٹر سائکلوں سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ بادغیس کے ضلع مقر میں بلوچانوں کے علاقے میں واقع چوکی پر حملہ ہوا، جس سے چوکی فتح، 4 فوجی ہلاک، 6 زخمی ہونے کے علاوہ 5 اہلکار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ قندوز کے ضلع قلعہ ذال میں اخت تپہ کے علاقے میں واقع سیکورٹی فورسز کی 3 چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں تینوں چوکیاں فتح اور وہاں تعینات جنگجو کمانڈروں خوش بخت اور حقجون سمیت 10 اہلکار ہلاک جب کہ کمانڈر کریم کے ہمراہ 12 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ قندوز کے ضلع دشت آرچی میں قرلق کے علاقے میں دشمن کے خلاف وسیع کاروائی کا آغاز کیا گیا۔ جس کے نتیجے میں 19 چوکیاں اور وسیع فتح ہونے کے علاوہ 2 فوجی ٹینک تباہ اور درجنوں اہلکار ہلاک وزخمی ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک میں نہر سراج کے علاقے کے چارگل پٹرول پمپ اور عبد العزیز پٹرول پمپ کے علاقوں میں فوجیوں وپولیس اہلکاروں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے 9 اہلکار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ ہرات کے ضلع شینڈنڈ میں زیر کوہ اور عزیز آباد کے علاقوں میں واقع چوکیوں پر حملہ ہوا، جس سے ٹینک تباہ اور 6 اہلکار ہلاک، جبکہ 8 مزید زخمی ہوئے۔

☆صوبہ فراہ کے صدر مقام فراہ شہر میں واقع چوکیوں پر حملہ ہوا، جس سے 2 چوکیاں فتح، کمانڈر سمیت 16 پولیس و فوجی ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ بدخشان کے صدر مقام فیض آباد شہر میں پولیس چوکی پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں کمانڈر علاؤالدین سمیت 4 اہلکار ہلاک جبکہ 3 زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے 5 عدد کلاشنکوفیں، ایک ہینڈ گرنیڈ، ایک رائفل اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع سنگین میں غاصب امریکیوں اور ان کے کٹھ پتلیوں نے آپریشن کا آغاز کیا، جن پر مجاہدین نے فوراً جوابی کاروائی کی، جس سے ایک امریکی ٹینک اور افغان فوج کے 3 فوجی ٹینک تباہ اور ان میں سوار اہلکار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ بادغیس کے ضلع قادس میں ضلعی مرکز کے قریب واقع فوجی مراکز پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے ایک فوجی یونٹ اور 3 چوکیاں فتح ہونے کے علاوہ ایک ٹینک، ایک رینجر گاڑی اور 3 موٹر سائیکل تباہ ہوئی۔

☆صوبہ قندہار کے ضلع ارغستان میں مغلگیان کے علاقے میں واقع چوکی پر حملہ ہوا، جس سے چوکی فتح، رینجر گاڑی تباہ، 7 فوجی ہلاک ہوئے۔ مجاہدین نے دشمن سے 2 ہیوی مشن گن، 9 کلاشنکوف اور مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ قندوز کے ضلع دشت آرچی میں ادیسہ کے علاقے میں مجاہدین نے چوکیوں پر حملہ کیا، جس میں کمانڈر عبدالوہاب اور رؤف سمیت 28 ہلاک جب کہ 15 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ ہرات ضلع فارسئی کے مربوطہ علاقے میں 14 جنگجوؤں اور فوجیوں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالے۔

10 نومبر:

☆صوبہ ہلمند کے ضلع ناد علی میں متکئی کے علاقے میں واقع مرکز پر حملہ ہوا، جس سے 5 پولیس ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے صدر مقام لشکر گاہ شہر کے حلقہ نمبر چار کے علاقے میں شمالان کے مقام پر واقع 2 چوکیوں پر حملہ ہوا، جس سے 3 اہلکار ہلاک و زخمی ہوئے۔

11 نومبر:

☆صوبہ غزنی کے ضلع جاغوری میں انگوری بازار کے علاقے میں واقع سیکورٹی فورسز کی پانچ چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں تمام چوکیاں فتح ہوئیں اور ساتھ ہی تازہ دم کمانڈوز کو بھی نشانہ بنایا گیا جس سے 22 کمانڈوز ہلاک ہوئے اور 2 فوجی ٹینک بھی تباہ ہوئے۔ مجاہدین نے 8 عدد امریکن ایم فور گنیں، 2 عدد ہیوی مشین گنیں، ایک راکٹ لانچر، 8 عدد لیزر، 2 عدد دوربین بھی غنیمت کر لی۔

☆صوبہ ہلمند کے صدر مقام لشکر گاہ شہر کے حلقہ نمبر چار کے علاقے کے شمالان کے مقام پر واقع چوکیوں پر حملہ ہوا، جس سے 5 اہلکار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع ناد علی میں ناقل آباد اور ہزار گان کے علاقوں میں واقع پولیس چوکیوں پر لیزر گن حملہ ہوا، جس سے ٹینک تباہ، 8 اہلکار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع سنگین میں تعمیرانو کے علاقے میں مجاہدین نے دشمن کے مراکز پر میزائل داغے، جو اہداف پر گرے، جس سے 9 اہلکار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ روزگان کے صدر مقام ترینکوٹ شہر میں ناوہ پایں اور خانقہ کے علاقوں میں واقع دشمن کے مراکز پر حملہ ہوا، جس سے پانچ اہم مراکز فتح اور 30 اہلکار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ بغلان کے ضلع برکہ میں شہر نوفلول کے علاقے میں واقع فوجی بیس پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں مرکز فتح اور وہاں تعینات اہلکاروں میں سے جنگجو کمانڈر اور بیس کمانڈر سمیت 14 اہلکار ہلاک ہوئے۔ مجاہدین نے ایک فوجی ٹینک، 6 عدد ایم 16 امریکی رائفلیں، 3 عدد کلاشنکوفیں، ایک عدد ایم 4 امریکی ہیوی مشین گن، ایک عدد اینٹی ایئر کرافٹ، ایک عدد مارٹر اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

12 نومبر:

☆صوبہ غزنی کے ضلع مالستان میں مجاہدین نے ضلعی مرکز اور آس پاس دفاعی چوکیوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ضلعی مرکز، پولیس ہیڈ کوارٹر اور 6 چوکیاں فتح ہونے کے علاوہ 11 کمانڈوز سمیت 31 اہلکار ہلاک جب کہ متعدد زخمی ہوئے۔

☆صوبہ فراہ کے ضلع خاکسفید میں مجاہدین نے ضلعی مرکز، پولیس ہیڈ کوارٹر اور دفاعی چوکیوں پر حملہ کیا، جس سے مذکور مراز اور وسیع علاقے فتح ہونے کے علاوہ 30 اہلکار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ فراہ شہر کے صدر مقام فراہ شہر کے دفاعی چوکیوں پر بھی مجاہدین نے وسیع حملہ کیا، جس 2 چوکیاں فتح، ٹینک تباہ، 10 اہلکار ہلاک، 9 زخمی ہونے کے علاوہ 9 اہلکار گرفتار ہوئے۔ مجاہدین نے 10 کلاشنکوف، ایک بم آفگن، 2 ہیوی مشن گن اور ایک راکٹ لانچر سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ ہلمند کے صدر مقام لشکر گاہ شہر میں حلقہ نمبر چار کے شالان اور گودر کے علاقوں میں دشمن کے چوکیوں پر لیزر گن حملہ ہوا، جس سے 8 اہلکار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ فراہ کے ضلع خاکسفید میں مجاہدین نے دشمن کے مراکز پر حملہ کیا، جس سے اہم اور وسیع (خوست) علاقہ فتح، 7 رینجر گاڑیاں تباہ ہوئیں، جبکہ کمانڈر (عالمک) اور کمانڈر (عبید اللہ) سمیت 32 پولیس و جنگجو ہلاک، 6 زخمی ہوئے۔ مجاہدین نے 6 گاڑیاں، 12 موٹر سائیکل اور 40 عدد ہلکے وبھاری ہتھیار غنیمت کر لیے۔

13 نومبر:

☆صوبہ ہلمند کے ضلع ناوہ میں خسر آباد کے علاقے میں واقع پولیس چوکی پر حملہ ہوا، جس سے چوکی فتح، 2 رینجر گاڑیاں تباہ، 8 اہلکار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ زابل کے ضلع شاہ جوئی میں واقع فوجی یونٹ پر لیزر گن حملہ ہوا، جس سے 9 فوجی ہلاک اور مجاہدین نے مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ قندہار کے ضلع خاکریز میں منڈ کک کے علاقے میں واقع پولیس چوکی پر لیزر گن حملہ ہوا، جس سے چوکی مکمل طور پر فتح، 10 اہلکار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ فراہ کے صدر مقام فراہ شہر میں دھیک کے علاقے میں واقع اہم یونٹ پر حملہ ہوا، جس سے 6 اہلکار ہلاک، جبکہ پانچ زخمی ہوئے۔

14 نومبر:

☆صوبہ فراہ کے ضلع بالابلوک میں ضلعی مرکز، پولیس ہیڈکوارٹر اور دفاعی چوکیوں پر مجاہدین نے لیزر گن حملہ کیا، جس سے ایک چوکی فتح، 6 پولیس ہلاک، جبکہ 4 گرفتار ہوئے۔ مجاہدین نے ایک ہیوی مشن گن، ایک راکٹ لانچر، 6 کلاشنکوف، 2 چلتر بندوق اور ایک بم آفگن سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ میدان کے ضلع سید آباد میں منگلی کے علاقے میں واقع قندہار-کابل قومی شاہراہ پر واقع فوجی چوکی مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چوکی فتح اور وہاں تعینات 9 اہلکار ہلاک جب کہ دیگر فرار ہوئے۔ مجاہدین نے ایک اینٹی ایئر کرافٹ گن، 4 ہیوی مشین گنیں، 5 امریکی گنیں، ایک راکٹ اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ تخار کے ضلع اشکمش میں واقع فوجی مراکز اور چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں چینت بالا، چینت پاین، قغنی اور کتہ قرون کے علاقے اور 6 چوکیاں مکمل طور پر فتح ہوئیں اور وہاں تعینات جنگجوؤں میں سے 6 ہلاک جب کہ 2 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ غزنی کے صدر مقام غزنی شہر میں مجاہدین نے تین چوکیوں پر اسی نوعیت کا حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ایک چوکی فتح اور وہاں تعینات 14 اہلکار ہلاک جب کہ 7 زخمی اور مجاہدین نے کافی مقدار میں ہلکے وبھاری ہتھیار غنیمت کر لی۔

☆صوبہ قندوز کے ضلع قلعہ ذال میں مجاہدین نے فوجی بیس اور چوکی پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں بیس اور چوکی فتح اور وہاں تعینات اہلکاروں میں سے 26 ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ روزگان کے صدر مقام ترینکوٹ شہر میں مجاہدین نے فوجی یونٹ وچوکیوں پر حملہ کیا، جس سے 31 اہلکار ہلاک، جبکہ متعدد زخمی ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع گرشک میں میں مجاہدین سے فوجیوں اور پولیس اہلکاروں کی جھڑپیں ہوئیں، جس سے ٹینک تباہ اور 16 اہلکار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ روزگان کے صدر مقام ترینکوٹ شہر میں ناوہ پایں میں واقع فوجی یونٹ اور چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے 2 ٹینک ایک رینجر گاڑی تباہ اور 33 پولیس اہلکار موقع پر ہلاک ہوئے۔

15 نومبر:

☆صوبہ غزنی کے صدر مقام غزنی شہر میں شہباز کے علاقے میں قندہار-کابل شاہراہ پر مجاہدین نے قرہ باغ جانے والے فوجی کاروان پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 7 اہلکار ہلاک جب کہ 5 زخمی، ایک فوجی رینجر گاڑی اور ایک بکتر بند ٹینک بھی تباہ ہوا۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع شلگر میں نانی اور یرگتو کے علاقوں میں کابل-قندہار قومی شاہراہ مجاہدین نے فوجی کاروان پر اسی نوعیت کا حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 2 فوجی رینجر، ایک بڑی گاڑی اور ایک ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 12 اہلکار ہلاک جب کہ 8 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ میدان کے ضلع چک میں واقع مقامی جنگجوؤں کی چوکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 3 چوکیاں فتح ہوئیں اور وہاں تعینات کمانڈر ذبیح اللہ سمیت 14 جنگجو ہلاک ہوئے۔ مجاہدین نے 4 عدد ہیوی مشین گنیں، 3 عدد کلاشنکوفیں، 2 عدد راکٹ لانچر، 2 عدد بڑی وائرلیس سیٹیں اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ فراہ کے ضلع خاکسفید میں خوست کے علاقے کے مشہور جنگجو کمانڈر بسم اللہ کی سربراہی میں 90 جنگجوؤں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالے۔

☆صوبہ ہلمند کے ضلع نوزاد کے بازار پر قابض امریکیوں اور نام نہاد کمانڈوز نے ہیلی کاپٹروں کے ذریعے چھاپہ مارا، جن پر مجاہدین نے فوراً جوابی کاروائی کی، جس سے ایک امریکی اور 4 افغان کمانڈوز موقع پر ہلاک، جب کہ ایک امریکی اور 3 افغان کمانڈوز زخمی ہوئے۔

16 نومبر:

☆صوبہ ہرات کے ضلع شینڈنڈ میں فزہ چنگان کے علاقے میں واقع چوکی پر حملہ ہوا، جس سے چوکی فتح، 7 فوجی ہلاک ہوئے۔ مجاہدین نے ایک ٹینک، ایک کارمولی، 2 ہیوی مشن گن اور 3 کلاشنکوفوں سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ تخار کے ضلع اشکمش کے مربوطہ علاقوں میں سیکورٹی فورسز نے مجاہدین کے مراکز پر حملہ کیا، جنہیں شدید مزاحمت کا سامنا ہوا اور لڑائی چھڑ گئی، جس کے نتیجے میں 6 اہلکار ہلاک جب کہ 4 زخمی اور دیگر نے فرار کی راہ اپنالی۔

☆صوبہ نیمروز کے ضلع دلارام میں لخشاکان کے علاقے میں امریکی سپلائی کارواں پر ہونے والے بم دھماکہ سے کاماز گاڑی تباہ اور اس میں سوار اہلکار ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ فراہ کے ضلع خاکسفید میں 2 اہم کمانڈروں سمیت 100 شرپسندوں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالے۔

17 نومبر:

☆صوبہ فاریاب کے ضلع قیصار میں 15 جنگجوؤں نے مجاہدین کی مخالفت سے دستبرداری کا اعلان کیا۔

☆صوبہ فراہ کے صدر مقام فراہ شہر میں ریگئی کے علاقے میں واقع چوکی میں تعینات 9 اہلکاروں نے کمانڈر سمیت مجاہدین کے سامنے ہتھیار دالے۔

☆صوبہ قندوز کے صدر مقام قندوز شہر میں واقع چوکی پر ہونے والے حملے میں چوکی فتح ہونے کے علاوہ وہاں تعینات اہلکاروں میں سے 5 ہلاک جب کہ 7 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ تخار کے ضلع اشکمش میں آب رود کے علاقے میں معروف جنگجو کمانڈر اسماعیل کو مجاہدین نے حکمت عملی کے تحت موت کے گھاٹ اتار دیا۔

☆صوبہ بلخ کے ضلع چمتال میں آہن قلعہ کے علاقے میں واقع چوکی پر ہونے والے حملے میں 5 جنگجو ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ ننگرہار کے ضلع خوگیانی میں زاوہ کے علاقے میں جارح امریکی فوجوں نے کٹھ پتلی کمانڈو کے ہمراہ مجاہدین کے اس فرنٹ لائن اور مراکز پر چھاپہ مارا، جہاں مجاہدین داعش کے خلاف مورچہ زن تھے اور اس دوران مجاہدین نے دشمن کو ہلکے وبھاری ہتھیاروں کا نشانہ بنایا، جس کے نتیجے میں 16 کمانڈو ہلاک جب کہ متعدد زخمی ہوئے۔

☆صوبہ بغلان کے ضلع برکہ میں باباغائب اور ناقل کے علاقوں کٹھ پتلی فوجوں نے میں مجاہدین پر حملہ کیا، جنہیں شدید مزاحمت کا سامنا ہوا۔ جس میں 2 ٹینک تباہ ہونے کے علاوہ 6 اہلکار ہلاک جب کہ 5 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ کابل کے ضلع دہ سبز میں ہوتی کے علاقے میں بگرام ایئرپورٹ سپیشل کورٹ کے ججوں کی گاڑی کو مجاہدین کی کمین گاہ کا سامنا ہوا، جس میں 4 ججز ہلاک اور زخمی ہوئے۔

18 نومبر:

☆صوبہ لوگر کے ضلع برکی برک میں شیر وازہ کے علاقے میں بم دھماکہ سے فوجی ٹینک تباہ اور اس میں سوار ضلعی سربراہ، سیکورٹی افسر محافظوں سمیت ہلاک ہوا۔

☆صوبہ لوگر کے ضلع محمد آغہ میں مرکز کے قریب نامزد رکن پارلمان عبدالبصیر کی گاڑی اسی نوعیت دھماکہ سے تباہ اور اس میں سوار عبدالبصیر ہلاک جب کہ خوست ایئرپورٹ میں کمانڈر کے عہدے پر فائز رہنے والا ظالم کمانڈر حاکم جان شدید زخمی ہوا۔

☆صوبہ زابل کے ضلع شینکئی میں چوکی میں تعینات 3 رابط مجاہدین نے کاروائی کی، جس سے چوکی فتح، 9 پولیس گرفتار اور 2 ہلاک ہوئے۔ مجاہدین نے ایک رینجر گاڑی، 9 کار مولی، 4 کلاشنکوف، ایک ہیوی مشن گن سمیت فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا۔

☆صوبہ زابل کے ضلع شہر صفا میں عبدالعزیز پٹرول پمپ کے علاقے میں واقع چوکی پر لیزر گن حملہ ہوا، جس سے 8 اہلکار ہلاک ہوئے۔

19 نومبر:

☆صوبہ فاریاب کے ضلع قیصار میں بالا بام کے علاقے میں کمانڈر سمیت 4 اہلکاروں نے مجاہدین کی مخالفت سے دست برداری کا اعلان کیا۔

☆صوبہ فراہ کے صدر مقام فراہ شہر میں سیکورٹی اجلاس میں شرکت کے لیے پانچ ہیلی کاپٹروں میں آئے ہوئے غاصب امریکی ایئر بیس پر اترے اور اسی دوران میں مجاہدین نے ان پر میزائل حملہ کیا، جس سے ناکام دشمن نے اجلاس ملتوی کردیا۔

☆صوبہ فراہ کے ضلع بکو میں مربوطہ علاقے میں شیخ الحدیث والتفسیر امیر المؤمنین ھبۃ اللہ حفظہ اللہ تعالی کے حکم کے مطابق مجاہدین نے 35 فوجیوں اور پولیس اہلکاروں کو رہا کردیا۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع مالستان کے مرکز کے قریب مجاہدین نے کٹھ پتلی کمانڈو پر حملہ کیا، جس میں 7 اہلکار ہلاک ہوئے۔

20 نومبر:

☆صوبہ قندہار کے ضلع شاولیکوٹ کے اردو بلاغ کے علاقے میں سپلائی کرنے والے کاروان پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے ایک ٹینک 2 کاماز گاڑیاں تباہ، 21 اہلکار ہلاک ہوئے۔ مجاہدین نے ایک کاماز گاڑی، ایک راکٹ لانچر، 3 کلاشنکوف اور 3 دوربینوں سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع دہ یک میں مربوطہ غزنی شہر کے قریب خشک کے مقام پر بم دھماکہ سے پولیس رینجر گاڑی تباہ اور اس میں سوار 6 اہلکار ہلاک ہوگئے۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع جاغوری کے بابا صاحب کے علاقے میں سیکورٹی اہلکاروں پر ہونے والے دھماکے اور حملے کے دوران 8 اہلکار ہلاک جب کہ 5 زخمی اور دیگر فرار ہوئے۔

22 نومبر:

☆صوبہ قندہار کے ضلع ڈنڈ میں کلمتر کے علاقے سرگیز کے مقام پر ہونے والے بم دھماکہ سے امریکی ٹینک تباہ اور اس میں سوار غاصبین موقع پر ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ فاریاب کے ضلع المار میں واقع چوکی پر حملہ ہوا، جس سے، چوکی فتح، کمانڈر (حبیب اللہ) سمیت 7 جنگ جو ہلاک ہوئے۔ مجاہدین نے ایک راکٹ لانچر، 3 کلاشنکوف اور ایک ایم 16 بندوق سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کرلیا۔

☆صوبہ فاریاب کے ضلع گریزوان میں دونقلعہ کے علاقے میں واقع چوکیوں پر حملہ ہوا، جس سے 3 چوکیاں اور وسیع علاقہ جو 3000 خاندانوں پر مشتمل ہے فتح ہوا، اس دوران 5 سیکورٹی اہلکار ہلاک ہوئے، جبکہ دیگر نے فرار کی راہ اپنالی۔

☆صوبہ بادغیس کے صدر مقام قلعہ نو میں مربوطہ علاقہ دلاماں میں سپلائی کرنے والے کاروان پر حکمت عملی کے تحت مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے 3 گاڑیاں، 3 ٹینک، ایک رینجر گاڑی تباہ ہوئی، کمانڈر نصیر الدین سمیت 30 اہلکار ہلاک اور 40 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ فاریاب کے علاقے قیصار میں کمانڈر حاجی محمد صالح نے 19 اہلکاروں سمیت مجاہدین کی مخالفت سے دست بردار ہوا۔

23 نومبر:

☆صوبہ قندہار کے ضلع شورابک میں کریم خان کے علاقے میں ہونے والے بم دھماکہ سے رینجر گاڑی تباہ اور اس میں سوار 4 اہلکار ہلاک ہوئے۔

24 نومبر:

☆صوبہ ہلمند کے ضلع گرمسیر میں جوگرام دشت کے علاقے میں امریکی ٹینک پر بارودی سرنگ دھماکہ کے نتیجے میں تباہ ہوگیا۔ اور اس میں سوار 3 غاصبین ہلاک اور زخمی ہوئے۔

☆صوبہ بادغیس کے ضلع قادس کے غرچغہ کے علاقے میں 41 جنگجوؤں نے مجاہدین کے سامنے ہتھیار ڈالے۔

☆صوبہ نیمروز کے ضلع دلارام میں پوزکہ کے علاقے میں مجاہدین نے امریکی ڈرون طیارہ کو نشانہ بناکر مار گرایا۔

☆صوبہ قندہار کے ضلع معروف میں ضلعی مرکز میں مجاہدین نے فوجیوں کو لے جانے والے فوجی ہیلی کاپٹر کو نشانہ بناکر مار گرایا، اور اس میں سوار تمام اہلکار موقع پر ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ بلخ کے ضلع چاربولک میں امارت اسلامیہ کے دعوت وارشاد کمیشن کے کارکنوں کی دعوت کو لبیک کہتے ہوئے 18 سیکورٹی اہلکار مجاہدین سے آملے۔

☆صوبہ قندہار کے ضلع شاولیکوٹ میں فوجی کاروان پر حملہ ہوا، جس سے 2 کاماز گاڑیاں اور 2 ٹینک تباہ، اہم جنگجو کمانڈر (صدیق اللہ) سمیت 21 اہلکار ہلاک ہونے کے ساتھ مجاہدین نے ایک کاماز گاڑی، 3 دوربین اور سات عدد اسلحہ غنیمت کرلیا۔

25 نومبر:

☆صوبہ قندہار کے ضلع معروف میں ضلعی مرکز کے قریب مجاہدین نے فوجی ہیلی کاپٹر کو نشانہ بناکر مار گرایا اور اس میں سوار امریکی فوجی سمیت متعدد کٹھ پتلی اہلکار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند کے صدر مقام لشکر گاہ شہر میں نمبر چار کے شمالان کے علاقے آپریشن کرنے والے فوجیوں اور امریکیوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے ایک امریکی فوجی سمیت متعدد کمانڈوز ہلاک وزخمی ہوئے۔

☆صوبہ فراہ کے صدر مقام فراہ شہر میں فوجی کاروان پر جو غاصب (میلر) کے استقبال کی خاطر آئے تھامجاہدین نے حملہ کیا، جس سے پانچ فوجی گاڑیاں تباہ، 20 فوجی، پولیس و جنگجو ہلاک ہوئے۔

26نومبر:

صوبہ روزگان سے آئے ہوئے سپلائی کاروان پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے ایک ٹینک، 6 کاماز گاڑیاں تباہ اور کمانڈر (تورک) سمیت 26 اہلکار ہلاک ہوئے۔ مجاہدین نے ایک رینجر گاڑی، ایک کاماز گاڑی، ایک ہیوی مشن گن اور ایک کارمولی بندوق سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع شلگر میں رحیم خیل، یارو قلعہ، خانے قلعہ، دلیل کرسو اور کوٹہ سنگی کے علاقے میں امریکی و کٹھ پتلی فوجوں پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 2 فوجی ٹینک اور ایک بڑی گاڑی تباہ ہونے کے علاوہ 16 اہلکار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ فراہ کے صدر مقام فراہ شہر میں کٹھ پتلی فوجیوں کے کاروان، جو اپنی آقا (میلر) کے دفاع کی خاطر آئے تھے، پر مجاہدین نے حملہ کیا، جس سے 4 فوجی گاڑیاں تباہ، ضلع جوین کا پولیس چیف کمانڈر (اقبال) اعلیٰ کمانڈروں سمیت 25 اہلکار موقع پر ہلاک ہوئے۔ مجاہدین نے ایک کار، پانچ ہیوی مشن گن، 16 کلاشنکوف، 3 راکٹ لانچر، 2 بم آفگن اور 3 پستول سمیت مختلف النوع فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

27نومبر:

☆صوبہ بلخ کے ضلع شولگر میں قریہ کندلی، قریہ جنتیو، قریہ قوچ زیل اور قریہ قاقلیسائی کے رہائشی نام نہاد قومی لشکر کے 41 جنگجوؤں نے دعوت و ارشاد کمیشن کے کارکنوں کی دعوت کو لبیک کہتے ہوئے مخالفت سے دستبردار ہوئے۔

☆صوبہ ننگرہار کے ضلع خوگیانی میں زاوہ کے علاقے پر جارح امریکی و کٹھ پتلی کمانڈوز نے داعش کے خلاف فرنٹ لائن میں سربکف مجاہدین پر چھاپہ مارا، جنہیں شدید مزاحمت کا سامنا ہوا، جس کے نتیجے میں 8 کمانڈو ہلاک جب کہ متعدد زخمی ہوئے۔

☆صوبہ غزنی کے صدر مقام غزنی شہر میں شہباز کے علاقے میں بم دھماکہ سے امریکی بکتر بند ٹینک تباہ اور اس میں سوار غاصبوں میں سے 2 موقع پر ہلاک جب کہ 2 زخمی ہوئے۔

صوبہ پکتیکا کے ضلع وڑ ممائی میں غزہ ماندہ کے علاقے میں مجاہدین نے پولیس گشتی پارٹی پر حملہ کیا، جس میں 4 اہلکار ہلاک ہوئے، مجاہدین نے دو موٹر سائیکلیں، ایک ہیوی مشین گن، ایک راکٹ اور دیگر فوجی سازوسامان غنیمت کر لیا۔

28نومبر:

☆صوبہ کابل میں کابل شہر کے حلقہ نمبر 9 کے مربوطہ علاقے میں واقع استعماری افواج کے سب سے اہم جی فور ایس مرکز پر ہلکے و بھاری ہتھیاروں سے لیس امارت اسلامیہ کے 5 فدائی مجاہدین نے حملہ کیا اور سب سے پہلے ایک فدائی مجاہد نے بارود بھری ٹرک گاڑی کو مرکزی گیٹ سے ٹکرا کر تمام رکاوٹوں کو دور کیا اور دیگر 4 فدائین نے مرکز میں داخل ہو کر وہاں موجود بیرونی غاصب اور اندرونی کٹھ پتلی دشمن پر گولیوں کی بوچھاڑ شروع کر دی اور ساتھ ہی تازہ دم اہلکاروں کو بھی نشانہ بنایا اور یہ سلسلہ دس گھنٹے تک جاری رہا، جس کے نتیجے میں سیکڑوں غاصب او رکٹھ پتلی اعلیٰ فوجی و سول افسر ہلاک و زخمی ہوئے۔ مذکورہ مرکز میں 55 سے 60 صلیبی اعلیٰ فوجی افسر اور ٹریز اور 80 سے 130 تک کٹھ پتلی انٹیلی جنس اہلکار اور سپیشل فورس ٹریننگ کر رہے تھے، اس کے علاوہ 35 کمانڈو اہلکار سیکورٹی پر مامور تھے اور سب کو ایک ہی وقت میں نشانہ بنایا گیا۔ اس دوران تین بکتر بند گاڑیوں میں آنے والے 12 بیرونی ٹرینر پہلے دھماکے وقت ہلاک ہوئے۔ جی فور ایس کیمپ میں 182 سے 237 تک بیرونی غاصب اور کٹھ پتلی مقیم تھے، جن میں سے اکثریت ہلاک و زخمی ہوئے ہیں۔

29نومبر:

☆صوبہ پکتیا کے صدر مقام گردیز شہر میں پولیس ہیڈ کوارٹر کے قریب بلند منزل کے مقام پر مجاہدین نے معروف امریکی مخبر اور انٹیلی جنس سروس اہلکار حکیم بروت کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔

☆صوبہ فاریاب کے ضلع قیصار میں امارت اسلامیہ کے دعوت وارشاد کمیشن کے کارکنوں کی دعوت کو لبیک کہتے ہوئے 13 جنگجوؤں نے مجاہدین کی مخالفت سے دست برداری کا اعلان کیا۔

☆صوبہ ہلمند میں موسیٰ قلعہ اور سنگین اضلاع کی درمیانی علاقے میں مشترک بازار پر امریکی اور ان کے کٹھ پتلیوں نے ہیلی کاپٹروں کے ذریعے چھاپہ مارا، جن پر مجاہدین نے جوابی کاروائی کی، جس سے 3 کمانڈوز موقع پر ہلاک، جبکہ 2 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ میں ولی داد قلعہ کے علاقے میں مجاہدین نے امریکی فوجوں پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ایک وحشی ہلاک جب کہ 2 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ فراہ کے صدر مقام فراہ شہر میں امریکی رہائشگاہ پر مجاہدین نے 5 میزائل داغے، جو اہداف پر گر کر دشمن کے لیے ہلاکتوں کا سبب بنے۔

30نومبر:

☆صوبہ ہلمند کے ضلع نادعلی میں واقع فوجیوں پر حملہ ہوا، جس سے ایک ٹینک، رینجر گاڑی اور 4 موٹر سائیکل تباہ، 9 اہلکار ہلاک اور 6 زخمی ہوئے۔

☆صوبہ کابل کے ضلع سروبی میں جگدلک کے علاقے میں مجاہدین نے کٹھ پتلی فوجوں کے ہیلی کاپٹر کو نشانہ بنایا، جو انارگی کے علاقے پہاڑ کے دامن میں گر کر تباہ ہوا۔

☆صوبہ ننگرہار کے صدر مقام جلال آباد شہر میں حلقہ نمبر 1 کے مربوطہ گرین ہارٹ ہوٹل کے قریب حکمت عملی کے تحت ہونے والے دھماکہ سے پولیس گاڑی تباہ اور اس میں سوار پولیس اسٹیشن نمبر 2 انچارج کمانڈر شیر شاہ دو محافظوں سمیت شدید زخمی جب کہ تین اہلکار ہلاک ہوئے۔

☆صوبہ غزنی کے ضلع قرہ باغ میں مجاہدین نے فوجی کاروان پر ہلکے و بھاری ہتھیاروں سے حملہ کیا، جس کے نتیجے میں 4 فوجی ٹینک، 2 فوجی رینجر اور 2 بڑی گاڑیاں تباہ ہونے کے علاوہ 9 سیکورٹی اہلکار ہلاک جب کہ 13 زخمی ہوئے۔

☆☆☆☆☆

پولیو ویکسین حقائق اور انکشافات

ڈاکٹر ابو حسن

ویکسین (vaccine) میڈیکل کی تاریخ میں شروع ہی سے متنازعہ رہی ہے۔ لیکن انسانیت پر منافع کو ترجیح دینے والی دواساز کمپنیاں اپنی من مانی کیے ہوئے ہیں۔ ہزاروں کی تعداد میں شکایات و نقصانات سامنے آنے کے باوجود ان سانحات کو محض اتفاق کا نام دے کر خاموش کرا دیا جاتا ہے۔

ویکسین کن چیزوں سے بنتی ہے؟

جس بیماری کی ویکسین ہوتی ہے اس میں اسی بیماری کا وائرس یا بیکٹیریا کمزور کر کے یا مار کر ڈالا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ اس میں متعدد کیمیکلز ڈالے جاتے ہیں۔ ویکسین میں وائرس یا بیکٹیریا کو کمزور رکھنے کے لئے کیمیکل فارمل ڈی ہائیڈ استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ دماغ، جگر اور گردوں کو نقصان پہنچاتا ہے۔

◆ **امریکہ میں ہر سال ویکسین سے ہونے والے سائیڈ افیکٹس اور رد عمل کی ۳۰۰۰ سے ۴۵۰۰ کے درمیان رپورٹس درج ہوتی ہیں۔**

◆ **امریکہ میں ویکسین کے سائیڈ افیکٹس / نقصانات کا شکار ہونے والے بچوں کے والدین کو اب تک تقریباً ۳ ارب ڈالر بطور ہرجانہ ادا کیے جا چکے ہیں۔**

کچھ ویکسین بنانے کے لئے ضائع شدہ حمل والے بچے (aborted babies) کے جسم کی بافتیں / ٹشوز استعمال کی جاتی ہیں۔ کچھ ویکسین میں گائے اور خنزیز کے جسم سے حاصل کیا گیا مادہ گلیٹن (gelatine) ملایا جاتا ہے۔ کچھ ویکسین بنانے کے لئے چوہوں، کتوں اور بندروں کے گردوں سے مدد لی جاتی ہے۔

"ویکسین کے زہریلے اجزاء جسم کو ہمیشہ کے لئے بیمار کر دیتے ہیں"۔ ڈاکٹر ٹیڈ کورین Dr. Tedd Koren

- پولیو ویکسین بندروں کے گردوں کی مدد سے تیار کی گئی۔
- کچھ ویکسین کی تیاری میں گائے کے بچھڑے کا خون (calf bovine serum) استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ پولیو ویکسین کے اجزاء کا حصہ ہے۔
- خنزیز کی چمڑی اور ہڈیوں سے حاصل کیا جانے والا مادہ گلیٹن نزلہ زکام (flu) کی ویکسین میں شامل کیا جاتا ہے۔
- ضائع ہوئے حمل یعنی ابارشن کیے گئے بچے کے جسم کی بافتیں (issuest) خسرہ، چیچک، زکام، ہیپاٹائٹس اے اور بی ویکسین کی تیاری میں استعمال کی جاتی ہیں۔

"ویکسین ایک خطرناک، زہریلا شوربہ ہے"۔ ڈاکٹر ریمنڈ فرانسس

"کسی بھی ویکسین سے خطرات لازمی وابستہ ہوتے ہیں۔ صاف پانی، غذا، صحت اور صفائی ستھرائی کے مسائل حل کر دیے جائیں تو کئی وبائی بیماریوں کا از خود خاتمہ ہو جائے گا۔ پھر نہ جانے یوں کھربوں روپے ویکسین پر خرچ کیے جاتے ہیں"۔ ڈاکٹر جوزف مرکولا Dr. Joseph Mercola

پولیو ویکسین:

"جن لوگوں کو یہ لگتا ہے کہ پولیو بیماری ایک بڑی بلا تھی جو بچوں کو معذور کر دیتی تھی، انہیں یہ جان لینا چاہیے کہ پولیو ویکسین متعارف ہونے کے بعد ہی اس بیماری نے خطرناک صورتحال اختیار کی"۔ ڈاکٹر سوزین ہمفریز Dr. Suzzane Humphries

پولیو ویکسین بندروں کے گردوں کی مدد سے تیار کی گئی تھی۔ اس وقت سائنسدان ڈاکٹر برنس ایڈی (Bernice Eddy) نے خبردار کیا تھا کہ پولیو ویکسین محفوظ نہیں ہو گی۔ لیکن اس کی بات کو نظر انداز کر دیا گیا۔ پھر جیسے ہی پولیو مہم کا آغاز ہوا تو بچوں کی معذوری اور اموات ہونے لگیں اور جو بچ گئے ان میں بڑے ہو کر کینسر جیسی بیماریوں نے جنم لیا۔ کیونکہ پولیو ویکسین جن بندروں کے گردوں کی مدد سے تیار کی گئی تھی ان میں ایس وی-۴۰ نام کا وائرس موجود تھا جو ویکسین کے ذریعے اب لوگوں کے جسم میں پہنچ چکا تھا۔

"ڈاکٹر جوناس سالک کی بنائی گئی پولیو ویکسین کو قانوناً منظور کرنے کے لئے ایک کمیٹی بنائی گئی۔ اکثر ڈاکٹروں اور سائنسدانوں نے اس کو غیر محفوظ قرار دیا اور جنہوں نے ایسا کیا ان کو کمیٹی سے فارغ کر کے دوسروں کو لایا گیا جو چپ چاپ اس ویکسین کے محفوظ ہونے کی تصدیق کریں۔ پھر سب نے دیکھا کہ کس طرح اس ویکسین نے ہزاروں بچوں کو دائمی معذور کر ڈالا اور متعدد کی تو جان ہی لے لی"۔ ڈاکٹر سوزین ہمفریز، کتاب: ڈزالونگ الیوژنز Dissolving Illusions

پولیو ویکسین دو طرح کی ہے۔ ایک زندہ وائرس سے بنائی گئی ویکسین جو قطروں کی صورت میں دی جاتی ہے اور دوسری مردہ وائرس سے تیار کی گئی جو ٹیکے یعنی انجیکشن سے دی جاتی ہے۔ پولیو قطرے سنہ ۲۰۰۰ء میں امریکہ میں بند کر دیے گئے تھے۔ کیونکہ اس کے نقصانات زیادہ تھے اور والدین بھی اس کے خلاف احتجاج کرتے چلے آ رہے تھے۔ لیکن پاکستان سمیت دوسرے ممالک میں پولیو قطرے نہ صرف جاری رکھے گئے پر ان کی مقدار بھی پہلے سے زیادہ بڑھادی گئی۔

پاکستان میں پولیو قطرے پینے کی بعد بچوں کی صحت بگڑنے اور ان کی موت واقع ہونے کے درجنوں واقعات ہو چکے ہیں۔ بھارت کو پولیو سے پاک قرار دیا جا چکا تھا لیکن ۲۰۱۱ء میں وہاں ۴۷،۵۰۰ پولیو کے کیسز سامنے آئے اور یہ تمام کیسز قدرتی پولیو وائرس کی وجہ سے نہیں بلکہ ویکسین میں موجود وائرس کی وجہ سے ہوئے۔ قدرتی پولیو وائرس نے کبھی اتنا نقصان نہیں پہنچایا جتنا خطرناک ویکسین کا وائرس ثابت ہوا ہے۔ ویکسین میں موجود وائرس جسم میں داخل ہو کر بیکار مادے کے ذریعے ماحول میں پہنچ کر بیماری پھیلا سکتا ہے۔ جب تک پولیو مہم جاری رہی گی تب تک پولیو وائرس کا خطرہ موجود رہے گا۔

"پولیو ویکسین بذات خود پولیو بیماری پھیلانے کی سب سے بڑی وجہ ہے"۔ ڈاکٹر ریمنڈ فرانسس Dr. Raymond Francis

"آپ جب بھی کسی ملک کے بارے میں سنیں کہ وہاں پولیو کے کیسز ظاہر ہوئے ہیں تو آپ کو یہ سوال پوچھنا چاہیے کہ کیا وہاں پولیو قطرے پلائے جاتے ہیں؟ اور جواب آپ کو 'ہاں' میں ملے گا"۔ ڈاکٹر لارنس پیلوسکی Dr. Lawrence Palevsky

"مردہ وائرس سے بنائی گئی پولیو ویکسین کے حمایتی کہتے ہیں کہ زندہ وائرس والی پولیو ویکسین کی وجہ سے وقتاً فوقتاً پولیو کے کیسز سامنے آتے رہتے ہیں۔ جبکہ زندہ وائرس سے بنی پولیو ویکسین کے حمایتی مردہ وائرس والی پولیو ویکسین کو اس بات کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں۔ میرا ماننا ہے کہ دونوں فریق درست ہیں۔ دونوں میں سے کوئی بھی ویکسین آپ کے بچے میں یہ مرض لگنے کے امکانات بڑھادے گی"۔ ڈاکٹر رابرٹ مینڈلسن، کتاب: ھاؤ ٹو ریز اے ہیلتھی چائلڈ

ایک حیرت انگیز بات یہ بھی ہے کہ امریکی سائنسدانوں نے ۲۰۰۰ء قدرتی پولیو وائرس کی نقل پہ ویسی ہی خصوصیات کا حامل مصنوعی پولیو وائرس بنا کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا ہے۔ مطلب پولیو وائرس اب کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔

پولیو قطروں کی جانچ:

نائیجیریا کی احمدو بیلو یونیورسٹی کے ڈاکٹر ہارونا کائٹا (Haruna Kaita) نے بھارت میں بھارتی ڈاکٹروں سے ساتھ مل کر پولیو قطروں کی جانچ کی۔ ڈاکٹر کائٹا نے بتایا کہ پولیو قطروں میں ایسٹروجن نامی مادہ موجود ہے جو جنسی نظام کو متاثر کرتا ہے۔

(ایسٹروجن (estrogen) ایک ہارمون یعنی غدود ہے جو قدرتی طور پر مردوں کی نسبت عورتوں میں زیادہ ہوتا ہے۔ مردوں میں اس کی مقدار بڑھنے سے جنسی نظام بانجھ پن کی حد تک متاثر ہو سکتا ہے۔ جبکہ عورتوں میں اس کی مقدار بڑھ جانے سے ان کی ماہواری میں بے قاعدگی پیدا ہوتی ہے اور جنسی نظام متاثر ہوتا ہے۔)

◆ **۲۰۰۹ء میں آندھراپردیش اور گجرات کے دور دراز علاقوں میں تیس ہزار بچوں اور لڑکیوں کو بل گیٹس فاؤنڈیشن اور ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کی ویکسین تجرباتی طور پر آزمائی گئیں۔ ویکسین دیے گئے بچوں میں سے کئی بیمار پڑ گئے اور کچھ مر گئے۔ لڑکیوں کو مرگی کے دورے پڑنے لگے اور ان میں قبل از وقت ماہواری شروع ہو گئی اور شدید بیمار ہو گئیں۔**

ویکسین اور بل گیٹس:

دنیا کے امیر ترین شخص کا لقب پانے والا بل گیٹس ویکسین پر اربوں ڈالر خرچ کرتا ہے اور اس کو آبادی کم کرنے کا بہترین ذریعہ بتاتا ہے۔ ۲۰۱۰ء میں میڈیا تنظیم ٹیڈ TED سے خطاب کرتے ہوئے بل گیٹس نے کہا کہ اگر ہم ویکسین اور منصوبہ بندی پر عمل کریں تو دنیا کی آبادی بڑھنے سے روک سکتے ہیں۔ ایک طرف ویکسین پر اربوں ڈالر خرچ کرنے والے لوگ ہیں جو خود اپنے مقاصد بتا رہے ہیں اور دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو ویکسین کو انسانی خدمت کا نام دیتے ہیں۔ اگر یہ کہا جاتا کہ ویکسین بیماریاں روکنے کا بہترین ذریعہ ہیں تو بات سمجھ میں آنے والی تھی۔ بہر حال بل گیٹس کا یہ بیان ڈاکٹر ہارونا کائٹا کی تحقیق کو اور بھی زیادہ سچ ثابت کرتی ہے۔

ویکسین بطور حیاتیاتی ہتھیار:

ڈاکٹر گزلین لینکٹاٹ Dr. Ghislaine Lanctot کتاب دی میڈیکل مافیا میں لکھتی ہے:

"ویکسین کے ذریعے کسی مخصوص آبادی کو کم کرنے کا اختیار مل جاتا ہے۔ افریقہ میں ہیپاٹائٹس بی کی ویکسین متعارف ہونے کے بعد وہاں ایڈز کی بیماری ظاہر ہوئی۔ افریقی ممالک میں بڑے عرصہ سے جاری متعدد ویکسین پروگراموں کی وجہ سے وہاں کی آبادی کئی گنا کم ہو گئی ہے"۔

آسٹریلوی ڈاکٹر آرکی کیلو کرینوس Dr. Archie Kalokerinos کہتا ہے:

"آسٹریلیا کے اصلی النسل کالے رنگ والے لوگوں کو طرح طرح کی ویکسین دے کر انہیں بیمار کر کے مار دیا گیا۔ ڈاکٹرز اور ہیلتھ ورکرز کو تو معلوم ہی نہیں کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ یہ قتل عام ہے۔ اگر آپ ویکسین کے نقصانات دیکھنا چاہتے ہیں تو افریقہ میں دیکھیں"۔

افریقی ملک کینیا میں ۲۰۱۴ء میں اقوام متحدہ کی جانب سے چلائی جانے والی ایک ویکسین مہم کو بند کروا دیا گیا۔ کینیا کی کیتھولک ڈاکٹرز ایسوسی ایشن نے ویکسین میں عورتوں کو بانجھ بنانے والا مادہ HCG موجود پایا اور ویکسین مہم کو روک دیا۔

اکثر لوگ یہ سوال ہوچھتے ہیں کہ ویکسین اگر واقعی اتنی خطرناک ہے اور نسل کشی اور بانجھ پن کے لئے بطور حیاتیاتی ہتھیار استعمال کی جاتی ہے تو پاکستان اور بھارت میں اب تک بچے کیسے پیدا ہو رہے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ویکسین ایک سست زہر Slow Poison ہے۔ ویکسین کے نقصانات کا باقاعدہ اثر آنے والی نسلوں میں دیکھنے کو ملے گا۔ یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے عام موروثی حالات یا بیماریاں ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر اگر باپ، دادا کو گنجا پن ہے اور ماں کی نظر کمزور ہے تو اولاد میں بھی یہ حالات پائے جاتے ہیں۔ ویکسین کے نقصانات نے اپنا کام شروع کر دیا ہے اور یہ نقصانات اور کمزوریاں اگلی نسل میں منتقل ہوتی جائیں گے۔ یوں آنے والی نسلیں کمزور سے کمزور تر ہوتی چلی جائیں گیں۔ یہ بات ضرور ذہن میں رکھی جائی کہ پاکستان اور بھارت میں پولیو ویکسین کی وجہ سے ہونے والی اموات کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔

"ویکسین کے قلیل المدت (short term) منفی اثرات تو سامنے آتے رہتے ہیں اور ان کے بارے میں ہم جانتے بھی ہیں۔ لیکن اس کے جسم پر طویل المدت (long term) نقصانات کیا ہوتے ہیں اس کا تو ٹھیک طرح سے علم ہی نہیں ہے"۔ ڈاکٹر رابرٹ مینڈلسن Dr. Robert Mendelsohn

رپورٹ NSSM-200:

امریکہ نے ۱۹۷۴ء میں NSSM-200 کے نام سے ایک رپورٹ بنائی جس مین یہ جائزہ لیا گیا کہ ۲۱ویں صدی میں کون سی باتیں اور عناصر امریکی مفادات کے لئے خطرہ ثابت ہونگے۔ اس رپورٹ میں پاکستان، ترکی، مصر، انڈونیشیا، نائیجیریا اور بنگلا دیش کی بڑھتی ہوئی آبادی کو خطرہ مانا گیا اور اس مسئلے کے حل کے لئے فیصلہ کیا گیا کہ خاندانی منصوبہ بندی کے ادارے قائم کیے جائیں۔ لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات بٹھا دی جائے کہ بڑھتی ہوئی آبادی دنیا کے لئے خطرہ ہے۔ بات صرف خاندانی منصوبہ بندی تک ہی محدود نہیں رکھی گئی بلکہ آبادی کم کرنے کے لئے خشک سالی اور جنگ کو بھی استعمال کرنے کا عہد کیا گیا۔

ویکسین کی مخالفت جہالت ہے؟

اگر ویکسین کے نقصانات پر بات کرنا اور اس کے حقائق سے آگاہ کرنا جہالت ہے تو پھر اس جہالت کے سب سے بڑے مرکز کینیڈا، امریکہ، یورپ اور آسٹریلیا ہیں جہاں کے ڈاکٹروں نے ویکسین کے متعلق حقائق سے روشناس کرایا اور جہاں کے والدین آئے دن ویکسین کے خلاف احتجاج کرتے رہتے ہیں۔ مغربی ممالک میں کئی ایسی تنظیمیں قائم ہیں جو زبردستی ویکسین دیے جانے کے خلاف کام کرتی ہیں اور والدین کو ویکسین سے ہونے والے نقصانات سے آگاہ کرتی ہیں۔ ویکسین پر ہونے والے اعتراضات کی ابتداء نہ تیسری دنیا کے کسی غریب ملک سے ہوئی اور نہ ہی مولویوں کے کسی گروہ نے اس پر سب سے پہلے انگلیاں اٹھائیں۔

یورپی ملک ناروے (Norway) دنیا کا وہ ملک ہے جہاں تعلیم کی شرح سو فیصد ہے۔ اس سو فیصد پڑھے لکھے ملک میں جب ویکسین کے بارے میں سروے کیا گیا تو ہر پانچ میں سے ایک باشندے نے ویکسین کو صحت کے لئے خطرہ قرار دیا۔

☆☆☆☆☆

اک نظر ادھر بھی!

زاہد مصطفیٰ

لاکھوں فلسطینیوں پر حرمین کے دروازے بند:

سعودی وزارت خارجہ کی جانب سے اردن، مشرقی مقبوضہ بیت المقدس اور لبنان میں مقیم فلسطینی زائرین کے لیے ویزوں کا اجرا بند کر دیا گیا ہے، جس کے باعث اردن اور لبنان کے عارضی پاسپورٹس پر سفر کرنے والے لاکھوں فلسطینی عمرہ اور حج کی ادائیگی نہیں کر پائیں گے۔ ایک اردنی اعلیٰ افسر نے نام ظاہر نہ کرنے کی شرط پر بتایا ہے کہ اس اقدام کا بنیادی مقصد فلسطینیوں کو اسرائیل کو تسلیم کرنے پر مجبور کرنا ہے۔ اردنی دارالحکومت عمان میں کم از کم ۲۰۰ ٹریول ایجنسیوں نے بھی تصدیق کی ہے کہ ان کو بتادیا گیا ہے کہ کسی فلسطینی کی حج یا عمرہ کی درخواست کی آن لائن یا تحریری پروسیسنگ ہرگز نہ کی جائے۔ سعودی حکومت کے اس اقدام کی وجہ سے فلسطینی عوام میں شدید غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی ہے لیکن سعودی حکام نے اس سنگین نوعیت کی کارروائی پر کھل کر گفتگو کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ حقیقتاً یہ اقدام فلسطین اور قبلہ اول کی بازیابی کی تحریک کی کمر میں چھرا گھونپنے کے مترادف ہے اسرائیلی حکام اور میڈیا نے سعودی فیصلہ پر خوشی کا اظہار کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک اردنی امیگریشن افسر نے دعویٰ کیا ہے کہ ان کو دی جانے والی ہدایات کی روشنی میں اب تمام پناہ گزین فلسطینیوں کو عمرہ یا حج کی ادائیگی سمیت سعودیہ میں کام کے لیے جانے کی بھی پابندی عائد ہے۔ واضح رہے کہ اسرائیل، مشرقی مقبوضہ بیت المقدس اور اردن سمیت لبنان میں موجود فلسطینی مسلمانوں پر عمرہ یا حج کی ادائیگی کے لیے غیر اعلانیہ پابندی اس لئے بھی تھی کہ ان کے پاس مستقل پاسپورٹ نہیں تھا۔ لیکن ۲۰۰۰ء کے بعد سے ان فلسطینی باشندوں کو عارضی دستاویزات اور اردنی اور لبنانی ضمانت پر سعودی عرب عمرہ اور حج کے لیے بھیجا جاتا تھا۔ تاہم اب ایک بار پھر ان پر پابندی کی تلوار چلادی گئی ہے۔ امت کے وسائل کو کوڑیوں کے مول کفار کی جھولی میں ڈالنے اور سعودی عرب کی سرزمین میں فحاشی فتنہ فساد برپا کرنے کے بعد سعودی خائن حکمرانوں کے سیاہ کرتوتوں کی فہرست میں شاید اسی جرم کی کمی رہ گئی تھی جو ان کی اسلام دشمنی پر مہر ثبت کر دے۔

اسرائیل اور حماس کے مابین دوروزہ جنگ:

فلسطینی ذرائع ابلاغ کے مطابق حماس اور اسرائیل کے مابین اس مختصر جنگ کا آغاز ۱۱ نومبر کی شام ہوا، جب غزہ کے علاقے خان یونس پر راکٹ و میزائل کی بارش کر دی گئی۔ اسی دوران اسرائیلی چھاپہ ماروں نے فائرنگ کرکے امدادی کاموں میں مصروف ۷ افراد کو شہید کر دیا۔ حماس کے جوابی حملے میں ایک صہیونی سپاہی ہلاک اور ۳ زخمی ہوگئے۔ امدادی کاموں میں مصروف افراد کی شہادت پر مشتعل ہو کر فلسطینیوں نے اسرائیل پر راکٹ برسائے اور ۱۲ نومبر کو اسرائیلی بمباروں نے سارے غزہ پر آگ برسانی شروع کر دی۔ بمباری کے باوجود فلسطینیوں نے راکٹ باری جاری رکھی۔ ایک راکٹ نے اسرائیلی فوجی وین کے بھی پرخچے اڑادیئے۔ اگلے روز حماس کی جانب سے میزائلوں کی نمائش کی گئی اور ساتھ یہ دھمکی بھی دی گئی کہ اب سارا اسرائیل ہمارے میزائلوں کی زد میں ہے، ہم جنگ نہیں چاہتے، لیکن اگر اسرائیلیوں نے نہتے فلسطینیوں پر بمباری جاری رکھی تو ہم بھی اسرائیلی بستیوں کو نشانہ بنا سکتے ہیں۔ اس دھمکی کے بعد اسرائیل نے مصر کے ذریعے مذاکرات شروع کر دیے اور ایک امن معاہدہ طے پا گیا۔ جنگ بندی کے ساتھ معاہدے کے تحت اسرائیل غزہ کی ناکہ بندی نرم کرنے پر بھی راضی ہوگیا۔ اسرائیل کو جنگی طیاروں، نیوی کی سرگرمیوں، ریزرو فوج کی نقل و حرکت اور دیگر فورسز کی حرکت کی وجہ سے بہت زیادہ مالی نقصان پہنچا۔ اسرائیلی فوج نے غزہ کی پٹی پر ۱۶۰ اہداف پر بمباری کی۔ اسرائیلی فوج نے تسلیم کیا کہ اس کارروائی میں فوج کو بھاری رقم صرف کرنا پڑی۔ اسرائیلی فوج کے ایف 15 طیارے کی اڑان پر ایک لاکھ ۷۰ ہزار شیکل اور ایف ۱۶ کی ایک اڑان پر ایک لاکھ شیکل کی رقم صرف ہوتی ہے۔ اسرائیلی فوج کے جنگی ہیلی کاپٹروں نے ایک گھنٹے میں ۵۰ ہزار شیکل پھونک ڈالے۔ دوسری جانب غزہ کی پٹی سے داغے گئے ۴۰۰ راکٹوں سے بھی اسرائیل کو بے پناہ مالی نقصان پہنچا ہے۔ اس جنگ کے نتیجے میں اسرائیلی وزیر دفاع آوی گیڈور لابرمین کا مستعفی ہونا بھی اسرائیل کی ناکامی کا منہ بولتا ثبوت اور اعلان ہے۔ واضح رہے غزہ پٹی کی سرحد پر ۳۰ مارچ ۲۰۱۸ء سے اسرائیل کے خلاف احتجاج کا سلسلہ جاری ہے۔ ۳۴ ہفتوں سے جاری احتجاج کے دوران اب تک ۲۳۵ فلسطینی شہید اور کئی ہزار زخمی ہو چکے ہیں۔

بابری مسجد کی جگہ رام مندر کی تعمیر کے لیے دولاکھ انتہا پسند ہندوؤں کی ایودھیا آمد:

بھارت بھر سے دولاکھ سے زائد انتہا پسند ہندو ایودھیا، فیض آباد میں بابری مسجد کی جگہ رام مندر تعمیر کرنے پہنچ گئے ہیں۔ انتہا پسندوں کی جانب سے مودی سرکار کو کہا گیا ہے کہ اگر وہ ۲۰۱۹ء کے جنرل الیکشن سے قبل رام مندر کی تعمیر شروع نہیں کرتی تو پھر یہ کام بھارت بھر سے جمع ہونے والے ہندو کریں گے اور کسی عدالت یا مسلمانوں کی پروا نہیں کی جائے گی۔ فیض آباد میں مقیم مقامی صحافیوں نے بتایا ہے کہ دولاکھ سے زائد ہندوؤں کو مرکزی

حکومت سمیت بھارتیہ جنتا پارٹی، وشوا ہندو پریشد، شیو سینا، آر ایس ایس، بجرنگ دل، شری رام سینا سمیت درجنوں ہندو انتہا پسند جماعتوں کی حمایت حاصل ہے۔ یہاں پہنچنے والے ہندوؤں کو رہائش اور کھانا پینا بھی فراہم کیا جارہا ہے حتیٰ کہ ان کی رہائش کا بھی بندوبست ہورہا ہے بھارتیہ جنتا پارٹی کے ایم ایل اے سریندر سنگھ نے ایک پریس کانفرنس میں یہ بھی کہا ہے کہ جیسے ہم نے ۶ دسمبر ۱۹۹۲ء کو ایک لمحہ میں بابری مسجد مسمار کردی تھی ویسے ہی ایودھیا میں جمع لاکھوں ہندو رام مندر کی تعمیر بھی ممکن بنادیں گے اور پولیس سمیت کوئی بھی حکومتی فورس ہمیں روک نہیں پائے گی۔ اگلے مرحلہ میں ہم دس لاکھ ہندوؤں کو جمع کرکے رام مندر کی تعمیراتی جگہ کا گھیراؤ کریں گے اور پورے ایودھیا کو اپنے قبضہ میں لے کر رام مندر کی تعمیر اور افتتاح کریں گے۔ ادھر اترپردیش سے بی جے پی کے رکن پارلیمان ساکشی مہاراج نے بھی اشتعال انگیز بیانات دیتے ہوئے کہا ہے کہ ماشی اور متھرا کی مساجد کو چھوڑو، چلو دہلی کی جامع مسجد گراؤ۔ فیض آباد میں مقیم بھارتی میڈیا تجزیہ نگاروں کا کہنا ہے کہ ایودھیا میں جمع ہندوؤں کا بنیادی مقصد الیکشن سے قبل بھارتی ہندوؤں میں ''ہندو بیداری'' کی ایک ایسی لہر پیدا کرنا ہے جس کے نتیجہ میں بھارتیہ جنتا پارٹی کے وزیراعظم نریندر مودی ایک بار پھر اگلی مدت وزارت عظمیٰ کے لیے مطلوبہ ووٹ حاصل کرسکیں۔ ایک بیان میں اترپردیش کے سابق وزیر اعلیٰ اور' سماج وادی پارٹی کے رہنما اکھلیش یادیو نے سپریم کورٹ سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ ایودھیا میں ممکنہ مسلم کش فسادات کو روکنے کے لیے فوج کی تعیناتی کا حکم دے۔ یہ بھی واضح رہے کہ اس وقت ایودھیا میں لاکھوں انتہا پسند ہندوؤں کی بھارت بھر سے آمد کے بعد مقامی مسلمانوں کا وہاں زندگی گزارنا مشکل ہوگیا ہے اور مسلمان اپنے روز مرہ کے کاموں اور ملازمتوں اور کاروبار کے لیے گھروں سے نہیں نکل پارہے ہیں۔ قریبی دیہات اور اطراف کے علاقے کے لوگ تو یہاں تک خوفزدہ ہیں کہ بہت سے افراد نے نقل مکانی شروع کردی ہے اور جو کہیں نہیں جاسکتے انہوں نے اپنی خواتین اور بچیوں کو رشتہ داروں کے پاس بھجوادیا ہے۔ پولیس سٹیشنز میں بھی صورتحال یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کو پاکستان کے ایجنٹ کے طور پر دیکھتے ہیں اور کوئی موقع بھی ہاتھ سے جانے نہیں دیتے کہ وہ انہیں کسی بھی شک کی بنیاد پر گرفتار کرلیں اور تشدد کا نشانہ بنائیں۔ پولیس سٹیشن میں جس طریقے سے اب ہندو مذہبی رسومات ادا کی جانے لگی ہیں کہ پولیس سٹیشن کم مندر زیادہ لگتا ہے۔ ایسے میں کسی بھی قسم کے فساد کی صورت میں پولیس فورس جنونی ہندوؤں کا ہی ایک دستہ بن کر سامنے آئے گی۔

کمیونسٹ چینی حکومت کے عقوبت خانوں میں مظالم کا سلسلہ جاری:

جیل نما کنسنٹریشن کیمپ سے رہائی پانے والی اوغیور مسلمانوں خاتون جن کے شوہر پاکستانی ہیں، نے خبر رساں ادارے ریڈیو فری ایشیا کو بتایا کہ حراست کے دوران انہیں جیل کے عملے کے سامنے یہ سمجھانے اور بتانے کے لیے برہنہ کھڑا کیا جاتا کہ یہاں شرم وحیا ممنوع ہے۔ اگرچہ کہ چینی حکومت کی جانب سے ہر ممکن کوشش کی جارہی ہے کہ وہاں چینی مسلمانوں پر ہونے والے مظالم سے دنیا بے خبر رہے اور بہت حد تک وہ اس میں کامیاب بھی ہوئے ہیں صرف وہ افراد ہی چینی کمیونسٹ حکومت کے مظالم کے متعلق بات کرپا رہے ہیں جو بیرون ملک مقیم ہیں اور ان کے اہل خانہ وہاں جیلوں میں قید ہیں۔ سوشل میڈیا پر ایسے لوگوں کی بڑی تعداد میں ویڈیوز وائرل ہورہی ہیں جن میں وہ پاکستانی تاجر بھی ہیں جو چین میں تجارت کی غرض سے مقیم تھے اور وہیں پر انہوں نے مسلمان چینی خواتین سے شادیاں کیں۔ ان خواتین کو خاص طور سے گرفتار کیا گیا ہے جن کے شوہر پاکستانی ہیں۔ اس کے علاوہ بہت سی وائرل ہونے والی ویڈیوز وہ ہیں جن میں مسلمان چینی باشندے دنیا سے اپیل کررہے ہیں کہ وہ ان کے پیاروں کو چین میں موجود قید خانوں سے رہائی دلوائیں جن کا جرم صرف اور صرف یہ تھا کہ وہ مسلمان ہیں یا اسلام کے متعلق بات کرتے ہیں نماز پڑھتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں۔ جیل میں ہونے والی اموات کو بھی طبعی ظاہر کیا جاتا ہے۔ ان کنسنٹریشن کیمپس میں جانوروں کی مانند گنجائش سے کہیں زیادہ قیدیوں کو رکھا گیا ہے۔ جبکہ دوسری جانب سیٹلائیٹ امیجز میں بہت سی ایسی سائیٹس کو دیکھا گیا ہے جہاں چینی حکومت بہت بڑے پیمانے پر جیلوں کی تعمیر کررہی ہے۔

برمی فوجیوں کی روہنگیا مسلمانوں کے کیمپ میں گھس کر فائرنگ، کئی افراد شہید:

عینی شاہدوں و پولیس کے مطابق روہنگیا مسلمانوں پر ظلم کے لیے جواز گھڑنے کے لیے ان پر الزام لگایا گیا کہ وہ رکھائن کے کیمپوں میں موجود بے گھر افراد کو بیرون ملک بھجوانے کے لیے کوشاں ہیں۔ عینی شاہدین کے مطابق جن لوگوں کو گولیاں ماری گئیں ان میں سے ایک ۲۷ سالہ روہنگیا مسلمان بھی شامل ہے۔ فائرنگ کے نتیجے میں ۴ افراد زخمی بھی ہوئے، ان میں سے ۲ کی حالت انتہائی نازک ہے۔ رکھائن کے صدر سیٹوے سے ۹ میل کی دوری پر بنائے گئے روہنگیا مسلمانوں کے کیمپ آہ نوک یی میں اتوار کو ۲۰ سے زائد اہلکار گھس گئے۔ میانمار کے حکام کا کہنا تھا کہ کیمپ میں موجود ۲ افراد اس خستہ حال کشتی کے مالکان میں سے تھے، جس میں سوار ۱۰۶ افراد چند روز قبل ینگون کے قریب ملائیشیا ہجرت

کی کوشش کے دوران پکڑے گئے تھے۔ یہ کشتی سمندر میں انجن بند ہونے کی وجہ سے کھڑی ہو چکی تھی۔ میانمار کی بحریہ نے اس کشتی کو ینگون پورٹ سے ۳۰ کلو میٹر جنوب میں کایوکٹن نامی قصبے کے قریب سے پکڑ لیا۔ کشتی پر ۵۰ مرد، ۳۱ عورتیں اور ۲۵ بچے سوار تھے جو ملائیشیا جانا چاہتے تھے جنہیں میانمار کے امیگریشن حکام نے گرفتار کر کے ایک بار پھر جیلوں میں ڈال دیا ہے۔ ۲۰۱۲ء کے بدترین مسلم کش فسادات کے بعد میانمار کی حکومت نے لاکھوں مسلمانوں کو کیمپوں میں مقید کر رکھا ہے۔ کیمپوں میں مقیم ان مسلمانوں کو آزادانہ نقل و حرکت کی اجازت نہیں ہے۔ عالمی امدادی تنظیموں کے مطابق میانمار کی حکومت کے قائم کردہ ان کیمپوں میں ایسی کوئی جگہ نہیں جسے انسانوں کے رہنے کے قابل قرار دیا جائے۔ کئی برسوں سے روہنگیا مسلمان نومبر سے مارچ کے مہینے تک اس وقت بحری سفر کے ذریعے محفوظ مقامات پر جانے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب سمندر قدرے پرسکون ہوتا ہے۔ یہ سفر کافی خطرناک ہوتا ہے اور فرار کے لیے چنی گئی کشتیوں میں ضرورت سے زیادہ افراد کو سوار کرا لیا جاتا ہے۔

امریکی ریاست کیلی فورنیا میں سابق امریکی فوجی کی کلب میں فائرنگ سے بارہ افراد ہلاک:

فائرنگ کا یہ واقعہ لاس اینجلس کے نزدیک واقع شہر تھوزینڈ اوکس میں پیش آیا ہے۔ عینی شاہدین کے مطابق مسلح شخص کی اندھادھند فائرنگ کے بعد بار میں بھگدڑ مچ گئی اور وہاں موجود لوگ شیشے توڑ کر جانیں بچانے کے لیے بھاگنے لگے۔ بارڈر لائن کی ویب سائٹ کے مطابق بدھ کو بار میں ایک مقامی تعلیمی ادارے کے طلبہ کی ''کالج کی شب'' تھی اور ان کی تقریب منعقد ہو رہی تھی۔ اخبار لاس اینجلس ٹائمز نے قانون نافذ کرنے والے اداروں کے حکام کے حوالے سے بتایا ہے کہ کم سے کم ۳۰ گولیاں فائر کی گئی ہیں۔ انھوں نے بھی اس امر کی تصدیق کی ہے کہ ملزم کے پاس ایک ہی پستول تھا اور وہ اسی سے گولیاں چلا رہا تھا۔ اس حملے کے نتیجے میں ایک پولیس سارجنٹ سمیت بارہ افراد ہلاک اور متعدد زخمی ہوئے۔ بعد میں حملہ آور نے خود کو گولی مار کر اپنی جان بھی لے لی ہے۔ مشتبہ حملہ آور کی شناخت آئن ڈیوڈ لانگ کے نام سے ہوئی ہے اور وہ امریکی میرین کور کا سابق فوجی تھا۔ تفتیشی حکام ہر زاویے سے تفتیش کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ وہ ایک ذہنی طور پر بیمار شخص تھا۔ خود ٹرمپ نے بھی اپنے ایک بیان میں اسے ذہنی مریض قرار دیا۔ افغانستان اور عراق جنگ سے واپس آنے والے فوجیوں کی کثیر تعداد ذہنی بیمار ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ برطانوی اخبار گارڈین کی ایک رپورٹ میں یہ بھی انکشاف کیا گیا ہے

امریکی فوج میں بھرتی ہونے والے ہر پانچ میں سے ایک امریکی شہری ذہنی بیمار تھا اس کے باوجود وہ بھرتی کے مراحل عبور کرنے میں کامیاب رہا۔ ہارورڈ یونیورسٹی کے ماہر نفسیات اور خودکشی کے رجحان میں اضافے کے بارے کی جانے والی تحقیق کی سربراہی کرنے والے میتھیو نوک کے مطابق ''اس وقت فوج میں خودکشی کے رجحان میں خطرناک حد تک اضافہ ہو رہا ہے اور بھرتی ہونے سے پہلے سے لاحق ذہنی بیماریاں مثلاً ذہنی دباؤ، اضطراب، غیر حقیقی بدسلوکی وغیرہ امریکی شہری آبادی کی عکاسی کرتی ہیں''۔

ایسے ذہنی بیمار افراد کا بھرتی ہو جانا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ امریکی فوج کے بھرتی کا ادارہ مطلوبہ تعداد میں معیار کے مطابق فوجیوں کی بھرتی کو ممکن بنانے میں مکمل ناکام ہے جبھی وہ ایسے افراد کو بھرتی کرنے پر مجبور ہے۔ واضح رہے امریکا میں اس سال مجمع پر فائرنگ کے تین واقعات ہو چکے ہیں اور اس قسم کے واقعات نئے بھی نہیں۔ ماہرین اس کا سبب وہاں کے معاشرے میں پھیلی بے یقینی، بے چینی اور اسلحے تک باآسانی رسائی بتاتے ہیں۔ اس سے قبل سکولوں میں ہونے والے حملوں سمیت اس نوعیت کے واقعات کی تعداد بڑھنے سے عوام نے بڑے پیمانے پر احتجاج کرتے ہوئے ملک میں گن کلچر کو کنٹرول کرنے کا مطالبہ کیا تھا تاہم ٹرمپ حکومت نے یہ معاملہ سرد خانے کی نظر کر دیا تھا۔

بھیانک آگ امریکیوں کے لیے عذاب بن گئی:

امریکی تاریخ کی بدترین آگ نے ایک لاکھ پانچ ہزار ایکڑ رقبے پر پھیلے خطہ اور جنگلات کو برباد کر دیا۔ جبکہ سینکڑوں امریکی بھی جھلس گئے ہیں۔ اب تک ۷۴ امریکیوں کی ہلاکت کی تصدیق ہوئی ہے، جبکہ ۱۰۰۰ سے زائد شہری لاپتا ہیں۔ ''وولسی'' کا لقب پانے والی اس آگ نے تین لاکھ سے زیادہ امریکیوں کو دربدر کر دیا ہے۔ سینکڑوں اقسام کے درخت، جانور، مکانات، گاڑیاں اس خوفناک آگ کی زد میں آکر بھسم ہو چکے ہیں۔ امریکا اپنے جدید ترین فائر بریگیڈز اور ہوائی فائر ٹینڈرز سمیت تربیت یافتہ عملے کے باوجود اس آگ، گرمی اور دھویں کے سامنے بے بس نظر آیا۔ کیلی فورنیا کے آگ اور جنگلات سے بچاؤ کے ادارے کے ڈائریکٹر اسکاٹ میکلن نے بتایا ہے کہ بدترین آگ سے پورے علاقے تباہ ہو چکے ہیں اور کوئی چیز سلامت نہیں رہی ہے۔ امریکی میڈیا کمنٹیٹر جوزف بائیڈن کا کہنا ہے کہ پورا علاقہ ہولناک مناظر کا منظر پیش کر رہا ہے۔ جلے گھر، کیمیائی مرکب کی تلخی اور آگ سے جھلس جانے والے افراد کے گوشت اور اعضا کی بدبو دماغ سڑا رہی ہے، سب کچھ ناقابل برداشت ہے، مکین ماتم کناں ہیں۔ یہاں بہت سے اداکاروں اور ہائی پروفائل

لوگوں کی رہائش تھی جو سبھی اپنی اپنی جانیں بچا کر محفوظ علاقوں کی جانب بھاگ چکے ہیں۔ مقامی میڈیا اور امدادی اداروں نے بتایا ہے کہ ہلاکتیں ۱۰۰ سے زیادہ ہو سکتی ہیں کیونکہ اب تک گمشدہ مکینوں کی کوئی اطلاعات یا خیر خیریت نہیں ملی ہے کہ وہ آگ سے محفوظ ہیں یا نہیں۔ امریکا کی ایمرجنسی سروس نائن ون ون نے انکشاف کیا ہے کہ ان کے پاس مصدقہ کال ریکارڈ کے مطابق ۵۰۰ سے زائد شہریوں کی مدد کی درخواستیں آئیں، جو انتہائی تیزی سے پھیلتی شدید ترین آگ سے بچاؤ کے لیے پولیس اور فائر بریگیڈ کی مدد کے لیے تھیں، لیکن آگ کے سنگین اور تیز ترین پھیلاؤ کے نتیجہ میں ان کی مدد نہ کی جا سکی کیونکہ پیراڈائز نامی قصبہ اور ملحقہ علاقوں میں آگ نے مقامی امریکیوں کو گھروں سے نکلنے اور گھروں سے باہر موجود افراد کو جان بچانے کا کوئی موقع نہیں دیا جبکہ مقامی امدادی سروس نے تصدیق کی ہے کہ ۱۰۰ سے زائد کار سواروں اور مقامی مکینوں نے ان کو بیانات ریکارڈ کروائے ہیں کہ آگ کی شدت اس قدر تھی کہ انہیں کار میں بیٹھ کر سامان اور قیمتی اشیا کو بچانے کا موقع بھی نہیں ملا اور ان کی کاریں ایسی ہی کھڑی رہ گئیں جبکہ ان کو جان بچانے کے لیے پیدل بھاگنا پڑا۔ شمال مشرقی سان فرانسسکو سے محض ۲۹۰ کلو میٹر کی دوری پر واقع حسین ترین امریکی قصبہ پیراڈائز کو آگ نے مکمل ویران کر ڈالا ہے۔ اسی ایک قصبہ میں ہلاکتوں کی تعداد ۲۳ ریکارڈ کروائی گئی ہے۔ مقامی میڈیا سے گفتگو میں امریکی عوام نے کھل کر تسلیم کیا کہ یہ آگ جہنم کی آگ کی طرح انسانوں کو نگلتی گئی۔ شمالی سیکرامین علاقہ میں ایستادہ ۶۰۰۷ سے زائد مکانات تباہ حال ہیں جبکہ اس علاقہ سے ۵۲ ہزار سے زائد مکینوں کو آگ نے بے گھر کر دیا ہے، جن کو امریکی حکومتی شیلٹرز میں رکھا گیا ہے۔ اپنے شوہر کے ساتھ موبائل ہوم (گاڑی) کی مدد سے فرار ہونے والی شیلا نامی ایک خاتون نے بتایا ہے کہ آگ ایسے پھیلی جیسے جہنم کی آگ ہو، ہمیں کوئی راستہ بچاؤ کا دکھائی نہیں دیا ہم نے پورا گھر ایسے ہی چھوڑ دیا اور موبائل ہوم میں بیٹھ کر نکل بھاگے۔

تاریخ انسانی کی وہ بدترین خونی و شیطانی ریاست امریکہ جو اپنی پیدائش سے لے کر اب تک کروڑوں انسانوں کا خون بہا چکی، کو یہ تباہی بھی شاید کسی ویڈیو گیم یا فلم کی مانند لگتی اگر امریکی ریاست یہ آگ و تباہی کسی دوسرے ملک پر مسلط کر رہی ہوتی۔ لیکن یہ تو جب انہیں خود سہنا پڑ رہا ہے تو اسے جہنم کی آگ قرار دینے لگے۔ بھلا جہنم کی آگ کو اس معمولی آگ سے کیا نسبت جس نے ان کے ہوش و حواس اڑا دیے۔

بحریہ ٹاؤن میں الاٹمنٹ لیٹر کے ذریعے پلاٹس کی منتقلی غیر قانونی ہے - سپریم کورٹ:

چیف جسٹس کی سربراہی میں تین رکنی بینچ نے بحریہ ٹاؤن پلاٹس ٹرانسفر کیس کی سماعت کی۔ چیف جسٹس نے استفسار کیا کہ بحریہ ٹاون ایک ڈویلپر ہے تو وہ پلاٹ ٹرانسفر لیٹر سے کس طرح ٹرانسفر کرتا ہے؟ پلاٹ کا ٹرانسفر کی بجائے رجسٹری ہونی چاہئے۔ ان کا کہنا تھا کہ اربوں روپے کے تو بحریہ ٹاون پر چارجز بنتے ہیں۔ اتنا پیسہ کدھر چلا گیا؟ پلاٹ کا ٹرانسفر سیل ڈیڈ کی ذریعے ہو گا، بحریہ ٹاون صرف الاٹمنٹ لیٹر ایشو کر دیتا ہے جو ریاست کے ساتھ فراڈ ہے۔ بحریہ ٹاون نے ٹرانسفر فیس کی مد میں ۱۴/ارب روپے الاٹیز سے اکٹھے کیے ہیں، کیوں نہ بحریہ ٹاون کو نوٹس دے کر یہ رقم وصول کی جائے۔ بحریہ ٹاؤن کے وکیل نے عدالت کو بتایا کہ وہ قانون کے مطابق ادائیگی کے لیے تیار ہیں۔ جسٹس اعجاز الاحسن نے استفسار کیا کہ سیل ڈیڈ کے بغیر پلاٹس ٹرانسفر ہو سکتے ہیں؟ چیف جسٹس نے ریمارکس دیئے کہ آج تک الاٹمنٹ لیٹر کے زریعے جو ٹرانسفر ہوئے وہ غیر قانونی ہیں۔ آج تک بحریہ ٹاون نے الاٹمنٹ کی مد میں جو کیا وہ قانون کی خلاف ورزی ہے۔ وکیل نے عدالت کو بتایا کہ ڈی ایچ اے میں بھی پلاٹس کے تبادلے اس میکنزم کے تحت ہوتے ہیں۔ سپریم کورٹ نے ڈی ایچ اے کو نوٹس جاری کرتے ہوئے پلاٹ ٹرانسفر فیس کی تفصیلات طلب کر لی ہیں۔ چیف جسٹس کہتے ہیں سب کے لیے ایک قانون ہونا چاہئے۔ بحریہ ٹاؤن کے وکیل نے کہا کہ ہاوسنگ سوسائٹیز کا فرانزک آڈٹ مکمل ہونے دیں تفصیلات فراہم کر دیں گے، رجسٹری کی فیس تو پلاٹ خریدنے والے نے دینی ہے۔

بہر حال یہ پنڈورا بکس تو کھل ہی گیا کہ ڈی ایچ اے کے کرتا دھرتا پلاٹ ٹرانسفر فیس کی مد میں ستر سالوں کے دوران قومی خزانے کو کتنا نقصان پہنچا چکے ہیں۔ سوال یہاں یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ ڈاکو جو یہی رٹ لگائے رکھتے ہیں کہ فوج کا احتساب کا اپنا نظام ہے کیا وہ سپریم کورٹ کے فیصلے کو برداشت کر پائیں گے یا سپریم کورٹ کے احکامات کے مطابق مطلوبہ تفصیلات فراہم کریں گے؟

عافیہ کی رہائی کے حوالے سے فقط زبانی یقین دہانیاں:

امریکی جیل میں قید ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی بڑی بہن ڈاکٹر فوزیہ صدیقی نے اسلام آباد میں وفاقی وزیر خارجہ شاہ محمود قریشی سمیت اہم وزراء کے ساتھ ملاقاتوں میں ڈاکٹر عافیہ صدیقی کی پاکستان منتقلی کے متعلق بات چیت کی ہے۔ تاہم ڈاکٹر عافیہ کی رہائی کے حوالے سے اب تک حکومت نے انہیں صرف زبانی یقین دہانیاں کرائی ہیں۔ اہم وزرا سے میٹنگز کے باوجود ڈاکٹر فوزیہ یہ معلوم کرنے میں ناکام رہیں کہ عافیہ صدیقی کی رہائی کے سلسلے میں

پاکستانی حکام امریکہ کے ساتھ کس سطح پر بات چیت کر رہے ہیں اور یہ معاملہ کس اسٹیج پر ہے۔ ڈاکٹر فوزیہ نے امریکہ میں موجود وکلا کی جانب سے عافیہ کی رہائی کے سلسلے میں اب تک کی جانے والی ورکنگ پر مشتمل پیپرز وزیر خارجہ کے حوالے کئے۔ پیپرز میں عافیہ کی صدارتی معافی سے متعلق امریکی انتظامیہ کو جمع کرائی جانے والی دستاویزات اور باہمی معاہدے کے علاوہ قیدیوں کے تبادلے کے بارے میں کی جانے والی کوششوں کے ذکر سمیت کُل ۴۶ پوائنٹس موجود ہیں۔ ذرائع کے مطابق وزیر خارجہ نے یہ پیپرز اپنے پاس رکھ لئے اور ڈاکٹر فوزیہ کو کہا کہ وہ دستاویزات کی اسٹڈی اور دیگر متعلقہ معاملات کو دیکھ کر ایک دو ہفتے بعد ان سے دوبارہ رابطہ کریں گے۔ ملاقات کے موقع پر شکیل آفریدی کے بدلے عافیہ صدیقی کی رہائی کا ایشو بھی ڈسکس نہیں ہوا۔

امریکہ میں موجود عافیہ کی رہائی کی کوششیں کرنے والے ذرائع کا کہنا ہے کہ اگر موجودہ حالات میں شکیل آفریدی کی منتقلی ہو جاتی ہے تو اس سے نہ صرف صدر ٹرمپ کی گرتی مقبولیت کو روکا جاسکتا ہے۔ بلکہ اگلے سال ہونے والے صدارتی انتخابات میں بھی ٹرمپ کو سیاسی فائدہ پہنچے گا۔ اس صورت حال میں اگر حکومت پاکستان شکیل آفریدی کے بدلے عافیہ صدیقی کی حوالگی کا سنجیدہ مطالبہ کرتی ہے تو اسے رد کرنا ٹرمپ انتظامیہ کے لئے مشکل ہو گا۔ ٹرمپ انتظامیہ کے بعض ذمہ داران عافیہ کے وکلا کو پہلے ہی یہ عندیہ دے چکے ہیں۔ ادھر ڈاکٹر فوزیہ کا کہنا ہے کہ اس بار ایسی فضا ہے، جس نے عافیہ کی واپسی کے امکانات بڑھا دیئے ہیں اور اس کے ایک سے زائد طریقہ کار موجود ہیں۔ اب اس کا انحصار حکومت پر ہے کہ وہ اس کا فائدہ اٹھاتی ہے یا پچھلی حکومتوں کی طرح ان مواقع کو ضائع کر دیتی ہے۔ ڈاکٹر فوزیہ کا کہنا تھا کہ وزیر خارجہ نے نہایت توجہ سے میری بات سنی۔ لیکن حکومت کے اصل ارادوں کا اس وقت یقین آئے گا جب تحریری طور پر ہمیں بتایا جائے کہ عافیہ کی رہائی کے لئے اب تک کیا اقدامات کئے جاچکے اور کیا کئے جارہے ہیں۔ ورنہ سب کچھ زبانی جمع خرچ تصور ہو گا۔

یہاں یہ نقطہ قابل غور ہے کہ سول حکومت پر ڈاکٹر عافیہ کی رہائی کے لیے زور ڈالا جاتا ہے لیکن وہ خبیث جو ڈاکٹر عافیہ کے اصل مجرم ہیں جنہوں نے حیوانیت کی حدیں پار کرتے ہوئے اسے امریکیوں کے حوالے کیا، ان کی قید میں ڈاکٹر عافیہ کا بچہ جان کی بازی ہار گیا کچھ ان کی بھی ذمہ داری بنتی ہے ابھی کہ وہ ڈاکٹر عافیہ کی واپسی میں کردار ادا کر کے اپنے جرم کا کچھ مداوا کریں۔ لیکن نہیں ایسا تب ہوتا جب انہیں اپنے جرم کا احساس ہوتا۔ نہ جانے امت کی کتنی ہی بیٹیاں ان کے قید خانوں میں چیختی چلاتی ہیں اور ان کی چیخیں وہیں دفن ہو کر رہ جاتی ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ ڈاکٹر عافیہ کی واپسی کے سب سے بڑے مخالف یہی خبثاء ہیں کہ اس کی واپسی سے کئی رازوں سے پردہ ہٹنے اور ان کے مکروہ سیاہ چہرے عوام کے سامنے بے نقاب ہونے کا اندیشہ ہے۔

ڈاکٹر عافیہ کے متعلق تواتر سے چھپنے والی خبروں میں ڈاکٹر عافیہ پر لگے الزامات کا تو بتایا جاتا ہے لیکن یہ یاد نہیں دلایا جاتا کہ ڈاکٹر عافیہ کو پاکستانی سیکورٹی اداروں نے ۲۰۰۳ء میں اغوا کیا۔ پھر بگرام جیل کے ایک قیدی معظم بیگ، جو گوانتاناموبے میں بھی قید رہے اپنی برطانوی شہریت کے سبب گوانتاناموبے سے رہا ہوئے۔ انہوں نے رہائی کے بعد اپنی کتاب enemy combatant میں ایک پاکستانی خاتون قیدی نمبر ۶۵۰ کا تذکرہ کیا جو وہاں قید تھیں جن کی چیخیں جیل کے مرد قیدیوں کے دل دہلا دیتی تھیں۔ اسی خاتون کے متعلق شیخ ابو یحیٰ اللیبی رحمہ اللہ نے بگرام جیل سے فرار کے بعد الجزیرہ چینل کو انٹرویو میں بتایا کہ ان کی وہاں کیا حالت تھی۔ طالبان کی قید سے رہائی پانے والی برطانوی صحافی ایوان ریڈلی جنہوں نے بعد میں اسلام قبول کر لیا اس معاملے کی تہہ تک پہنچنے کے لیے افغانستان گئیں اور یہ پتہ چلانے میں کامیاب ہوئیں کہ وہ خاتون قیدی نمبر ۶۵۰ کوئی اور نہیں بلکہ عافیہ صدیقی ہیں۔ اس خبر کا انکشاف انہوں نے ایک پریس کانفرنس کے ذریعے کیا اور وہ بھی کسی اور سیاستدان کے ہمراہ نہیں بلکہ عمران خان تھے۔ اس پریس کانفرنس کے کچھ روز بعد ہی خبر آتی ہے کہ ڈاکٹر عافیہ کو افغانستان سے گرفتار کر لیا گیا ہے۔

ذرا عمران خان کے سابقہ بیانات پر نظر تو ڈالیے۔ کیسے بے چین دکھائی دیتے تھے وہ اس معاملے پر۔ لیکن کیا کہیں کہ یوٹرن لینا تو عظیم قیادت کی نشانی قرار دیا گیا ہے تو ڈاکٹر عافیہ کے معاملے پر بھی یوٹرن لینے میں بھلا کیونکر شرم محسوس کریں گے۔

تحریک انصاف کی رکن قومی اسمبلی کی جانب سے اسرائیل سے تعلقات استوار کرنے کی حمایت:

تحریک انصاف کی رکن قومی اسمبلی عاصمہ حدید نے اسمبلی فلور پر تجویز دی ہے کہ یہودیوں سے (یعنی اسرائیل سے) معاہدہ کیا جائے۔ اس تجویز کا صاف اور واضح مطلب اسرائیل کو تسلیم کرنا اور اس سے سفارتی تعلقات قائم کرنا ہے۔ حکمران جماعت کی رکن قومی اسمبلی کی اس تجویز سے مذہبی حلقوں کے اس الزام کی تصدیق ہو رہی ہے کہ تحریک انصاف کی قیادت کے عالمی یہودی استعمار سے گہرے روابط ہیں اور اسرائیل کو تسلیم کرنا

اس حکومت کے اہم ایجنڈے میں شامل ہے۔ایک رکن قومی اسمبلی کی جانب سے اسمبلی فلور پر یہ تجویز دینے کا مقصد سیاسی جماعتوں اور عوامی حلقوں کا ردعمل معلوم کرنے کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔

موصوفہ کی یہود سے محبت کا عالم اور اسرائیل کو تسلیم کرنے کی جلدی دیکھیے کہ قرآنی آیات کے ساتھ ساتھ تاریخی حقائق کو بھی مسخ کیا۔کہتی ہے کہ "رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ابتدا میں خانہ کعبہ کو نماز پڑھتے تھے لیکن بعد یہودیوں کو خوش کرنے کے لیے یروشلم (بیت المقدس) کی طرف پڑھنا شروع کیا۔مسلمانوں کا قبلہ خانہ کعبہ اور یہودیوں کا بیت المقدس ہے۔ یہودیوں کو دوست بناؤ کیونکہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور علی (رضی اللہ عنہ) نے بھی فرمایا ہے کہ اپنے دشمن کو دوست بناؤ۔جب ہم نماز پڑھتے ہیں تو درود میں بھی یہودیوں کو دعا دیتے ہیں۔حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) بنی اسرائیل سے تھے۔ایسی دیدہ دلیری سے جاہلانہ اور سراسر جھوٹی باتوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرنا،اس قوم کے لیے تمانچے سے کم نہیں جن کی نمائندگی کے نام پر ایسے بدترین جہلاء کو پارلیمان بھیج کر اسلام کا مذاق اڑایا جاتا ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی ادب سے لینے سے قاصر نظر آتے ہیں۔

سعودی عرب میں پاکستان کے سابق سفیر عمر خان علی شیر زئی کا کہنا ہے کہ "تقریباً تمام عرب ممالک کے اب اسرائیل سے کسی نہ کسی سطح پر روابطہ اور تعلقات ہیں۔پاکستان بھی اب سعودی قیادت کے قریب ہو رہا ہے۔جبکہ عالمی یہودی نمائندہ تنظیم جیوش کونسل اور سعودی کونسل کے درمیان بھی تعلقات ہیں۔موجودہ وزیر اعظم کے سابق سسرالی خاندان گولڈ اسمتھ کا تعلق بھی یہودیوں سے ہے۔جبکہ اسرائیل کی تو بہت عرصے سے خواہش ہی نہیں کوشش رہی ہے کہ وہ پاکستان کے ساتھ تعلقات قائم کرے،لہٰذا ان چند امور کو سامنے رکھ کر غور کیا جائے تو بات سمجھ آجاتی ہے کہ کیا سوچا جارہا ہے اور کیا ہونے جارہا ہے،اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا"۔

ایسا بھی نہیں ہے کہ پارلیمنٹ کا یہ واقعہ اتفاقی تھا بلکہ اس سے قبل بھی ایک سابق جرنیل امجد شعیب جو تحریک انصاف کی مختلف چینلز پر وکالت کرتے دکھائی دیتے ہیں، کی کسی تعلیمی ادارے میں اسرائیل سے تعلقات کے فضائل بیان کرنے کی ویڈیو وائرل ہوئی جس میں اس نے فلسطین کے مسئلہ پر مذہبی طبقے کے موقف کو تضحیک کا نشانہ بنایا۔اس گفتگو میں یہ بھی انکشاف کیا کہ انہوں نے زمبابوے میں اسرائیلی سفیر سے ملاقات کی۔مزید کہا کہ اسرائیل سے تعلقات استوار کرنے میں کیا حرج ہے جبکہ اسرائیل پاکستان کی مدد بھی کر سکتا ہے اور ٹیکنالوجی وغیرہ بھی دے سکتا ہے۔کہتے ہیں کہ اگر پاکستان اسرائیل سے تعلقات بنالے تو مسئلہ فلسطین حل کروانے میں کردار ادا کر سکتا ہے۔(جیسے کشمیر کا مسئلہ یہ بذریعہ تعلقات کب کا حل کرواچکے ہوں)۔

لاپتہ افراد کے کیس میں سیکریٹری داخلہ، دفاع اور آئی جی کی آدھی تنخواہ کاٹنے کا حکم:

اسلام آباد ہائی کورٹ نے لاپتہ شہری عبد اللہ کی بازیابی سے متعلق کیس کا گیارہ صفحات پر مشتمل فیصلہ جاری کرتے ہوئے کہا ہے کہ شہریوں کے تحفظ میں پولیس کی کارکردگی سوالیہ نشان ہے۔

جسٹس محسن اختر کیانی نے سیکریٹری داخلہ، سیکریٹری دفاع اور آئی جی اسلام آباد کی آدھی تنخواہ کی کٹوتی کرنے کا حکم دیتے ہوئے کہا کہ شہری کی بازیابی کے لیے بنائی گئی جے آئی ٹی، متعلقہ ایس ایچ او اور تفتیشی افسر کی بھی آدھی تنخواہ کی کٹوتی کی جائے اور جب تک لاپتہ شخص بازیاب نہ ہو اکاؤنٹنٹ جنرل ان افسران کی آدھی تنخواہ کی کٹوتی جاری رکھیں۔ہائی کورٹ نے داخلہ اور دفاع کے سیکریٹریز، آئی جی اسلام آباد، جے آئی ٹی و دیگر افسران پر ۲۰ لاکھ روپے جرمانہ بھی عائد کرتے ہوئے حکم دیا کہ جرمانہ اور تنخواہ کٹوتی کی رقم لاپتہ شخص کی بیوی کو ادا کی جائے۔فیصلے میں کہا گیا کہ حکام نے لاپتہ عبد اللہ کو چھ ماہ میں بازیاب نہ کرایا تو مذکورہ افسران کا کیس وزیر اعظم کو بھیجا جائے جو قانون کے مطابق ان کے خلاف محکمانہ کارروائی کا آغاز کریں۔

شاید اس قسم کے فیصلوں سے عدلیہ یہ تاثر دینا چاہتی ہے کہ انہیں عوام کی جان و مال کے تحفظ کا کتنا خیال ہے۔کیا یہ اب کوئی ڈھکی چھپی بات ہے کہ ہر صوبے میں ہزاروں کی تعداد میں لاپتہ افراد کسی تھانے پولیس سٹیشن میں نہیں چھپائے گئے بلکہ فوج کے زیر انتظام چلنے والے خفیہ قید خانوں میں قید ہیں اور ان خفیہ قید خانوں کی زیادہ تعداد کینٹ کے علاقوں میں ہی ہے۔اب تو یہ بھی اطلاعات ہیں کہ یہ بڑے بڑے قید خانے جن میں قیدیوں کی تعداد، گنجائش سے کہیں زیادہ ہو چکی ہے، سے ہٹ کر سکولوں وغیرہ کو بھی قبضہ کرکے چھوٹے چھوٹے قید خانوں کے طور پر استعمال کیا جارہا ہے۔کراچی میں رہائشی علاقوں میں قائم سکولوں کی عمارتوں کو ناجائز تجاوزات قرار دینا بھی کہیں ایسی ہی کوئی بڑی قبضہ مہم تو نہیں یہ تحقیق طلب معاملہ ہے۔

☆☆☆☆☆

گستاخ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سزا موت ہے بس موت

ہر فیصلۂ عدل و وفا موت ہے بس موت
گستاخ محمد کی سزا موت ہے بس موت

زنداں میں حقیقت سے وہ بھاگا ہوا قیدی
اب اس کے لیے آب و ہوا موت ہے بس موت

اک روز اسے ڈھونڈ ہی لے گی کوئی گولی
اب اس کے ٹھکانے کا پتہ موت ہے بس موت

قرآن سے سزا گستاخ ملعون پوچھی
ہر آیئہ قرآں نے کہا موت ہے بس موت

بے خوف نہیں ایک بھی لمحے سے وہ اپنے
ہر سانس اب اس کی بخدا موت ہے بس موت

کفار سے کتنی ہی سفارش وہ کرالے
اس کے لیے آغوش موت ہے بس موت

دولت کے پچاری کو بلاتا ہے جہنّم
شہرت کے بھکاری کی غذا موت ہے بس موت

(مظفر وارثی)

حقِ حکمرانی صرف اسلام کے لیے ہے!!!

بے شک اسلام کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ ابتدا ہی پیش قدمی سے کرے۔ اسلام کسی قوم یا وطن کی میراث نہیں ہے۔ یہ خدا کا دین ہے اور تمام دنیا کے لیے ہے۔ اسے یہ حق حاصل ہونا چاہیے کہ وہ ان موانع کو پاش پاش کردے جو روایات اور نظاموں کی شکل میں پائے جاتے ہیں۔ وہ افراد پر حملہ نہیں کرتا اور نہ ان پر اپنا عقیدہ زبردستی ٹھونسنے کی کوشش کرتا ہے، وہ صرف حالات ونظریات سے تعرض کرتا ہے تاکہ افرادِ انسانی کو اُن فاسد اور زہریلے اثرات سے بچائے جنہوں نے اُن کی فطرت کو مسخ کر دیا ہے۔

اسلام اپنے اس حق سے بھی کسی طور دستبردار ہونے کے لیے تیار نہیں کہ وہ انسانوں کو بندوں کی آقائی سے نکال کر صرف ایک خدا کی بندگی پر جمع کرے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور انسانوں کی آزادیِ کامل کی تحریک کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکے۔ تصورِ اسلامی اور امرِ واقع دونوں کے نقطۂ نظر سے اللہ تعالیٰ کی بندگی اپنی پوری شان سے صرف اسلامی نظام ہی کے سائے میں رُو بہ عمل آسکتی ہے۔ اسلامی شریعت ہی وہ واحد نظامِ حیات ہے، جس میں تمام انسانوں کا خواہ وہ حاکم ہوں یا محکوم، کالے ہوں یا گورے، غریب ہوں یا امیر، قریب کے ہوں یا دور کے، صرف اللہ تعالیٰ ہی قانون ساز ہوتا ہے، اور اس کا قانون سب کے لیے برابر ہوتا ہے اور سب انسان یکساں طور پر اُس کے آگے سرنگوں ہوتے ہیں۔ رہے دوسرے نظام ہائے حیات تو ان میں انسان اپنے ہی جیسے انسانوں کی بندگی کرتے ہیں، اور وہ اپنے ہی جیسے انسانوں کی گھڑی ہوئی شریعت کی اطاعت کرتے ہیں۔ شریعت سازی الوہیت کی خصوصیات میں سے ایک ہے۔ جو انسان یہ دعویٰ کرے کہ انسانوں کے لیے حسبِ منشا قانون بنانے کا اُسے اختیار ہے تو بالفاظ دیگر اس کے دعوے کا مطلب یہ ہے کہ وہ الوہیت کا مدعی ہے، خواہ وہ زبان سے الوہیت کا دعویٰ کرے یا نہ کرے۔ جو شخص ایسے مدعی کا یہ حق......یعنی آزادانہ قانون سازی کا حق......تسلیم کرے گویا اُس نے اس کے حقِ الوہیت کو تسلیم کیا چاہے وہ اسے الوہیت کا نام دے یا اس کے لیے کچھ دوسرے نام یا اصطلاحیں تجویز کرتا پھرے۔

اسلام محض عقیدہ وفکر کا نام نہیں ہے کہ وہ لوگوں تک محض وعظ وبیان کے ذریعے اپنا پیغام پہنچا دینے پر اکتفا کرلے۔ اسلام ایک طریقِ زندگی ہے جو منظّم صورت میں انسان کی آزادی کے لیے عملی اقدام کرتا ہے۔ غیر اسلامی معاشرے اور نظام ہائے حیات اُسے یہ موقع نہیں دیتے کہ وہ اپنے نام لیواؤں کو اپنے طریقِ کار کے تحت منظّم کرسکے، اس لیے اسلام کا یہ فرض ہے کہ وہ ایسے نظاموں کو، جو انسان کی آزادئ کامل کے لیے سدِ راہ بن رہے ہوں، ختم کرے۔ صرف اسی صورت میں دین پورے کا پورا اللہ کے لیے قائم ہوسکتا ہے۔ پھر نہ کسی انسان کا اقتدار باقی رہے گا اور نہ کسی انسان کی بندگی کا سوال پیدا ہوگا۔ جیسا کہ دوسرے نظام ہائے زندگی کا حال ہے جو انسان کی آقائی اور انسان کی بندگی پر اپنی عمارت قائم کرتے ہیں۔

(سید قطب شہید رحمہ اللہ از 'معالم فی طریق')